عسیٰ أن یبعثک ربک مقاما محمودا
فتاویٰ محمودیہ
جلد ۱۴
از
فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ
مفتی اعظم ہند دار العلوم دیوبند
ترتیب جدید
محمد فاروق غفرلہ
خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ الہند
مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) الہند 245206
Design by: M.Rahman Qaasmi 9758814654

مقدمہ فتاوی محمودیہ

از

فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

مفتی اعظم ھند و دار العلوم دیوبند

ترتیب جدید

محمد فاروق غفرلہٗ

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی ۲۴۵۲۰۶

انتباہ

تفصیلات

نام کتاب : فتاویٰ محمودیہ......۱۴

صاحب فتاویٰ : فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہ
(مفتی اعظم ہند و دار العلوم دیوبند)

مرتب : محمد فاروق غفرلہٗ

کمپوزنگ : مجیب الرحمٰن قاسمی جامعہ محمودیہ علی پور 7895786325

سن اشاعت : ۱۴۳۰ھ-۲۰۰۹ء

صفحات : ۴۰۶

قیمت :

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) پن کوڈ:۲۴۵۲۰۶

اجمالی فہرست

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	کتاب الزکوۃ	
۱	**باب اول** : وجوب زکوۃ	۲۵
۲	**باب دوم** : سونے چاندی اور نقدی کی زکوۃ..............................	۸۰
۳	**باب سوم** : مال تجارت میں زکوۃ...	۱۲۲
۴	**باب چھارم** : جانوروں میں زکوۃ...	۱۴۳
۵	**باب پنجم** : زکوۃ کی ادائیگی	۱۴۶
۶	**باب ششم** : مصارف کا بیان	۱۷۶
۷	**فصل اول** ☆ مصارفِ زکوۃ وصدقات	۱۷۶
۸	**فصل دوم** ☆ مدارس میں زکوۃ دینا	۲۶۲
۹	**باب ھفتم** : تملیک وحیلہ......	۳۰۶
۱۰	**باب ھشتم** : عشر وخراج کے احکام	۳۲۳
۱۱	**باب نھم** : صدقۂ نافلہ......	۳۵۸
۱۲	**باب دھم** : صدقۂ فطر	۳۶۷
۱۳	**باب یازدھم** : متفرقاتِ زکوۃ	۳۹۹
	☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆	

تفصیلی فہرست

مضامین فتاویٰ محمودیہ جلد.....۱۴

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

کتاب الزکوۃ

﴿زکوۃ کے احکام﴾

☆............باب اوّل............☆

وجوب زکوۃ

☆............باب دوم............☆

سونے چاندی اور نقدی کی زکوٰۃ

☆............باب سوم............☆

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆..........**باب چہارم**..........☆	
	جانوروں میں زکوۃ	
۱۳۸	بھینس پر زکوۃ ہے یا دودھ پر..........	۱۴۳
۱۳۹	تجارت کے جانوروں کی زکوۃ..........	۱۴۴
۱۴۰	نصاب سے کم جانوروں میں زکوۃ نہیں..........	۱۴۴
	☆..........**باب پنجم**..........☆	
	زکوٰۃ کی ادائیگی	
۱۴۱	زکوٰۃ کی ادائیگی انفراداً ہے یا اجتماعاً..........	۱۴۶
۱۴۲	زکوٰۃ متفرق اور پیشگی ادا کرنا..........	۱۴۷
۱۴۳	زکوٰۃ کا بتفریق ادا کرنا..........	۱۴۹
۱۴۴	زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا کرنا..........	۱۴۹
۱۴۵	زکوٰۃ کو جمع کرنا..........	۱۵۰
۱۴۶	حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا..........	۱۵۱
۱۴۷	اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی تو کیا آئندہ سال دو سال کی زکوٰۃ دے گا..........	۱۵۲
۱۴۸	دو ہزار کی گذشتہ بارہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ..........	۱۵۳
۱۴۹	زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر..........	۱۵۳
۱۵۰	زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں..........	۱۵۷

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ
	☆............**باب ششم**............☆	
	مصارف کا بیان	
	فصل اول:-مصارفِ زکوۃ وصدقات	

باب دھم

صدقۂ فطر

☆......☆......☆......☆......☆

نمبر شمار	مضامین	نمبر صفحہ

☆............باب یازدھم............☆

متفرقات زکوٰۃ

تمت وبالفضل عمت

باب اول :- وجوبِ زکوٰۃ

قوم فقیر پر زکوٰۃ

سوال :- زید تجارت کرتا ہے، صاحبِ نصاب ہے، مگر قوم سے فقیر ہے، اب بھی وہی پیشہ کرتا ہے تو زید پر زکوٰۃ وقربانی فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کی فرضیت کا تعلق کسی خاص قوم سے نہیں بلکہ جو شخص بھی صاحبِ نصاب ہوگا، اس پر قاعدہ شرعی کے موافق زکوٰۃ فرض ہوجائے گی[۱] خواہ وہ کسی قوم سے ہو، جب زید کو اللہ تعالیٰ نے مالدار بنادیا ہے تو اسپر زکوٰۃ لازم ہے اور اسکو مانگنا جائز نہیں ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

کیا عورت کے دینِ مہر پر زکوٰۃ لازم ہے؟

سوال :- مہر گو مانعِ زکوٰۃ نہیں تو زوجہ کے ذمہ اس مہر کی زکوٰۃ لازم ہوگی، یا کہ نہیں؟ دین کی زکوٰۃ دَین دینے والے پر ہوتی ہے، یہ حکم یہاں اس صورت میں لگے گا یا کہ نہیں؟ جب کہ دَین مہر کو زوج نے دین مستغرق نصاب قرار دیا ہے، مسائلِ مذکورہ میں الجھن کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دیار میں دَین مہر کو مانعِ زکوٰۃ نہیں کرتے ہیں، اس لئے زوجہ کے ذمہ مہر کی زکوٰۃ قبل قبض نہیں سمجھتے ہیں

---

[۱] وشرط وجوبها العقل والبلوغ والاسلام والحرية وملك نصاب حولى فارغ عن الدين وحوائجه الأصلية نام ولو تقديراً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ كتاب الزكوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۲۵۹ ج۲ كتاب الزكاة.

[۲] ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يقومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب ويأثم معطيه إن علم بحاله للإعانته على المحرم الدرالمختار مع الشامى كراچى ص:۳۵۴، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۹ ج۱ باب المصرف مطبوعه بيروت، المحيط البرهانى ص۲۱۹ ج۳ الفصل الثامن، من يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

اصول الشاشی میں ہے: **وفرع محمد علٰی هٰذا فقال اذا تزوّج امرأة علٰی نصاب ولهٗ نصاب من الغنم ونصاب من الدراهم يصرف ا لدين الى الدراهم حتّٰى لو حال عليها الحول تجبُ الزكٰوة عنده فى نصاب الغنم ولا تجبُ على الدراهم.** بین السطور میں ہے: **لكونها مستغرقة بالدَّين.** اور حاشیہ پر ہے **وهو نص علٰى ان دَين المهر يمنعه معجّلاً كان او موجّلاً.** اس قاعدہ سے کہ وہ دَین جس کا مطالبہ عبد کی جانب سے ہو مانعِ زکوٰۃ ہے، مہر کو مانعِ زکوٰۃ ہونا چاہئے کیونکہ زوجہ کو حقِ مطالبہ ہے اور جب مہر مانعِ زکوٰۃ ہے تو زوجہ کے ذمہ اس کی زکوٰۃ ہونی چاہئے، حالانکہ فقہاء کرام مہر کے دَین کو دَین ضعیف قرار دیتے ہیں حضرت امام صاحب اس کا حکم یہ بیان کرتے ہیں کہ بعض قبضہ حولانِ حول ہونے پر مہر کی زکوٰۃ عورت ادا کرے، امید کہ جوابِ شافی سے مطلع فرمائیں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

شوہر کے ذمہ یہ دَین مانع ہو یا نہ ہو بہرصورت زوجہ پر اس کی زکوٰۃ لازم نہیں، وجوبِ زکوٰۃ کے لئے ملک لازم ہے، اور دَین مہر پر ابھی مِلک ہی زوجہ کی متحقق نہیں ہوئی ہے، جب وصول ہوکر اس کی مِلک ثابت ہوجائے گی اور اس پر سال بھر گذر جائے گا تب زوجہ کے ذمّہ زکوٰۃ لازم ہوگی، محض نکاح ہوجانے سے مہر پر ملک زوجہ ثابت نہیں ہوجاتی ہے صرف استحقاق ثابت ہوتا ہے وہ ابھی معرضِ زوال میں رہتا ہے، مثلاً اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل شوہر طلاق دیدے تو نصف مہر کا استحقاق بھی ختم ہوجاتا ہے اور زوجہ کی ناشائستہ حرکت کی وجہ سے حرمت وتفریق ہوجاوے تو کل مہر ساقط ہوجاتا ہے، یہ شواہد ہیں کہ ابھی زوجہ کی ملک تو کیا ثابت ہوتی استحقاق بھی موکدنہیں ہوا اور جب کہ فقہاء نے دَین کی تین قسمیں لکھ کر دَین مہر کا حکم لکھ دیا ہے، کہ وہ وصول ہونیکے بعد سال بھر گذر جائے تب اسپر زکوٰۃ لازم ہوگی، تو یہ مسئلہ بے غبار ہوگیا، ہاں اسمیں بحث ہیکہ جس کا دَین مہر زوج پر لازم ہے اور وہ بقدرِ نصاب ہے، تو آیا وہ مصرف زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ جب کہ اسکے پاس فی الحال مقدارِ نصاب **مانع عن اخذ زكوٰة** موجود نہیں، علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں: **وفى فتح القدير**[1]

[1] فتح القدير ص ۲۶۳ ج ۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه مطبوعه دار الفكر بيروت.

ولو دفع الٰی فقیرۃ لها مهر دین علٰی زوجها یبلغ نصابًا وهو موسرٌ بحیث لو طلبت اعطاها لا یجوز وان کان بحیث لا یعطی لو طلبت جَاز الخ هو مقید لعموم مَا فی الخانیة وَالمراد من المهر ما تعورف تعجیله لان ما تعورف تاجیله فهو دَین مؤجَّل لا یمنع أخذ الزکٰوة ویکون فی الاوّل عدم اعطائه بمنزلة اعساره ویفرق بینه وبین سَائر الدیون بان رفع الزوج للقاضی ممالا ینبغی للمرأة بخلاف غیره لکن فی البزازیة وان کان موسراً او المعجل قدرالنصاب لا یجوز عندهما وبه یفتی للاحتیاط وعند الامام یجوز مطلقاً الخ البحرالرائق[1] جلد ثانی ص: ۲۴۰، باب المصرف. مطبوعه کوئٹه پاکستان.

دَینِ مہراور دیگر دیون میں کچھ فرق بھی ہے جس کو عبارت بالا میں بیان کر دیا گیا ہے دَینِ مہر کے بحقِ زوج مانع عن وجوب الزکوٰۃ ہونے اور بحقِ زوجہ موجب الزکوٰۃ ہونے میں تلازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصَّواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳؍۵؍۹۰ھ

مہر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- دینِ مہر نکاح کی زکوٰۃ مرد عورت کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ اور مہر ادا نہیں ہوا لہٰذا کسی صورت سے ہو مہر کے اوپر زکوٰۃ کا ہونا لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مرد جب دینِ مہر عورت کو دیدے اور وہ مقدارِ نصاب ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے تب عورت کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر وہ مقدارِ نصاب نہیں، بلکہ اس سے کم ہے اور عورت کے پاس اتنی مقدار موجود ہے جس کو مہر کے ساتھ ملا کر پورا نصاب ہوسکتا ہے تو اس کو ملا کر زکوٰۃ ادا

---

[1] البحرالرائق کوئٹه ص: ۱۴۰، ج: ۲، باب المصرف.

کی جائیگی اگر نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو اس پر زکوٰۃ نہیں اسی طرح وصول ہونے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں: **وعند قبض مأتين مع حولان الحول بعده اى بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده مايضم الىٰ الدين الضعيف**[1] **درمختار ص: ٣٦، ج: ٢.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲/۲۵/ ۳۵ھ

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/ صفر ۵۳ھ

دَین مہر کیا مانع وجوبِ زکوٰۃ ہے؟

سوال: -مندرجہ ذیل مسائل میں مفتیٰ بہ قول کیا ہیں؟

(۱) زوجہ کا مہر زوج کے لئے مانع زکوٰۃ ہوتا ہے یا کہ نہیں؟ مہر مؤجل و معجّل ہر دو کا حکم بیان فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زوج کے ذمّہ دَین مہر واجب ہے، اگر وہ معجّل ہے یعنی جس وقت بھی زوجہ طلب کرے اس کا ادا کرنا ضروری ہے، یا مؤجل ہے، لیکن زوج خود ہی اس کو ادا کرنے کی فکر اور سعی میں لگا ہوا ہے اور جمع کر رہا ہے تا کہ ادا کرے، تو ایسا دَین مانع عن وجوبِ زکوٰۃ ہے، اس مقدارِ دین کے علاوہ اس کے پاس بقدرِ نصاب مال ہوگا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اگر زوج ادا کرنے کی فکر وسعی میں لگا ہوا نہیں بلکہ اس کو اطمینان ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے، تو ایسا دَین مانع عن وجوبِ زکوٰۃ نہیں ہے، کذا فی الطحطاوی[2] علی الدر المختار۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

مسجد یا مدرسہ کی رقم پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال:- (الف) اگر کسی مسجد یا مدرسہ کی رقم نصاب کو پہنچ گئی، سال بھر گذرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

سنیما کی آمدنی مسجد اور مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال:- (ب) نیز مسجد یا مدرسہ میں سنیما کی آمدنی خرچ کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟ اگر کوئی شخص سینماہاؤس مسجد یا مدرسہ کو ہبہ کرنا چاہے تو اسکو کرایہ پر دینا یا فروخت کر کے اسکی رقم مسجد یا مدرسہ میں لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ اور حرام اور سود سے کمائی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(الف) مدرسہ یا مسجد کے پاس جب رقم بقدرِ نصاب ہوتو اس میں زکوٰۃ لازم نہیں [۱]

(ب) سنیما یا کوئی بھی ناجائز آمدنی کا مسجد یا مدرسہ میں خرچ کرنا درست نہیں [۲]، ایسی

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) [۱] کتاب الزکاۃ مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد، مطبوعہ نعمانیہ، مطبوعہ کراچی ص۲/۳۰۶، عالمگیری ص۱۷۵ ج ۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول الخ مطبوعہ کوئٹہ بحر ص۲۰۷ ج۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[۲] وقیل المهر المؤجل لا یمنع لأنه غیر مطالب به عادة بخلاف معجل وقیل ان کان الزوج عزم علی الأداء منع والا فلا لانه لا یعد دینا بحر عن غایة البیان ص:۲۲۴، ج: ۱، اول کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مصر، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت البحر الرائق ص۲۰۴ ج۲ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ کوئٹہ.

(صفحہ ہٰذا کا حاشیہ) [۱] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی قوله ملک نصاب فلا زکوٰة فی سوائم الوقف والخیل المسبلة لعدم الملک. شامی کراچی ص: ۲۵۹،ج:۲، مطلب فی احکام المعتوه، حاشیة الشلبی ص ۲۵۲ ج ۱ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ ملتان.

[۲] قوله لو بماله الحلال قال تاج الشریعة اما لو انفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره لأن الله تعالیٰ لا یقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله، شامی زکریا ص ۴۳۱ ج۲، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة، وما یکره فیها، مطلب کلمة ''لا بأس'' دلیل علی المستحب الخ.

آمدنی کا تصدق ضروری ہے، غریب مسکین طلبہ ہی اس کے مصرف ہیں[١] تنخواہ وتعمیر وغیرہ میں خرچ نہ کریں، اگر سنیما ہاؤس جو کہ جائز آمدنی سے بنایا گیا تھا اس کو مسجد یا مدرسہ میں دے تو اس کو خالی کرا کے جائز محل میں صرف کیا جائے (کرایہ پر دیا جائے یا فروخت کیا جائے) جس رقم (حرام کی ملک) پر ملک ثابت نہیں اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ اس کو واپس کرنا یا صدقہ کرنا ضروری ہے کسی کام میں لانا بھی درست نہیں[٢]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سلم کے روپیہ پر اور زمین پر زکوٰۃ

سوال:- اہلِ نصاب کے پاس جو زمین ہے اس زمین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دینا ہے، یا صرف جمع شدہ روپے کی زکوٰۃ دینا پڑے گی؟ اور جو روپیہ لوگوں کے پاس بطور قرض کے ہے اس شرط پر کہ شوال کے ماہ قرض میں دیا ہے اور ربیع الاول کے ماہ میں ہر روپیہ کے بدلے میں ایک من یا نصف من دھان دینا پڑے گا، اس طریقے پر مبلغ ساٹھ روپے قرض دیا ہے، اب اس روپیہ کی زکوٰۃ دینا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین اگر کاشت کے لئے ہے تجارت کے لئے نہیں تو اس زمین کی زکوٰۃ نہیں خواہ اس کی

[١] واما اذا كان عند رجل مال خبيث فاما إن ملكه بعقد فاسد او حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده الى مالكه ويريد ان يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيله إلا أن يدفعه الى الفقراء، بذل المجهود ص٣٧ ج١ باب فرض الوضوء كتاب الطهارة مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامی زکريا ص ٣٠١ ج٧، باب البيع الفاسد مطلب فيمن ورث مالا حراماً.

[٢] والا فلا زكاة كما لو كان الكل خبيثا (قوله: كما لوكان الكل خبيثا) فى القنية لوكان الخبيث نصابا لايلزمه الزكاة، لان الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه، شامی کراچی ص ٢/٢٩١، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فى التصدق من المال الحرام، بزازيه على الهندية كوئٹه ص ٤/٨٦، كتاب الزكاة، الثانى فى المصرف،

قیمت کتنی ہی ہو، اس کی پیداوار پر عشر یا نصف عشر واجب ہوگا، اگر وہ زمین عشری[۱] ہو روپیہ بقدرِ نصاب اگر موجود ہوا اور اسپر سال بھی گذر جائے تو اسپر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے[۲] طریقِ مذکور پر جو روپیہ دیا ہے، وہ اسکی ملک سے خارج ہوگیا اب اس روپیہ کو واپس نہیں لے سکتا، بلکہ اس روپیہ کے عوض دھان خرید چکا ہے دھان لینے کا حقدار ہے، لہٰذا اس روپیہ پر زکوٰۃ فرض نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۱۱/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف

ہبہ پر زکوٰۃ

سوال:- آج سے تقریباً ایک سال ہوتا ہے بیرونِ ہند سے میرے پاس رقم بھیجی تھی اور خط میں یہ لکھا کہ اس میں میرے اور زید وبکر کے ہیں، خیال ہوا کہ ان تین حضرات کی امانت ہے کہ اس قسم کی امانتوں کا سلسلہ ناچیز کے پاس رہتا ہے، ابھی چند دنوں پر میں نے ان کو خط لکھا کہ آپ کی اس رقم کی ابھی تک تفصیل معلوم نہیں ہوئی ہے، زید وبکر میرے یہاں تشریف لائے تھے، لیکن انہوں نے بھی مطالبہ نہیں کیا انہوں نے جواب دیا کہ یہ رقم ہم تین کے لئے ہدیہ ہے، سوال یہ ہے کہ رقم کب سے میری مِلک شمار ہوگی، میں اپنی زکوٰۃ کا سال ابتداءِ رمضان سے شمار کر کے ابتداءِ رمضان

[۱] اذا اشتری ارض عشر وزرعها او اشتری بذرا للتجارة وزرعه فانه یجب فیه العشر ولا تجب فیه الزکوة، زیلعی ص ۱/۲۸۰، باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، النهرالفائق ص ۱/۴۴۰، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص۲/۲۹۸، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، فتح القدیر ص۲/۲۱۸، مطبوعه بیروت،

[۲] وشرط وجوب ادائه حولان الحول علی النصاب الاصلی الخ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۵۸۸، کتاب الزکوة، مطبوعه مصری، زیلعی ص۱/۲۵۲، مطبوعه امدادیه ملتان، درمختار علی الشامی کراچی ص۲/۲۶۷، کتاب الزکوة،

[۳] وشرط وجوبها العقل والبلوغ الی قوله وملک نصاب واطلق الملک فانصرف الی الکامل الخ، بحر مختصرا ص۳-۱/۲۰۲، کتاب الزکوة، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، شامی کراچی ص۲/۲۶۷، زیلعی ص۱/۲۵۲، مطبوعه امدادیه ملتان،

میں جو کچھ ہوتا ہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اب ربیع الاول میں معلوم ہوا کہ یہ رقم میری ملکیت ہے کیا اس گذشتہ سال کی اس رقم کی زکوٰۃ مجھ پر ہوگی؟ جب رقم آئی تھی، نہ انہوں نے لکھا کہ یہ ہدیہ ہے اور نہ مجھے معلوم ہوا، اس بارے میں رہنمائی فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ہبہ کیلئے قبول لازم ہے، قبول کے بعد سے موہوب پر مِلک حاصل ہوتی ہے[۱] پس جب تک آپ نے قبول نہیں کیا، آپکی ملک اسپر حاصل نہیں ہوئی، جس وقت قبول کرلیا اس وقت سے مالک ہیں، اسی وقت سے اس پر زکوٰۃ کا حساب ہوگا[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۵/۹۰ھ

مالِ حرام پر زکوٰۃ

سوال:- اصل مال مثلاً ایک ہزار روپے میں سود کے ایک سو شامل ہوکر گیارہ سو روپے ہوگئے، کیا سود کی رقم کی بھی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟

ایک مرتبہ مرادآباد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تھا، حرام، چوری، رشوت وغیرہ، کیا ان اموال میں زکوٰۃ دینی ہوگی؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ (جہاں تک مجھے یاد ہے) جب مال ہیں تو زکوٰۃ دینی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال اگر جدا ہو مخلوط نہ ہو تو اسپر ملکیت ثابت نہیں، اس پر زکوٰۃ بھی نہیں، اگر وہ حرام مال

---

[۱] والقبول شرط ثبوت الملک للموهوب له، عالمگیری ص۳۷۴ ج۴ الباب الاول فی تفسیر الهبه الخ کتاب الهبة مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص۴۹۰ ج۳ کتاب الهبة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر ص۲۸۵ ج۷ کتاب الهبة مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام الدر المختار، شامی کراچی ص۲۵۹، ج۲، کتاب الزکوٰة، البحر ص۲۰۲-۳ ج۱ کتاب الزکوة مطبوعه الماجدیه کوئٹه زیلعی ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

حلال مال کے ساتھ مخلوط کردے تو یہ استہلاک ہے، جو کہ موجبِ ملک ہے[۱] غالبًا حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا جواب اسی بنیاد پر مبنی ہے، لیکن جب کہ مقدارِ حرام مال کا تصدق واجب ہے تو پھر اس پر زکوٰۃ ہونے کا کوئی مطلب نہیں ہے، ورنہ لازم آئے گا، کہ حرام مال کا ربع عشر بھی ادا کرے اور کل کو بھی صدقہ کرے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حرام مال پر زکوٰۃ نہیں

سوال:- حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب میں دیکھا تھا یا نہیں وہ کون سی کتاب تھی کہ حرام مال میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، البتہ اسپر ثواب نہیں ملیگا، تو یہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال جس پر ملکیت ہی حاصل نہیں ہوئی اس میں زکوٰۃ لازم نہیں، بلکہ اس مال کی واپسی یا اسکا تصدق لازم ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے[۲] حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت یا کتاب سامنے ہو تو اس میں غور کیا جائے کہ کیا ارشاد فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱/۹۵ھ

---

[۱] ولوخلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاك الخ وهذا اذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط منفصل عنه يوفى دينه والا فلا زكاة كما لوكان الكل خبيثا، الدرالمختار شامی کراچی ص:۲۹۰، ج:۲، باب زكاة الغنم، بزازيه على الهنديه ص۸۶ ج۴، كتاب الزكوة، الثانى فى المصرف، مطبوعه كوئٹه، النهرالفائق ص۴۱۳/۱، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[۲] قوله لو كان الكل خبيثا فى القنية لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لأن الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه. شامی کراچی ص:۲۹۱، ج:۲، باب زكاة الغنم، قبيل مطلب فى وجوب الزكوة فى دين المرصد، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ كتاب الطهارة باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، بزازيه على الهندية ص۸۶ ج۴، كتاب الزكوة، الثانى المصرف مطبوعه كوئٹه.

سفیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال:- نابالغ جس وقت شرعاً بالغ ہو جائے لیکن دنیاوی معاملات میں نابالغ رہے مثلاً یہ کہ اگر اس کا مال اس کو سپرد کر دیا جائے تو اضاعت کا اندیشہ ہے، وغیرہ تو اس کے مال کی زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مقدارِ زکوٰۃ حساب کر کے اسکو دیدیا جائے کہ وہ مصرفِ زکوٰۃ پر صرف کرے[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بیوہ پر زکوٰۃ

سوال:- بیوہ عورت کے پاس تخمیناً دوسو روپے مع زیور کے ہوئے اور اپنی گذر اوقات اپنے حقیقی لڑکے کے یہاں کرتی ہے اور لڑکا نان ونفقہ وعلاج اپنی ذاتی آمدنی سے کرتا ہے تو ایسی عورت پر معمولی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

واجب ہے جب کہ بقدرِ نصاب ہو[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف

---

[۱] ویدفعها ای الزکاۃ القاضی الیه لیفرقها لانها عبادۃ لا بدفیها من نیته الخ شامی زکریا ص:۲۱۷، ج:۹، کتاب الحجر، عالمگیری ص۵۸ ج۵ کتاب الحجر الباب الثانی فی الحجر، الفصل الاول مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۸۲ ج۸ باب الحجر، کتاب الاکراہ، مطبوعه کوئٹه.

[۲] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام. درمختار ص:۴، ج:۲، کتاب الزکاۃ، مطبوعه نعمانیه البحر الرائق ص۳-۲۰۲ ج۱، کتاب الزکاۃ، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، زیلعی ص۲۵۲ ج۱ کتاب الزکاۃ مطبوعه امدادیه ملتان.

مالکِ زمین مقروض پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص کے پاس اسی نوے بیگھہ زمین ہے وہ اسکا مالک ہے لیکن چار پانچ ہزار روپے کا مقروض ہے اور وہ اس زمین کی پیداوار سے بمشکل تمام اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور تھوڑا بہت جو کچھ بچتا ہے اس کو وہ بسلسلۂ قرض قرض خواہوں کو دیدیتا ہے، تو ایسا انسان شرعی طریقہ پر صاحبِ نصاب سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے شخص پر زکوٰۃ، قربانی وغیرہ واجب نہیں بلکہ وہ خود مستحقِ زکوٰۃ ہے: **ولا زكوة فی ثياب البدن واثاث المنزل ودار السكنٰى ونحوها كالحوانيت والعقارات. درمختار شامی**[1]. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۱/۳/ ۸۹ھ

مقروض دیوالیہ پر زکوٰۃ وقربانی کا حکم

سوال:- زید آج سے پہلے دس ہزار کا مقروض تھا اور قرض خواہوں نے حکومت میں مقدمہ دائر کرایا تھا مگر زید کے پاس کوئی ایسی مِلک نہ تھی کہ حکومت کے قانون کے موافق قرض خواہوں کو دیجاتی اس وجہ سے حکومت کا قانون زید سے اٹھ گیا، اب زید فی الحال کچھ رقم یعنی پانچ ہزار کا مالک ہوا ہے، مگر قرض خواہوں کو رقم ادا کرنے میں وہ رقم پوری نہیں ہوسکتی، ایک قرض خواہ کو کچھ رقم دے تو دوسرا قرض خواہ پریشان کرتا ہے، اور زید کے پاس اتنی رقم نہیں کہ سب کو ادا کر سکے، سوال یہ ہیکہ زید اس پانچ ہزار کی زکوۃ، فطرہ قربانی وغیرہ ادا کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ زید سمجھتا ہے کہ قرض ادا کرنا مقدم ہے مگر رقم کافی نہ ہونے کی بناء پر اور قرض خواہوں کے پریشان کرنے کی وجہ سے ادا

[1] شامی نعمانية ص:۸، ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة. شامی كراچی ص:۲۶۴، ج:۲، بحر كوئٹه ص ۲۰۲/۲، كتاب الزكوة،

نہیں کرسکتا، اس صورت میں وہ صاحبِ نصاب ہوگا یا نہیں؟ اور زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون سرکاری کی رو سے اگر کوئی قرض خواہ اپنا قرض وصول نہ کرسکے، تو زید شرعاً سبکدوش نہیں ہوا، بلکہ زید کے ذمہ حتی الوسع اس کی ادئیگی فرض ہے، اور جب تک قرض سے فاضل مقدارِ نصاب نہ ہو زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی[1] لہٰذا زید کو چاہئے کہ اوّلاً جس ترکیب سے مناسب اور مصلحت ہو قرض خواہوں کا قرض ادا کرے، پھر اگر فرض ہو زکوٰۃ ادا کرے۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/۳/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۵/ربیع الاول ۶۴ھ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۶/ربیع الاول ۶۴ھ

مقروض پر وجوبِ زکوٰۃ کی صورت

سوال:- زید سات ہزاروں روپیوں کا نو مہینوں سے مالک ہے اور قرض بھی تین ہزار روپیہ کا ہے، واجب رمضان کی برکت حاصل کرنے کے لئے اس مہینہ میں زکوٰۃ دینا چاہتا ہے، تو اب کتنی زکوٰۃ دینی چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ سات ہزار کا مالک ہے اور تین ہزار کا مقروض ہے اور ابھی صرف نو ماہ ہوئے ہیں، تو ابھی زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب نہیں، لیکن اگر ابھی زکوٰۃ ادا کردی جائے تب بھی ادا ہوجائے گی[2]

[1] وسببه أی سبب افتراضها ملک نصاب حولی نام فارغ عن دین له مطالب من جهة العباد. درمختار ص:۵، ج:۲، نعمانیة کتاب الزکاة. شامی کراچی ص:۲۶۰، ج:۲، زیلعی ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۲۸۵ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولو عجل ذو نصاب لسنین صح طحطاوی علی المراقی ص:۵۸۸، کتاب الزکاة مطبوعه مصر. شامی کراچی ص:۲۹۳، ج:۲، باب زکاة الغنم، مجمع الأنهر ص۳۰۷ ج۱ قبیل باب العاشر مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

صرف چار ہزار کی ادا کردے اور تین ہزار قرض میں منہا ہو جائیں گے، پھر سال ختم ہونے پر حساب کرلیا جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۸/۹۰ھ

مقروض پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال:- حامد کاروباری آدمی ہے، کمپنی میں بطور ضمانت اس کا روپیہ ہے، لیکن جس قدر زرِ ضمانت ہے اس سے زیادہ وہ مقروض ہے، کیونکہ قرض خواہ کو اس پر اعتماد ہے، اس لئے تقاضا نہیں ہے، تو ضمانت والے کا کیا ہوگا زکوٰۃ دے یا نہیں؟ اگر دیتا ہے، تو پہلے قرض دے اور قرض دیتا ہے تو کچھ نہیں رہتا کمپنی سے روپیہ لینے پر کاروبار معطل ہوجاتا ہے، اسکا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں اس پر زکوٰۃ واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

مقدار نصاب اور دین اور مال صبی میں زکوٰۃ کا حکم

سوال:- کاشتکار جو کہ سرکاری لگان بھی دیتا ہے کیا اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ لگان جبراً

---

[1] وإن كان ماله أكثر من دينه زكى الفاضل إذا بلغ نصاباً، هدايه مع فتح القدير ص۱۶۰ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى كراچى ص۲۶۳ ج۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۸۷ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية.

[2] ولا (تجب على) مديون مطالب من العباد قدر دينه الخ مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۲۶۳ ج۲، وهداية مع فتح القدير ص۱۶۰ ج۲ اول كتاب الزكاة، دار الفكر بيروت.

ناجائز طور پر لی جاتی ہے، اگر ہے تو کتنا اور کس مقدار میں اور کتنے غلّہ پر وجوب ہوتا ہے، اگر ایک شخص نوکری کرتا ہے اور ہمیشہ پچاس روپے ملتے ہیں تو زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور جو شخص کھیت والا ہے یعنی بطور قبالہ یا بطور رہن ہے تو وہ صاحب نصاب ہوگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اور صدقۃ الفطر اور قربانی ایسے شخص پر واجب ہوگی یا نہیں، زیور اگر ہو تو اسکا وزن وجوب کیلئے کتنا ہونا چاہئے اگر بعضے زیور غالب چاندی نہ ہو تو اسکا کیا حکم ہوگا اور وہ ایک شخص کے ہوں مگر وہ یہ کہتا ہے کہ اپنی بہو کو دیدیا ہے حالانکہ ابھی اسکے لڑکے کی شادی بھی نہیں ہوئی یا کہتا ہے کہ چھوٹی لڑکی کو دے دیا اور رکھتا ہے اپنے ہی پاس تو واجب ہوگی یا نہیں؟ نقود مروجہ کو چاندی کا حکم ہے یا عروض کا یا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو غلّہ غیر شرعی زمین میں پیدا ہوتا ہے اس میں عشر نہیں ہوتا غلّہ میں عشر ہوتا ہے زکوٰۃ نہیں ہوتی، بشرطیکہ عشری زمین میں ہو[1] اور جس شخص کے پاس مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا اتنی قیمت کا تجارتی مال ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے[2] بشرطیکہ سال پورا گذر جائے[3] پس اگر ماہوار تنخواہ ختم کر دیتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر کچھ مقدار نصاب کے پورا ہونے کے بعد وسط سال میں زیادتی رہتی ہے تو ختم پر موجود رقم کی زکوٰۃ واجب ہوگی

---

[1] ویؤخذ العشر من الأراضی العشریة الخ المحیط البرهانی ص۲۷۹ ج۳ الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر الخ، مطبوعه ڈابھیل، تاتارخانیة کراچی، ص۳۳۰ ج۲ الفصل الثالث فیمن یجب علیه العشر الخ، عالمگیری ص۱۸۵ ج۱ الباب السادس فی زکاة الزرع الخ مطبوعه کوئٹه.

[2] نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم الیٰ ان قال أو فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب وفضة الخ، درمختار علیٰ الشامی زکریا ص۲۸-۲۲۴/۳، باب زکاة المال، بحر ص۲۲۵ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه، عالمگیری ص۱۷۸ ج۱ الباب الثالث فی زکاة الذهب الخ مطبوعه کوئٹه.

[3] وشرط وجوبها العقل إلیٰ قوله وملک نصاب حولی وهو أن یتم الحول علیه، مجمع الأنهر ص۲۸۶ اول کتاب الزکاة مطبوعه بیروت، عالمگیری ص۱۷۵ ج۱، کتاب الزکوة، مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۱، کتاب الزکوة، مطبوعه بیروت.

بشرطیکہ اخیر میں بھی مقدار نصاب موجود ہو[1] جو جائداد پیسے سے خریدی ہے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، رہن کی صورت میں قرض جو روپیہ دیا گیا ہے اس پر زکوٰۃ ہے، مگر اس کی ادائیگی بعد وصولی[2] ہے، بقدر ضرورت اگر جائیداد ہے تو اس سے صاحب نصاب نہیں ہوتا نہ اس پر زکوٰۃ وصدقہ وقربانی واجب ہوتی ہے، زیور کا نصاب بھی وہی ہے جو پہلے بتلایا گیا ہے جس زیور میں چاندی غالب ہو وہ چاندی کے حکم میں ہوگا، ورنہ جو چیز غالب ہوگی اس کے حکم میں ہوگا، نقود مروجہ جن میں چاندی غالب ہے، وہ چاندی کے حکم میں ہیں ورنہ وہ مستقل اپنا حکم رکھتے ہیں[3] جب ہبہ ابھی تک موجود نہیں ہے تو اس کے لئے وہ ہبہ نہیں ہوا، اس کی زکوٰۃ دینی واجب ہے چھوٹی لڑکی کو اگر دے دیا ہے خواہ اپنے پاس رکھے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[4]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[1] ومن كان له نصاب فاستفاد في أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الٰى ماله وزكاه الخ عالمگيرى كوئٹه ص١٧٥ ج١ اول كتاب الزكاة، هداية ص١٩٣ ج١ باب صدقة السوائم، فصل فى الغنم، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بحر كوئٹه ص٢٢٢ ج١ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] فتجب زكاتها اذا تم نصابا وحال الحول لكن لافوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض الخ در مختار على الشامى زكريا ص٢٣٦ ج٣ باب زكاة المال، بحر كوئٹه ص٢٠٧ اول كتاب الزكاة، عالمگيرى كوئٹه ص١٧٥ ج١ اول كتاب الزكاة.

[3] وغالب الفضة والذهب فضة وذهب، وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض الدر المختار على الشامى زكريا ص٢٣٠ ج٣ كتاب الزكاة باب زكاة المال، البحر الرائق ص٢٢٨ ج٢ باب زكاة المال مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص٣٠٥ ج١ باب زكاة الذهب والفضة الخ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[4] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا تجب الزكاة فى مال الصبى الخ، تاتارخانية كراچى ص٢٩٢ ج٢ الفصل العاشر فى بيان ما يمنع وجوب الزكاة، المحيط ص٢٣٣ ج٣ الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابھيل، مجمع الأنهر ص٢٨٦ ج١ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

بیٹے کے نام سے بینک میں روپیہ جمع کیا تو زکوٰۃ کس پر؟

سوال:- ایک شخص کے نام اس کا باپ گورنمنٹ کے بینک میں روپیہ جمع کرتا ہے روپیہ جمع کرنے کی شرط اور وصول کرنے کی پہلے استفتاء میں مذکور ہوچکی ہے، سوال یہ ہے کہ اس شخص کے نام اس کے باپ نے اس کے بچپن میں روپیہ جمع کیا اس میں زکوٰۃ ہے تو کس پر؟ اس شخص کے نام روپیہ جمع ہونا بند بھی ہوسکتا ہے، اس شخص کی ضروریات شادی وغیرہ میں روپیہ نکالنے کا حق باپ ہی کو رہتا ہے، نکالتے وقت مقدارِ نقد گورنمنٹ کے یہاں سے منظور کرانی پڑتی ہے پھر دینا ہوتا ہے، پنشن یا موت سے پہلے نہ باپ نکال سکتا ہے اور نہ بیٹا، یہ شخص فی الوقت نادار بھی ہے اور محتاجِ تصدق، اس کے لئے احکامِ شرعیہ تفصیلاً بیان ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صورتِ مسئولہ میں روپیہ بچہ کی مِلک نہیں، بلکہ باپ ہی کا ملک ہے، لہٰذا باپ ہی پر زکوٰۃ واجب ہے، جب بچہ بڑا ہوکر روپیہ پر قبضہ کرلے گا اس کی زکوٰۃ بعد حولانِ حول خود اس پر واجب ہوگی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۵/ربیع الاول ۶۱ھ

بنک میں جمع روپے پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہیں اور ان روپیوں پر ابھی ایک سال نہیں

---

[1] وسبب افتراضها ملك نصاب حولي نام فارغ عن دينٍ له مطالب الخ شامي كراچي ص ۲۵۹ ج ۲ اول كتاب الزكاة، البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۲ كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص ۴۱۳ ج ۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دار الكتب العلمية.

گذرا کہ زکوٰۃ اسپر فرض ہوجائے بلکہ چھ ماہ یا نو ماہ ایک سال سے کم کم ہے، اوراس نے اس روپے کو بینک یا مسلم فنڈ میں جمع کر دیا ہے، بقیہ ماہ سال کے پورے ہوتے ہیں، لہٰذا جب بینک میں پہنچ کر ایک سال پورا ہوجائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی یا نہیں؟ یا اپنے پاس موجود رہنا شرط ہے، جب کہ وہ روپیہ بینک میں جمع شدہ اپنی ملکیت ہے یا ملکیت سے خارج ہوجاتا ہے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

جب بینک میں جمع کیا ہے تو اس کو ہر وقت لینے پر قدرت ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ اپنے پاس ہوتا، پس اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے جتنے ماہ سال پورا ہونے میں باقی ہیں جب وہ پورے ہوجائیں تو زکوٰۃ ادا کردے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۹ھ

نابالغ کے نام روپیہ بینک میں جمع کیا اس پر زکوٰۃ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید نے اپنے نابالغ لڑکے کے نام سے بینک یا ڈاک خانہ میں روپیہ جمع کیا ہے، اور وہ روپیہ نصاب سے زیادہ ہے تو اب اس روپیہ کی زکوۃ زید دے گا یا اسکا نابالغ لڑکا دے گا یا نہیں؟ دے گا اور ڈاکخانے والے اس روپیہ کا سود بھی دیتے ہیں اگر نہ لیا جائے تو وہ اپنے مشن وغیرہ میں لگا دیتے ہیں اگر سود لے کر کسی غریب وغیرہ کو دیدیا جائے اور ثواب کی امید نہ رکھی جائے تو کوئی حرج ہے؟

---

[1] الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم اذا بلغ نصابا ملكاً تامًا. وحال عليه الحول التاتارخانية. ص:۲۱۷، ج:۲، كتاب الزكاة، شامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ كتاب الزكاة البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

الجواب حامداً ومصلياً

اس صورت میں وہ نابالغ لڑکا اس روپیہ کا مالک ہوگیا، نابالغ پر زکوٰۃ واجب نہیں، لہٰذا اس کی زکوٰۃ نہ زید دے گا نہ وہ نابالغ لڑکا[1] سود کے نام پر جو کچھ وہاں سے ملے اس کو وصول کرلیا جائے پر احتیاط یہ ہے کہ اس کو محفوظ رکھا جائے، جب لڑکا بالغ ہوجائے تو وہ خود ہی روپیہ غریبوں کو دیدے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مکان کے لئے جمع رقم پر زکوٰۃ

سوال:- انڈیا کا ایک آدمی انگلینڈ میں ہے اس کے پاس ۸/ہزار روپیہ بنک میں جمع ہے، اب اس شخص کا ارادہ وہاں مکان بنانے کا ہے ممکن ہے کچھ قرض بھی ہوجائے، تو اب اس جمع کردہ پیسوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

خرچ کرنے سے پہلے جب اس جمع شدہ روپیہ پر سال بھر گذر گیا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگئی ، زکوٰۃ ادا کرکے پھر مکان وغیرہ بنائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا يجب الزكاة فى مال الصبى الخ المحيط ص۲۳۳ ج۳ كتاب الزكاة الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابھیل، طحطاوى على المراقى ص۵۸۷ كتاب الزكاة، مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] وثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينهما للتجارة بأصل الخلقة فتلزم الزكاة كيف ما أمسكهما ولو للنفقة. الدر المختار على الشامى ص:۲۶۷، ج:۲، مطبوعه كراچى، كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى. البحر الرائق ص۲۲۶ باب زكاة المال مطبوعه الماجديه كوئٹه، بدائع زكريا ص۹۲ ج۲ الشرائط الذى ترجع الى المال. كتاب الزكوة،

جو روپیہ نابالغ کو دیدیا اس کی زکوٰۃ نہیں

سوال:-زید نے پینشن یا پراویڈنٹ فنڈ سے مندرجہ ذیل طریقہ سے روپیہ خرچ کیا۔

(۱) مکان خریدا جس کا کرایہ سو روپیہ ماہوار ملتا ہے۔

(۲) پانچ ہزار روپیہ اپنی لڑکی کی تمام شادی کے لئے جمع کردیئے، لڑکی زیرِ تعلیم ہے۔

(۳) پانچ تولہ سونے کے زیور لڑکی کو بنوادیئے۔

(۴) چار ہزار روپیہ اپنے چھوٹے لڑکے کے نام جو کہ ابھی زیرِ تعلیم ہے، بینک میں جمع کرادیئے، اب زید کو سوا سو روپیہ ماہوار پنشن ملتی ہے اور سو روپیہ مکان کا کرایہ آتا ہے، جس سے وہ اپنے اہلیہ کے اور دونوں بچوں کے اخراجات اٹھاتا ہے، اس کی بیوی کے پاس شادی کے وقت کے پانچ تولہ ۸/ماشہ سونے کے اور ۴۵/تولہ چاندی کے زیور ہیں، اس کے پاس نقد بارہ سو روپے ہیں، اس صورت میں صرف اہلیہ کے زیورات پر زکوٰۃ فرض ہے، یا ان رقوم اور زیورات پر بھی زکوٰۃ فرض ہے، جو اس کے بچوں کے نام ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ اور زیور زید نے اپنی ملک سے نکال کر دوسرے لڑکے لڑکی وغیرہ کی ملک میں دے کر اس کا اس پر قبضہ کرادیا (یعنی ہبہ شرعی کردیا) اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ نہیں، نابالغ کا قبضہ ضروری نہیں صرف زبان سے یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے یہ روپیہ یا زیور اس کو دیدیا ہے، اتنا کہنے سے بھی ہبہ صحیح ہوجاتا ہے، نابالغ کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے[1]، جب وہ بالغ ہوجائے تب لازم ہوگی

---

[1] ومن جملة الموانع الصبا والجنون حتى لا تجب الزكاة فى مال الصبى الخ تاتارخانية كراچى ص ۲۹۲ ج ۲ الفصل العاشر بيان ما يمنع وجوب الزكاة، المحيط الص ۲۳۳ ج ۳ الفصل العاشر الخ مطبوعه ڈابھيل، مجمع الأنهر ص ۲۸۶ ج ۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص ۲۵۸ ج ۲ مطلب فى أحكام المعتوه، البحر الرائق ص ۲۰۲ ج ۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

اور کرایہ کے مکان میں بھی زکوٰۃ نہیں، کرایہ کا روپیہ جو سالانہ خرچ ہو جاتا ہے سال بھر باقی نہیں رہتا اس میں بھی زکوٰۃ نہیں[1] بیوی کے مال میں زکوٰۃ بیوی کے ذمہ ہے، اس کی اجازت سے شوہر دیدے تب بھی ادا ہو جائے گی، بالغ اولاد کے مال میں خود اولاد کے ذمہ زکوٰۃ ہے، اس کی اجازت سے والد دیدے تب بھی ادا ہو جائے گی[2]، بارہ سو روپیہ جو زید کے پاس حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہیں، اس کی زکوٰۃ زید کے ذمہ ہے، زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے، یعنی بارہ سو روپیہ کی زکوٰۃ تیس روپیہ ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بیوی کے زیور کی زکوٰۃ کس پر ہے

سوال:-شوہر مالک نصاب نہیں البتہ بیوی بوجہ زیور کے مالک نصاب ہے، جو عموماً ہمارے دیہاتوں کا دستور ہے، ایسی صورت میں اگر شوہر نہ ادا کرے بلکہ محض بیوی ہی ادا کر دے تو کیا شوہر پر واجب باقی رہے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مالک نصاب ہوتا ہے اس پر ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جب عورت زیورات کی

---

[1] وملک نصاب حولی فارغ عن الدین وحوائجه الأصلية نام، ولو تقديراً، البحر کوئٹه ص ۲/۲۰۲ کتاب الزکاة، طحطاوی ص ۵۸۸، کتاب الزکوة، مطبوعه مصری، شامی کراچی ص ۲/۲۵۹، اول کتاب الزکاة.

[2] من أدی زکاة مال غیره من مال نفسه بأمر من علیه الزکاة جاز بخلاف ما إذا ادی بغیر امره ثم أجاز تاتارخانیة کراچی ص ۲۸۴ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، بدائع الصنائع ص ۱۴۵ ج۲ کتاب الزکاة، شرائط الرکن، ما یرجع إلی المؤدی مطبوعه زکریا.

[3] الزکاة هی تملیک جزء مال عینه الشارح وهو ربع عشر نصاب حولی. شامی کراچی ص: ۲۵۶، ج: ۲، کتاب الزکاة، عالمگیری ص ۱۷۹ ج ۱ باب زکاة الذهب والفضة مطبوعه کوئٹه.

مالک ہے، تو صرف عورت ہی پر زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہے، شوہر کے ذمہ نہیں، شرح تنویر الابصار میں ہے: وسببه اى سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام (درمختار علی ہامش الشامی نعمانیہ ص:۴، ج:۲[1]) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/۸۷ھ

بیوی کے زیور کی زکوۃ کس کے ذمہ ہے؟

سوال:- شوہر کی طرف سے ملا ہوا زیور عورت کی ملکیت میں ہے یا شوہر کی؟ اگر عورت کی ملکیت میں ہے تو زیور کی زکوۃ دینے کے واسطے شوہر کو مالک بنا دیا تو آیا اس زیور کی زکوۃ بیوی پر ہے یا شوہر پر مالک بننے کے باوجود شوہر نے زکوۃ نہ دی تو گنہ گار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر شوہر کی طرف سے زیور دیکر بیوی کو مالک بنا دیا گیا ہے، یا اس خاندان میں مالک بنا دینے کا عام رواج ہے تو وہ زیور بیوی کی ملک ہوگیا[2] اسکی زکوۃ بیوی کے ذمہ ہے وہ اگر زکوۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرے کہ سال ختم ہونے سے پہلے شوہر کو مالک بنا دے اور پھر شوہر بیوی کو مالک بنا دے غرض دونوں اسی طرح زکوۃ سے بچنے کے لئے کرتے رہیں تو یہ مکروہ ہے[3]، اگر بیوی کو مالک نہیں بنایا

[1] درمختار علٰی الشامی زکریا ص: ۱۷۴، ج:۳، کتاب الزکاۃ، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ اول کتاب الزکاۃ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص۲۰۲ ج۲ اول کتاب الزکاۃ.

[2] جهز ابنته ثم ادعی ان ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليک الی قوله المعتمد القول للزوج ولها اذا کان العرف مستمرا ان العبد يدفع مثله جهازا لا عارية الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص:۳۰۷، ج۴ باب المهر.

[3] اذا فعله حيلة لدفع الوجوب کان استبدل نصاب لسائمة بآخر او اخرجه عن ملکه ثم ادخله فيه الی قوله وقال محمد يکره لان فيه اضرارا بالفقراء وابطال حقهم مآلا الخ شامی مختصراً ص۲۰۸ ج۳، کتاب الزکوة، باب زکوة الغنم، المحيط البرهانی ص۱۸۰ ج۳ الفصل الرابع فی تصرف صاحب المال الخ، مطبوعه ڈابهيل، طحطاوی علی المراقی ص۵۹۱ قبيل باب المصرف مطبوعه مصری.

بلکہ عاریت کہہ کر دیا گیا ہے یا اس خاندان میں عاریت پر دینے کا دستور ہے تو وہ زیور بیوی کی ملک نہیں، بلکہ دینے والے کی ملک ہے اس پر زکوۃ لازم ہے[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حج کے لئے جہاز کے ٹکٹ میں جو روپیہ دیا گیا اس کی زکوٰۃ

سوال:- جتنی مقدار حج کے لئے کرایہ جہاز میں جاچکا ہے جسکی منظوری بھی ہوچکی ہے کیا اسکی زکوٰۃ دیجائے جب کہ سال پورا نہیں ہوا، سال ماہِ رمضان میں پورا ہوتا ہے، روپیہ پہلے جاچکا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو روپیہ حج کے ٹکٹ کے لئے دے دیا اور اس کا ٹکٹ خرید لیا اور اس پر سال پورا نہیں ہوا تھا تو اس روپیہ کی زکوٰۃ لازم نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۳/۹/۸۷ھ

جہاز کمپنی نے میت کے ورثہ کو جو رقم دی اس پر زکوٰۃ

سوال:- ایک جہاز میں بہت سے مسافر سوار تھے، راستے میں جہاز گر گیا، اور سارے مسافر

---

[1] لم يختلفوا أن الحلى إذا كان فى ملك الرجل تجب فيه الزكاة فكذلك إذا كان فى ملك المرأة كالدراهم والدنانير وأيضا لا يختلف حكم الرجل والمرأة فيما يلزمهما من الزكاة فوجب أن لا يختلفا فى الحلى الخ احكام القرآن للجصاص ص۱۵۸ ج۳ سورۂ براءۃ، آیت ۳۴ فى زكاة الحلى مطبوعه قديمى كراچى.

[2] وشرطه أى شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فى ملكه الدرالمختار على الردالمحتار ص۲۶۷/۲، مطبوعه كراچى. مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه، مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۵۸۸ اول كتاب الزكاة مطبوعه مصرى.

مرگئے، اب انکے ورثاء کو کمپنی نے چالیس ہزار روپیہ رقم دی ہے بیمہ وغیرہ نہیں کیا تھا، بلکہ کمپنی نے اپنے قانون کے تحت یہ رقم دی ہے کیا سال گذرنے کے بعد اسپر زکوٰۃ دینی پڑیگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقم کمپنی نے جس کو دی ہے وہ اس کی ملک ہے، دوسرے مملوکہ مال کی طرح اس کی بھی زکوٰۃ لازم ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۶/۸/۸۷ھ

جو روپیہ کھیت میں لگا اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- ایک مقام پر عامۃ الناس ہزاروں روپیہ لگا کر کھیتی کرتے ہیں تقریباً چھ ماہ تک وہ روپیہ کھیت میں لگا رہتا ہے پھر چھ ماہ تک اپنے پاس رہتا ہے، ان پر زکوٰۃ واجب یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

روپیہ کا سامان (بیج وغیرہ) خرید کر جب کھیت میں لگا دیا تو روپیہ ختم ہوگیا، کھیت تیار ہونے کے بعد جب غلہ فروخت کیا اس کی قیمت کا روپیہ وصول ہوا، اگر اس کے علاوہ کوئی اور نقد موجود نہیں اور اس روپیہ پر سال بھر نہیں گذرا بلکہ اس سے پہلے ہی کھیت کے کام میں خرچ ہوگیا، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوئی[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۸ھ

---

[1] وشرطه ای شرط افتراض ادائها حولان الحول وهو فی ملكه، الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۲۶۷، ج:۲. کتاب الزکوة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمية بیروت بحر ص۲۰۲ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

وجوب زکوٰۃ کے لئے قمری سال کا اعتبار ہے یا شمسی؟

سوال:- سال ہجری عام عیسوی سے تقریباً دس روز کم ہے، زکوٰۃ واجبہ کس حساب سے واجب ہے، جس شخص کے پاس ۲۱/ اگست کو مال نصاب آیا اس پر ۲۰/ اگست کو آئندہ سال زکوٰۃ واجب ہوگی یا دس اگست کو؟

الجواب حامداًومصلیاً

سال قمری پورا ہونے پر زکوٰۃ لازم ہوگی ۲۰/ اگست کو جو قمری تاریخ ہو اس کے اعتبار سے جب قمری سال پورا ہوجائے، وہ حولان حول معتبر ہوگا[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/ ۳/ ۸۹ھ

زکوٰۃ انگریزی مہینہ سے ادا کرے یا قمری سے؟

سوال:- اپنی زکوٰۃ انگریزی مہینوں کے حساب سے مارچ میں ادا کرتا آرہا ہے، ادائیگی زیادہ تر رمضان المبارک میں ہوتی ہے، جو عموماً پیشگی ادا کیجاتی ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہیکہ انگریزی مہینوں سے قمری مہینہ کم ہوتا ہے، اورزکوٰۃ کچھ ایام کی رہ جاتی ہے میں ۱۹۶۷ء سے مارچ کا حساب کررہا ہوں اگر یہ صورت ناپسند ہو اور عندالشرع نامعتبر ہو تو ایسی صورت بتائی جائے کہ کیسے قمری مہینہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۱] الزکاۃ واجبۃ علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا بلغ نصابا ملکا تاماً وحال علیہ الحول الخ تاتارخانیۃ ص۲۱۷ ج۲ اول کتاب الزکاۃ، مطبوعہ کراچی، شامی کراچی ص۲۶۷ ج۲ کتاب الزکاۃ، النہر الفائق ص۴۱۳ ج۱، کتاب الزکوۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[۱] وحولها ای الزکاۃ قمری لاشمسی الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۲۳، ج:۳، کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ الغنم، قبیل باب زکاۃ المال، النہر الفائق ص۴۱۴ ج۱ اول کتاب الزکاۃ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول فی تفسیرها الخ مطبوعہ کوئٹہ.

رمضان میں حساب کولایا جائے، جیسے ابھی مارچ ہے رمضان المبارک میں حساب کو آگے کیا جائے تو ڈیڑھ سال کی مدت ہوجائیگی تو ہم کیسے قمری مہینہ کو اپنا ئیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

انگریزی مہینوں کا حساب کرنے سے ۳۶/برس میں ایک سال کا فرق ہوجائے گا، یعنی ایک سال کی زکوٰۃ ذمہ میں باقی رہ جائیگی اسلئے قمری حساب سے سال کا اعتبار کرکے زکوٰۃ ادا کی جائے[1] جب کہ آپ ماہ مارچ میں حساب کرتے رہیں اور زکوٰۃ رمضان المبارک میں (کئی ماہ پیشتر) ادا کرتے ہیں تو رمضان ہی سے حساب کریں، اگر کاروباری لائن سے مارچ میں پورا حساب کرنا ضروری ہوتو اس کا اختیار ہے، لیکن زکوٰۃ کے لئے رمضان المبارک ہی سے حساب رکھیں یعنی دیکھ لیں کہ جس قدر مال ہے اوراس پر کتنی زکوٰۃ لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۳/۹۶ھ

حولانِ حول میں قمری حساب ہوگا

سوال:- بندہ سابقہ رمضان المبارک کی کسی تاریخ میں اپنے مال کا حساب کرکے زکوٰۃ ادا کردیا کرتا تھا، اسکے بعد سال تمام کیلئے رمضان المبارک کی بیس تاریخ معین کرکے زکوٰۃ ادا کرنے لگا لیکن اب تجارت میں شرکت کی وجہ سے رمضان شریف میں حساب کرنا بہت دشوار ہے، دشواری اسلئے بھی ہے کہ سرکاری اِنکم ٹیکس وغیرہ کا حساب انگریزی سال سے ہوتا ہے اسلئے تمام کمپنیوں وغیرہ میں انگریزی سال سے تمام تر لاکھوں روپیہ کے آمد وخرچ وقرض اور موجود مال وغیرہ کا حساب کیا جاتا ہے جسکے لئے کافی وقت کی ضرورت ہے، اور یہ حساب کا کمائی شرکاء کمپنی میں سے صرف ایک کی

[1] وحولها اى الزكاة قمرى لا شمسى الخ الدر المختار علىٰ الشامى زكريا ص:۲۲۳، ج:۳، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، قبيل باب زكاة المال، سكب الانهر ص ۲۸۵ ج ۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت، البحر ص ۲۰۳ ج ۲ اول كتاب الزكاة، كوئٹه.

مرضی پر نہیں ہوسکتا ہے، پس ارشاد ہے کہ آیا شرعاً اس کی گنجائش ہے کہ ہمیشہ آخر دسمبر میں حساب کے بعد اسکے مطابق زکوٰۃ ادا کیا کریں؟ اسلامی سال تقریباً ۳۶۰ دن کا، اور انگریزی سال ۳۶۷ دن کا ہوتا ہے، پس گنجائش ہونیکی حالت میں انگریزی سال کے سات دن زائد کا حساب کس طرح کیا جائے، نیز یہ کہ ہمیشہ ۲۰؍رمضان کو حساب کیا کرتا تھا، اور اب اسکے بعد آخر ماہ دسمبر میں حساب کرنے کی حالت میں ڈیڑھ دو ماہ اور ہوجائینگے، پس اس ڈیڑھ دو ماہ زائد مدت کا شرعاً کیا حکم ہے؟

فقط والسلام

الجواب حامداً ومصلیاً!

فی القنیة العبرة فی الزکوٰة للحول القمری[۱] **بحر ج: ۲، ص: ۲۰۳** اس عبارت سے معلوم ہوا کہ شرعاً زکوٰۃ میں قمری سال کا اعتبار ہوتا ہے لہٰذا مقدارِ واجب میں تو قمری سال ہی کا اعتبار کیا جائے البتہ دائے زکوٰۃ میں تقدیم وتاخیر کی بھی گنجائش ہے، مثلاً رمضان کی ۲۰؍تاریخ کو سال پورا ہوا، اس تاریخ کی مالیت مقدارِ واجب میں معتبر ہوگی لیکن ادا کرنے کیلئے اس وقت روپیہ موجود نہیں بلکہ وہ ایک یا دو ماہ بعد ملا ہے تو روپیہ ملنے پر ادا کردیا جائے اور یہ نہ سمجھا جائے کہ زکوٰۃ اب واجب ہوئی بلکہ زکوٰۃ تو ۲۰؍رمضان کو واجب ہوچکی تھی، مگر اس کی ادائیگی اب ہوئی یہ روپیہ کچھ پہلے ہی مل گیا ہوتا تو زکوٰۃ پہلے ہی ادا کردی جاتی، بہتر تو یہ ہے کہ ۲۰؍رمضان کو بہر صورت زکوٰۃ ادا کردی جائے اور حساب ہونے پر ۲۰؍رمضان کی مالیت کو دریافت کرکے کمی بیشی کے فرق کو پورا کردیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مظاہر علوم ۶؍۲؍۶۰؁ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[۱] البحر ص۲۰۳ ج۲ کتاب الزکاة مطبوعه، کوئٹه پاکستان، الدر المختار علی الشامی زکریا ص۲۲۳ ج۳ قبیل باب زکاة المال، تاتارخانیة کراچی ص۲۱۷ ج۲ کتاب الزکاة، وفیه سبعة عشر فصلاً، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها الخ.

زکوٰۃ تقسیم کرنے سے بچ گئی اس پر آئندہ سال کی زکوٰۃ

سوال:-ایک شخص صاحب نصاب نے زکوٰۃ یا خیرات کی مد میں کچھ روپیہ نکالکر رکھ دیا اور تقسیم غرباء کے بعد اس رقم میں سے کچھ روپیہ آئندہ پورے ایک سال تک بچا رکھا رہا تو کیا سال آئندہ اس بچے ہوئے روپیہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا یہ کہ یہ رقم زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر یہ رقم فقراء یا ان کے کسی وکیل کی ملک اور قبضہ میں نہیں پہنچی ہے بلکہ صاحبِ نصاب ہی کی ملک میں رہی، گو سال بھر گذر جانے سے اس دوسری مملوک رقم کی طرح زکوٰۃ واجب نہ ہوگی[1] گو محض علیحدہ رکھ دینے سے یہ رقم نہ اس کی ملک سے خارج ہوئی نہ فقراء کے ملک میں داخل ہوئی[2] آئندہ سال اس رقم کو ہٹا کر کے زکوٰۃ ادا کیجائے اور اس رقم کو گذشتہ زکوٰۃ واجبہ شمار کر کے مستقلاً ادا کیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۵۹/۲/۲۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف یکم ربیع الاول

وجوب زکوٰۃ وقت ملک سے سال بھر گذرنے سے ہوگا

سوال:- حامد ۳۰/شعبان ۱۳۸۷ھ کو صاحبِ نصاب تھا اور یکم رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ کو بھی صاحب نصاب ہے، لیکن فرق یہ ہیکہ شعبان میں اس کے پاس پانچ سو روپئے تھے، اور یکم رمضان المبارک کو تین سو روپئے ہیں اب کس قدر روپیہ پر زکوٰۃ لگائے گا؟

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۷۰ ج ۳ زکوۃ کا نصاب اور شرائط، مطبوعہ نعیمیہ دیوبند، کفایت المفتی ص ۲۴۳ ج ۴ کن چیزوں پر زکوۃ ہے، مطبوعہ دہلی۔

[2] لا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء الدر المختار شامی کراچی ص ۲/۲۷۰ کتاب الزكاة، النهر الفائق ص ۴۱۹/۱ کتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. بحر کوئٹہ ص ۲/۲۱۰، کتاب الزکوۃ،

الجواب حامداً ومصلیاً

مالکِ نصاب ہونے کے بعد سال پورا ہونے پر جتنے مال کا وہ مالک ہے اسکی زکوٰۃ لازم ہوگی، مثلاً صورت مسئولہ میں اسکے پاس سال پورا ہونے پر صرف تین سو روپیہ ہے تو بس اسی مقدار پر زکوٰۃ (ساڑھے سات روپے) لازم ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۸ھ

وسط سال کی آمدنی بھی سال تمام کی آمدنی کے تابع ہوگی

سوال:- زید ہر سال شعبان میں زکوٰۃ نکالتا ہے، شعبان کے بعد اس کے پاس جو روپیہ آیا اس پر تو حولان حول نہیں ہوا اب جو اگلا شعبان آئے گا، تو اس وقت درمیانی سال والے روپیہ جس پر سال نہیں گذرا ہے اس کی زکوٰۃ نکالے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس روپیہ پر سال گذر چکا ہے اس کے تابع یہ روپیہ ہو کر مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۲] وشرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلي مراقي الفلاح مع الطحطاوي مصري ص۵۸۸ كتاب الزكاة، الدر المختار على الشامي زكريا ص۱۷۴ ج۳ كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب، وفي مال التجارة يعتبر الكمال في آخره لا غير تاتارخانية كراچي ص ۲۵۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الخامس في انقطاع حكم الحول الخ.

[۱] ومن كان له نصاب فاستفاد في اثناء الحول من جنسه ضمه اليه وزكاه به الهداية ص۱۹۳/۱، فصل في الغنم، الدر المختار على الشامي زكريا ص۲۱۴/۳ باب زكاة الغنم، مطلب محمد امام في اللغة الخ، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۲/۲ كتاب الزكاة، فصل في الغنم. عالمگيري كوئٹه ص۱۷۵/۱، كتاب الزكوة، الباب الاول،

مالِ مستفاد کی زکوٰۃ

سوال:-صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس رمضان ۹۲ھ کی پہلی تاریخ کو دو ہزار روپیہ تھے، دو مہینہ تک ایک دو ہزار میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی، بلکہ دو مہینے بعد اس میں زیادتی ہوئی تجارت کے وسیلہ سے یہاں تک کہ ۹۳ھ کی پہلی تاریخ کو مبلغ پانچ ہزار روپے ہو گئے اور مجھ پر زکوٰۃ صرف دو ہزار پر واجب ہے یا پورے پانچ ہزار پر؟ مہربانی فرما کر فوری طور پر جواب ارسال فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں پانچ ہزار کی زکوٰۃ لازم ہوگی، درمیان سال میں جس قدر آمدنی میں اضافہ ہو ختم سال پر اس تمام پر زکوٰۃ ہوتی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

بیتُ المال

سوال:- جب کہ آج کے دور میں مسلمانوں کے اقتصادی حالات بہت نازک ہیں روزانہ حالت خراب ہو رہی ہے، تو کیا ایسے وقت میں ایک بیتُ المال قائم کرلیا جائے جس سے غریب مسلمانوں کی حالت بہتر بنائی جا سکے، جب کہ اسلام میں بیتُ المال کی اجازت ہے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں بیتُ المال قائم کیا گیا تھا، شرعی اعتبار سے بیتُ المال کی

[1] والمستفاد وسط الحول يضم الى نصاب من جنسه فيزكيه بحول الأصل الدر المختار شامی کراچی ص۲۸۸ ج۲ باب زكاة الغنم، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول فی تفسيرها، البحر الرائق کوئٹه ص۲۲۲ ج۲ كتاب الزكاة، فصل فی الغنم.

کیا تعریف ہے؟ اور کیا اصول ہونے چاہئیں؟ اور کس قسم کا مال جمع ہوسکتا ہے؟ کیا زکوٰۃ وغیرہ کی اجازت ہے؟ تا کہ غریب مسلمان پر خرچ ہوسکے؟ چونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی لوگ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، مگر جو اس کے مستحق ہیں ان کو نہیں ملتی بلکہ غیر لوگ حاصل کر لیتے ہیں اور مستحق لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت میں جو بیتُ المال تھا، اس کے شرائط کا اس وقت یہاں وجود نہیں، ہاں مسلمانوں کی موجودہ پریشانیوں کے دفعیہ کے لئے ایک اجتماعی نظم اتفاق واتحاد سے ہوسکتا ہے، اور کرنا چاہئے، اس کی نظیر بھی متعدد مقامات پر قائم ہے، قریب تر مقام دیوبند ہے، مسلم فنڈ کے نام سے یہاں بھی یہی نظم ہے، بہتر یہ ہے کہ وہاں سے ضوابط اور طریق کار کے کاغذات منگالیں یا تکلیف کر کے ایک روز کے لئے تشریف لے آئیں، اور پوری تفصیل اس کے ذمہ داروں سے سمجھ لیں، پھر اگر شرعی حیثیت سے کسی چیز پر اشکال ہو تو اس کو حل کر لیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوۃ سے متعلق حکومت پاکستان کی طرف سے انتالیس سوالات پر مشتمل سوالنامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوٹ: حکومت پاکستان نے ۳۹ سوالت پر مشتمل استفتاء دارالافتاء مظاہر علوم میں بھیجا، حضرت والا دامت برکاتہم نے جوابات تحریر فرمائے، مگر اصل سوالات دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے خیر الفتاویٰ ص ۳۵۵ تا ۳۹۴ ج ۳ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مکتبہ الحق بمبئی سے نقل کئے جا رہے ہیں۔

محترمی ومکرمی...................... السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

جیسا کہ آپ جناب کو علم ہوگا کہ حکومت پاکستان نے ایک زکوٰۃ کمیٹی مقرر کی ہے، جو زکوٰۃ کی وصول اور خرچ کے مسئلے پر غور کر رہی ہے، زکوٰۃ کمیٹی نے ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے، جس کی ایک نقل ارسالِ خدمت ہے، کمیٹی شکر گذار ہوگی اگر آپ اپنے قیمتی وقت میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر سوالنامے کا جواب عنایت فرمائیں گے، چونکہ کمیشن کو اپنی رپورٹ جلد از جلد حکومت کو پیش کرنا ہے، لہٰذا درخواست ہے کہ آپ جناب ۳۱/ اگست ۱۹۴۹ء سے پہلے اپنا جواب مرحمت فرمائیں۔

والسلام وقار احمد سکریٹری زکوٰۃ کمیشن وزارتِ مالیات حکومت پاکستان

زکوٰۃ کی تعریف؟

(۱) زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟

زکوٰۃ کس پر واجب ہے

(۲) کن کن لوگوں پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں عورتوں، نابالغوں، مسافروں، فاتر العقل افراد، مستأمنوں یعنی غیر ملک میں مقیم لوگوں کی کیا حیثیت ہے؟

وجوبِ زکوٰۃ کے لئے حدِ عمر

(۳) زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے کتنی عمر کے شخص کو بالغ سمجھنا چاہئے؟

کیا عورت کے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہونے کے لئے عورت کے ذاتی استعمال کے زیور کی حیثیت کیا ہے؟

زکوٰۃ کمپنی پر ہے یا فرداً تمام حصہ داروں پر؟

(۵) کیا کمپنیوں کو زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے، یا ہر حصہ دار کو اپنے اپنے حصہ کے مطابق فرداً فرداً زکوٰۃ ادا کرنے کا مجاز ٹھہرایا جائے؟

کارخانوں اداروں پر زکوٰۃ کا حکم

(۶) کارخانوں اور تجارتی اداروں پر زکوٰۃ کے وجوب کے حدود بیان کیجئے؟

قابل انتقال حصوں والے کمپنیوں پر زکوٰۃ کا حکم

(۷) جن کمپنیوں کے حصے قابل انتقال ہیں ان کے سلسلے میں تشخص زکوٰۃ کے وقت کس پر ادائیگی زکوٰۃ واجب ہوگی، خریدکنندہ پر یا بیچنے والے پر؟

کن کن چیزوں پر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟

(۸) کن کن اثاثوں اور چیزوں پر اور موجودہ سماجی حالات کے پیش نظر کن کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے؟ بالخصوص ان چیزوں کے بارے میں ان (مندرجہ ذیل) سے پیدا شدہ حالات میں کیا صورت ہوگی؟

(الف) نقدی سونا، چاندی، زیورات اور جواہرات۔

(ب) دھات کے سکے (جن میں طلائی، نقرئی اور دوسری دھاتوں کے سکے شامل ہیں) اور کاغذی سکے۔

(ج) بینکوں میں بقایا امانت یا کسی دوسری جگہ رکھی ہوئی چیزیں لئے ہوئے قرضے اور دیئے ہوئے قرضے، مرہونہ جائیداد اور ایسی جائیداد جو قابل ارجاع نالش ہو۔

(د) عطیات۔

(ہ) بیمے کی پالیسیاں اور پراویڈنٹ فنڈ کی رقمیں۔

(و) مویشی، شیر خانہ کی مصنوعات، زرعی پیداوار مع اناج، سبزیاں، پھل اور پھول۔

(ز) معدنیات۔

(ح) برآمدشدہ دفینہ۔

(ط) آثارِ قدیمہ۔

(ی) جنگلی یا پالتو مکھی کا شہد۔

(ک) مچھلی، حوض اور پانی سے نکلنے والی دوسری چیزیں۔

(ل) پیٹرول۔

(م) درآمد برآمد۔

کیا دورِ نبوی ﷺ کے املاک زکوٰۃ پر خلفائے راشدین نے اضافہ کیا ہے؟

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جن املاک پر زکوٰۃ واجب تھی کیا خلفائے راشدین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے ان کی فہرست میں کوئی اضافہ کیا؟ اگر کوئی اضافہ یا تبدیلی کی تو کن اصولوں پر؟

رائج الوقت سکے نکل اور سونے، چاندی کے علاوہ منسوخ شدہ سکوں پر زکوٰۃ کا حکم

(۱۰) کیا نکل کے سکوں اور سونے چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کے رائج الوقت سکوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ جو سکے رائج نہیں رہے، جو خراب ہیں یا جو حکومت نے واپس لے لئے ہیں یا جو دوسرے ملکوں کے سکے ہیں، ان کا بھی اس سلسلے میں شمار ہونا چاہئے یا نہیں؟

مال ظاہر و مالِ باطن کی تعریف اور بینک میں جمع شدہ رقوم کی حیثیت

(۱۱) مال ظاہر اور باطن کی کیا تعریف ہے؟ اس سلسلہ میں بینکوں کے اندر جمع شدہ رقوم کی کیا حیثیت ہے؟

مال نامی سے کیا مراد ہے؟

(۱۲) اغراض زکوٰۃ کے لئے نامی (نمو پذیر) کے حدود بیان کیجئے؟ کیا صرف مال نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

مکان، زیورات اور کرایہ کی اشیاء پر زکوٰۃ کے اصول

(۱۳) جو مکان، زیورات، دوسری چیزیں کرایہ پر دی جائیں ان پر اور ٹیکسی گاڑی موٹر وغیرہ

پرزکوٰۃ وغیرہ پرزکوٰۃ لگانے کا کیا قاعدے ہیں؟

کن مملوکہ جانوروں پرزکوٰۃ واجب ہے اور کن حالات میں اور کتنی؟

(۱۴) کسی آدمی کے کن کن مملوکہ جانوروں پرزکوٰۃ عائد ہوتی ھے؟ اس سلسلہ میں بھینسوں، مرغیوں اور دوسرے پالتو اور شوقیہ پالے ہوئے جانوروں کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان کی زکوٰۃ نقدی کے شکل میں یا جنس کی صورت میں یا دونوں طرح دی جاسکتی ہے؟ کسی آدمی کے مختلف مملوکہ جانوروں کی کتنی مقدار پر اور کن حالات میں زکوٰۃ واجب ہونی چاہئے؟

اموال زکوٰۃ پرزکوٰۃ کی شرح

(۱۵) جن مختلف سامانوں اور چیزوں پرزکوٰۃ واجب ہوتی ہے، ان پرزکوٰۃ کس شرح سے لی جائے؟

کیا دورِ خلفائے راشدین میں اموال زکوٰۃ کی شرح میں تبدیلی ہوئی؟

(۱۶) خلفائے راشدین کے دور میں نقدی سکوں مویشیوں، سامان تجارت زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی کی گئی ہے؟ اگر ایسا ہوتو سند کے ساتھ تفصیلی وجوہ بیان کیجئے۔

دوسونقرئی درہم، بیس طلائی مثقالی کے حساب سے کتنے پاکستانی روپے پرزکوٰۃ واجب ہے؟

(۱۷) نقدی کی صورت میں اگر زکوٰۃ دوسونقرئی درہم اور بیس طلائی مثقال میں واجب ہوتو یہ سکے کتنے پاکستانی روپوں کے برابر ہوں گے، اناج کی صورت میں (صاع ووسق) پاکستان کے مختلف علاقوں میں کن مروجہ اوزان کے برابر ہوں گے؟

موجودہ حالات کے پیش نظر شرح زکوٰۃ میں تبدیلی ہوسکتی ہے؟

(۱۸) کیا موجودہ حالات کے پیش نظر نصاب (وہ کم از کم سرمایہ جس پرزکوٰۃ واجب ہوتی

ہے)اور زکوٰۃ کی شرح میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی؟ اس مسئلے پر اپنے خیالات دلائل کے ساتھ پیش کریں۔

مختلف اثاثوں اور سامانوں پر وجوب زکوٰۃ کی مدت؟

(۱۹) مختلف اثاثوں اور سامانوں پر کتنی مدت گذرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہے؟

(۲۰) اگر ایک سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا سال میں صرف ایک بار زکوٰۃ ادا کی جائے یا ہر فصل پر؟

ادائے زکوٰۃ میں قمری مہینہ کا اعتبار ہے یا شمسی کا اور کسی خاص مہینہ کی تعیین سال میں کئی فصلیں ہوں تو کیا زکوٰۃ ایک ہی واجب ہے؟

(۲۱) زکوٰۃ قمری سال کے حساب سے واجب ہونی چاہئے یا شمسی سال کے حساب سے؟ کیا زکوٰۃ کی تشخیص اور وصولی کے لئے کوئی مہینہ مقرر ہونا چاہئے؟

زکوٰۃ کے مصارف؟

(۲۲) زکوٰۃ کی رقم کن مصارف میں خرچ ہونی چاہئے؟

مصارف کے حدود اور ''فی سبیل اللہ'' سے کیا مراد ہے؟

(۲۳) قرآن حکیم میں جن مختلف مصارف میں زکوٰۃ خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان کی حدود بیان کیجئے، بالخصوص اصطلاح ''فی سبیل اللہ'' کے معنی ومفہوم کی وضاحت کیجئے؟

کیا زکوٰۃ کو تمام مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے؟

(۲۴) کیا یہ لازمی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کا ایک حصہ ان مصارف میں سے ہر ایک مصرف پر خرچ کرنے کے لئے الگ رکھا جائے، جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے؟ یا زکوٰۃ کی پوری رقم قرآن مجید میں بتائے ہوئے تمام مصارف پر خرچ کرنے کے بجائے ان میں سے کسی ایک یا چند مصارف میں بھی خرچ کی جاسکتی ہے؟

مستحقین کب مستحق زکوٰۃ ہیں اور سید اور بنو ہاشم کو زکوٰۃ کا حق

(۲۵) مستحقین زکوٰۃ کے ہر طبقے میں کسی فرد کو کن حالات میں زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے، پاکستان کے مختلف حصوں میں جو حالات پائے جاتے ہیں ان کی روشنی میں اس امر کی وضاحت کی جائے کہ سیدوں، بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے دوسرے افراد کو زکوٰۃ لینے کا کہاں تک حق پہنچتا ہے؟

کیا مصرف زکوٰۃ صرف افراد ہیں یا ادارے کو بھی دی جاسکتی ہے؟

(۲۶) کیا زکوٰۃ صرف افراد کو دی جاتی ہے یا اداروں کو (مثلاً تعلیمی اداروں، یتیم خانوں اور محتاج خانوں) کو بھی دی جاسکتی ہے؟

مستحقین کو زکوٰۃ بطور گزارہ الاؤنس دینا

(۲۷) کیا زکوٰۃ کی رقم میں مستحق غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور ان لوگوں کو جو اپاہج یا ضعیف ہونے کی وجہ سے روزی کمانے سے معذور ہوں عمر بھر کی پنشن کے طور پر گزارہ الاؤنس دیا جاسکتا ہے؟

زکوٰۃ رفاہِ عامہ کے کاموں میں صرف کرنا؟

(۲۸) کیا زکوٰۃ کی رقم رفاہِ عامہ کے کاموں مثلاً مسجدوں، ہسپتالوں، سڑکوں، پلوں، کنوؤں اور تالابوں وغیرہ کی تعمیر پر خرچ کی جاسکتی ہے؟ جس سے ہر آدمی بلا لحاظ مذہب وملت فائدہ اٹھاسکے۔

زکوٰۃ کی رقم بطور قرض دینا

(۲۹) کیا زکوٰۃ کی رقم کسی شخص کو قرضۂ حسنہ یا قرض بلاسود کے طور پر دی جاسکتی ہے؟

اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے مصیبت زدگان علاقہ میں زکوٰۃ بھیجنا

(۳۰) کیا یہ ضروری ہے کہ زکوٰۃ جس علاقہ سے وصول کی جائے اسی میں صرف کی جائے،

یا اس علاقہ سے باہر، یا پاکستان سے باہر تالیف قلوب کے لئے یا آفات ارضی وسماوی مثلاً زلزلہ، سیلاب وغیرہ کے مصیبت زدگان پر خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں آپ کے نزدیک علاقہ کی تعریف کی جائے؟

ترکۂ میت سے زکوٰۃ وصول کرنا؟

(۳۱) متوفی کے ترکہ سے زکوٰۃ وصول کرنے کا کیا طریقہ ہونا چاہئے؟

عدم وجوب زکوٰۃ کے حیلہ سے لوگوں کو روکنے کی تدابیر؟

(۳۲) ایسی کیا احتیاطی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں، کہ لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے بچنے کے لئے حیلے نہ کرسکیں؟

وصولیٔ زکوٰۃ کا کام مرکزی حکومت کے تحت ہو یا صوبائی؟

(۳۳) زکوٰۃ کی تحصیل اور اس کا انتظام مرکز کے ہاتھ میں ہونا چاہئے یا صوبوں کے ہاتھ ہیں، اگر مرکز جمع کرے تو اس میں صوبوں یا دوسرے علاقوں کے حصے مقرر کرنے کے کیا اصول ہیں؟

زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا طریقہ اور وصولِ زکوٰۃ کے لئے الگ محکمہ کا قیام؟

(۳۴) آپ کی نظر میں زکوٰۃ کے نظم ونسق کے چلانے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟ کیا زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے کوئی الگ محکمہ قائم کیا جائے یا حکومت کے موجودہ محکموں سے ہی کام لیا جائے؟

کیا زکوٰۃ سرکاری محصول ہے؟

(۳۵) کیا زکوٰۃ کو سرکاری محصول قرار دیا جائے، یا وہ کوئی ایسا محصول ہے کہ حکومت محض اس کی وصولی اور انتظام کی ذمہ دار ہے؟

دورِ خلفائے راشدین میں کیا زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول لیا جاتا تھا؟

(۳۶) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا خلفائے راشدینؓ کے دورِ حکومت میں اغراض عامہ کے کاموں کے لئے زکوٰۃ کے علاوہ بھی کوئی سرکاری محصول وصول کیا گیا ہے؟ اگر کیا گیا ہے تو وہ کیا تھا؟

اسلامی ممالک میں وصولیٔ زکوٰۃ کا طریقہ؟

(۳۷) اسلامی ملکوں میں زکوٰۃ کی وصولی اور انتظام کرنے کا کیا طریقہ تھا اور اب کیا ہے؟

انتظامِ زکوٰۃ حکومت کے پاس ہو یا حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں؟

(۳۸) کیا زکوٰۃ کی وصولی اور خرچ کا انتظام صرف حکومت کے پاس رہنا چاہئے، یا کوئی مجلس امناء مقرر ہو کر اس کا انتظام حکومت اور عوام کی مشترکہ نگرانی میں ہونا چاہئے؟

منتظمین زکوٰۃ کو تنخواہ دینے کا حکم اور شرائط ملازمت؟

(۳۹) زکوٰۃ کو جمع کرنے اور اس انتظام کرنے کے لئے جو عملہ رکھا جائے، ان کی تنخواہیں، الاؤنس، پینشن، پراویڈنٹ فنڈ اور شرائطِ ملازمت کیا ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم. (ا) مال مخصوص (نصاب کا چالیسواں حصہ یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو، جیسے جانوروں میں زکوٰۃ کا متعینہ حصہ) کا شخص مخصوص (مصرف) کو مالک بنا دینا اور اس میں اپنی کوئی ذاتی منفعت نہ ہو، محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو: **ھی تملیک مال مخصوص وھو ربع عشر النصاب او ما یقوم مقامه من صدقات السوائم لشخص مخصوص اھ مراقی الفلاح**[1] **وطحطاوی ای مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه للّٰہ تعالیٰ اھ درمختار.**[2]

---

[1] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۸۷، کتاب الزکاة. مطبوعه مصر، (حاشیہ [2] اگلے صفحہ پر)

(۲) جو شخص عاقل، بالغ مسلم، حر، (آزاد) مالک نصاب نامی ہو (جس پر سال بھر گذر چکا ہو اوروہ حاجت اصلیہ سے زائد اور دیون انسانی سے فارغ ہو) اس پر زکوٰۃ فرض ہے، عورتوں، قیدیوں، مسافروں، مستامنوں میں اگر یہ صفات موجود ہوں، تو ان پر بھی فرض ہے، نابالغوں پر فرض نہیں، وہ مجنون جس کو افاقہ نہ ہو اس پر فرض نہیں، جس کو افاقہ بھی ہوتا ہو اس میں تفصیل ہے کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے، فاتر العقل یعنی کم عقل پر حسب شرائط فرض ہوگی: **وشرط افتراضها عقل وبلوغ واسلام وحرية والعلم به ولو حكما لكونه فى دارنا وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولى نام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الاصلية اهـ درمختار[1] قوله عقل وبلوغ فلا تجب علىٰ مجنون وصبى[2] اهـ شامى.**

(۳) پندرہ سال کی عمر ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجائے گا اس سے قبل اگر علامات بلوغ ظاہر ہوں تو علامات کے ظہور کے وقت سے بالغ تصور کیا جائے گا: **بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والجارية بالاحتلام والحيض والحبل فان لم يوجد فيهما شيئ فحتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتىٰ اهـ[3] درمختار.**

(۴) سونے چاندی کے زیورات میں اوران میں جن میں سونا چاندی غالب ہو زکوٰۃ فرض

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] الدرالمختار على الردالمحتار كراچى ص:۲۵۸، ج:۲، كتاب الزكاة.

(صفحہ ہٰذا) [1] شامى نعمانية ص:۲، ج:۲، كتاب الزكوة، مطلب الفرق بين السبب والعلة والشرط، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هدايه على الفتح القدير ص۱۵۳ ج۲ كتاب الزكوة، دار الفكر.

[2] شامى نعمانى ص:۴، ج:۲، عناية مع فتح القدير ص۱۵۶ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه دار الفكر، مجمع الانهر ص۲۸۶ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

[3] درمختار نعمانية ص:۹۷، ج:۵، مطلب تصرفات المحجوربالدين كا لمريض، عالمگيرى ص۶۱ ج۵ الفصل الثانى فى معرفة حد البلوغ مطبوعه كوئٹه، كتاب الحجر، زيلعى ص۲۰۳ ج۵ كتاب الحجر فصل، قبيل كتاب المأذون، مطبوعه امداديه ملتان.

ہوگی جب کہ وہ بقدر نصاب ہوں اگر چہ ذاتی استعمال کے لئے ہوں: **ولو كانت الفضة او الذهب حليا اوغيره تجب فيها الزكٰوة اهـ زيلعی[1] واللازم فى كل منهما ومعموله ولوتبرا اوحليا مطلقاً مباح الاستعمال او لا ولو للتجمل والنفقة ربع عشر اهـ درمختار بحذف قوله اوحليا ماتتحلى به المرأة من ذهب اوفضة قوله اولا كخاتم الذهب للرجال والاوانى مطلقا ولومن فضة قوله ولو للتجمل اى التزئين بهما فى البيوت من غير استعمال اهـ[2] شامى.**

(۵) اگر حصہ داروں نے کمپنی کو اداءِ زکوٰۃ کا وکیل بنادیا ہے تو کمپنی ادا کردے ورنہ حصہ داران ادا کریں[3]۔

(۶) جس کا حصہ خود یا اس کے دوسرے مال زکوٰۃ کے ساتھ مل کر مقدار نصاب ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی، لیکن مشینری اور سامان جو کارخانہ چلانے کے لئے ہے، تجارت کے لئے نہیں، اس میں زکوٰۃ نہیں: **وشرط حولان الحول وثمنية المال كالدراهم والدنانير او السوم اونية التجارة فى العروض اما صريحا ولا بد من مقارنتها لعقد التجارة اودلالة بان يشترى عينا بعرض التجارة اهـ[4] درمختار.**

(۷) اگر مالک نے سال بھر گذرنے پر فروخت کیا ہے تو فروخت کرنے والے پر زکوٰۃ فرض ہوگی، اگر اس سے پہلے فروخت کیا ہے تو اس پر فرض نہیں بلکہ خریدنے والے پر فرض ہوگی جب کہ

---

[1] زيلعى امداديه ملتان، ص۲۷۷ ج ۱، باب زكاة المال،

[2] شامى كراچى ص۲۹۸ ج۲ باب زكاة المال مجمع الأنهر ص۳۰۵ ج۱ كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

[3] وشرط صحة ادائها نية مقارنة له اى للأداء ولو كانت المقارنة حكماً وفى الرد، وأما المقارنة للدفع إلى الوكيل فهى من الحكمية، شامى كراچى ص۲٦۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دار الكتب العمية بيروت، مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص۵۸۸ كتاب الزكوة،

[4] الدر المختار علىٰ الرد ص: ۱۰، ج:۲، نعمانية مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، مجمع الأنهر ص۳۰۵ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۰۹ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه.

اس کی ملک میں سال بھر پورا ہو جائے یا اس کے پاس کوئی اور مال بقدر نصاب ہو تو اس مال سابق کا سال پورا ہونے پر اس کے ساتھ اس خرید کردہ حصہ پر بھی زکوٰۃ ہوگی [۱]

(۸) سونا چاندی رائج الوقت سکے، سوائم زمین کی پیداوار [۲]

(الف) نقدی سونا چاندی کے زیورات وہ زیورات جن میں سونا چاندی غالب ہو ان میں بہر صورت زکوٰۃ فرض ہوگی، خواہ یہ تجارت کیلئے ہوں، خواہ کسی اور غرض کے لئے ہوں۔

جواہرات اگر تجارت کیلئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں: **لا زکٰوة فی اللاٰلی والجواهر وان ساوت الفا اتفاقاً الا ان تکون للتجارة والاصل ان ماعدا الحجرین والسوائم انما یزکی بنیة التجارة اهـ** [۳] **درمختار.**

(ب) جن سکوں میں سونا چاندی غالب ہو اور دوسری دھات مغلوب ہو وہ خالص چاندی سونے کے حکم میں ہے، اور جو سکے دوسری دھات کے ہوں، یا ان میں دوسری دھات غالب ہو ان میں قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہوگی یعنی اگر ان کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں، اور نوٹ میں اس کے روپیوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا: **غالب الفضة والذهب فضة وذهب اهـ (درمختار) الفلوس ان کانت اثمانا رائجة اوسلعة للتجارة تجب الزکٰوة فی قیمتها والا فلا اهـ شامی.** [۴]

---

[۱] ومنها حولان الحول علی المال الیٰ ان قال ومن کان له نصاب فاستفاد فی أثناء الحول مالاً من جنسه ضمه الیٰ ماله وزکاه الخ عالمگیری ص۱۷۵ ج۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه کوئٹه. هدایه ص۱۹۳ ج۱ باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم مطبوعه یاسرندیم دیوبند، البحر الرائق ص۲۲۲ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] مال الزکاة الأثمان– وهی الذهب والفضة، وأشباههما، والسوائم، وعروض التجارة، المحیط البرهانی ص۱۵۶ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل الثالث فی بیان مال الزکاة مطبوعه ڈابھیل.

[۳] الدرالمختار علی الردالمحتار ص۱۴/۲، نعمانیة کتاب الزکاة، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۰/۱ الباب الثالث فی زکاة الذهب الخ الفصل الثانی فی العروض، زیلعی ص۲۷۷/۱ باب زکاة المال مطبوعه امدادیه ملتان.

[۴] شامی نعمانیة ص:۳۲، ج:۲، باب زکاة المال. البحرالرائق کوئٹه ص۲/۲۲۸، باب زکوة المال، زیلعی مع حاشیة الشلبی ص۱/۲۷۹، باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان،

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Wujib-e-Zakat

(ج) جو امانت بنک یا کسی دوسری جگہ محفوظ ہو اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، جو قرض کسی سے لیا ہوا اس پر زکوٰۃ نہیں، جو قرض کسی کو دیا ہوا اس پر واجب ہے، مگر وصول سے پہلے ادا کرنا واجب نہیں[1] مرہونہ جائداد کی زکوٰۃ راہن پر نہیں[2] متنازعہ فیہ جائداد کا فیصلہ جس کے حق میں ہوگا اس پر زکوٰۃ ہوگی بشرطیکہ وہ اموال زکوٰۃ میں سے ہو، زمین کاشت پر زکوٰۃ نہیں۔[3]

(د) اگر عطیات ان اموال میں سے ہوں جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور معطی لہ کو مالک بنا دیا گیا ہو تو شرائط زکوٰۃ کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔[4]

(ہ) پراویڈنٹ فنڈ میں جو حصہ تنخواہ سے جمع کیا جاتا ہے، اس کی زکوٰۃ شرائط کے مطابق واجب ہوگی، اور جو گورنمنٹ خود جمع کرتی ہے اس پر ابھی واجب نہیں وصول ہونے کے بعد شرائط کے مطابق واجب ہوگی،[5] بیمہ پالیسیان کی ہمیں تحقیق نہیں، کیا ہے۔[6]

---

[1] فتجب زكاتها إذا اتم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهما من الدين القوى كقرض وبدل مال تجارة فكما قبض أربعين درهما يلزمه درهم، الد المختار كراچی ص ۳۰۵ ج ۲ باب زكاة المال عالمگیری ص ۱۷۵ ج ۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه البحر الرائق ص ۲۰۷ ج ۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[2] قوله ولا في مرهون أى لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد، شامی كراچی ص ۲۶۳ ج ۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، اول كتاب الزكاة، بحر ص ۲۰۳ ج ۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه، عالمگیری ص ۱۷۲ ج ۱ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[3] ولا (زكوٰة) فى ثياب البدن وأثاث المنزل ودور السكنٰى ونحوها كثياب البدن الغير المحتاج اليها وكالحوانيت والعقارات الخ در مختار مع الشامى كراچی ص ۲۶۵ ج ۲ اول كتاب الزكاة.

[4] الزكاة وجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا بلغ نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول، المضمرات، الملك التام أن يكون ملكه ثابتاً من جميع الوجوه ولا يتمكن النقصان فيه بوجهٍ كما فى المديون والمكاتب، تاتارخانية ص ۲۱۷ ج ۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كراچی، شامی كراچی ص ۲۵۹ ج ۲، اول كتاب الزكاة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى.

[5] پراویڈنٹ فنڈ میں جو حصہ تنخواہ سے حکومت خود جمع کرتی ہے وہ دین قوی میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ وہ رقم اس کی ملکیت میں نہیں آئی ہے، اسی وجہ سے اس پر اضافہ شدہ رقم سود کے دائرے میں نہیں آتی ہے، لہٰذا وہ دین متوسط یا دین ضعیف میں داخل ہے اور دین متوسط میں مفتی بہ قول کے مطابق اور دین ضعیف میں (بقیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

(و) سائمہ جانور اور تجارتی اشیاء پر زکوٰۃ واجب ہے شیر خانہ کی مصنوعات جو تجارتی ہوں ان میں ان کی قیمتوں کا اعتبار ہوگا، زرعی پیداوار اور پھلوں میں عشر ہے، یا نصف عشر بشرطیکہ زمین عشری ہو، سبزیات اور پھلوں کی تفصیلات کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائی جائیں، بعض میں عشر ہے بعض میں نہیں: **ويجب العشر فى ثمرة جبل وفى مسقى سماء وسيح بلا شرط نصاب وبقاء اھ**[1] **درمختار.**

(ز) جو چیز پگھلنے ڈھلنے والی ارض خراجی یا عشری سے ملے اس میں خمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہوگا: **وجد مسلم اوذمى معدن نقد و حديد فى ارض خراجية اوعشرية خمس اھ**[2] **درمختار.**

(ح) جس دفینہ پر اسلام کی علامت نہ ہو اس میں بھی خمس ہے اور جس پر اسلامی علامت ہو وہ

(**صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ**) بالاتفاق سنین ماضیہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لئے مذکورہ صورت میں قبضہ کے بعد سے حولان حول ہوجائے اور نصاب کے بقدر ہوتو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس سے پہلے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ **وأما دين الوسط فما وجب له بدلاً عن مالٍ ليس للتجارة إلى قوله وفيه روايتان عنه وروى بن سماعة عن ابى يوسف عن ابى حنيفة انه لا زكوٰة فيه حتى يقبض المأتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو اصح الروايتين عنه، بدائع زكريا ص۹۰ج۲ كتاب الزكاة، منحة الخالق ص۲۰۷ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه شامى كراچى ص۳۰۶ج۲ كتاب الزكاة مطلب فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، تفصيل كے لئے ملاحظه هو، ايضاح النوادر ص۱۳ج۲، مؤلف حضرت مفتى شبير صاحب مدظله، نيز پراويڈنٹ فنڈ اور سود كا مسئله مؤلف مفتى محمد شفيع صاحبؒ.**

۶ ملاحظہ ہو رسالہ بیمہ زندگی مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(**صفحہ ہٰذا**) [1] **الدرالمختار نعمانى ص: ۴۹، ج:۲، باب العشر، بحر كوئٹه ص۲۳۷ج۲ باب العشر، زيلعى ص۲۹۱ج۱ مطبوعه امداديه ملتان، باب العشر.**

[2] **شامى نعمانية ص: ۴۴، ج:۲، شامى كراچى ص۳۱۸ج۲ باب الركاز، البحر الرائق ص۳۳۴ج۲ باب الركاز، مطبوعه الماجديه كوئٹه، مجمع الأنهر ص۳۱۳ج۱ باب الركازة، دار الكتب العلمية بيروت.**

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Wujib-e-Zakat

لقطہ ہے: **ولو وجدت دفين الجاهلية خمس وماعليه سمة الاسلام من الكنوز فلقطة وما عليه سمة الكفر خمس**[۱] (درمختار)

(ط) اس کا مفہوم واضح نہیں ہوا۔

(ی) اس میں بھی عشر ہے، جب کہ خراجی زمین نہ ہو: **يجب العشر في عسل ارض غير الخراج اهـ**[۲] **درمختار.**

(ک) ان میں عشر نہیں، البتہ موتی وغیرہ تجارت کیلئے ہوں، تو حسب شرائط زکوٰۃ واجب ہوگی: **ولا في لؤلؤ وغيره وكذا جميع ما يستخرج من البحر اهـ**[۳] **درمختار.**

(ل) اس میں عشر نہیں، اگر تجارت کے لئے ہوتو شرائط کے موافق زکوٰۃ ہوگی: **ولا في عين قير ونفط اهـ**[۴] **درمختار.**

(م) مسلمان تاجر سے زکوٰۃ لیجائیگی، اور ذمی سے نصف عشر لیا جائیگا، اور غیر ملکی کافروں سے ان کے ملک کا معاملہ دیکھ کر فیصلہ کیا جائے گا، یعنی وہ جتنا مسلمان ملکی کافروں سے لیتے ہیں اسی قدر لیا جائے گا، مگر کل مال نہیں لیں گے، ہمارا معاملہ بہرحال بہتر ہونا چاہئے۔[۵]

---

۱ شامی نعمانية ص: ۴۷، ج:۲، شامی کراچی ص۳۲۲ج۲ باب الركاز، مجمع الانهر ص۳۱۴ج۱ باب الركاز، دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيری ص۱۸۵ج۱ الباب الخامس فی المعادن والركاز، مطبوعه کوئٹه.

۲ شامی نعمانية ص: ۴۹، ج:۲، شامی کراچی ص۳۲۵ج۲، باب العشر، عالمگيری ص۱۸۶ج۱ الباب السادس فی زكاة الزرع والثمار، مطبوعه کوئٹه، المحيط البرهانی ص۲۷۳ج۳ كتاب العشر الفصل الاول فی بيان ما يجب فيه العشر، مطبوعه ڈابھیل.

۳ شامی نعمانية ص: ۴۷، ج:۲، باب الركاز وشامی کراچی ص۳۲۲ وعالمگيری ص۱۸۵ج۱ الباب الخامس فی المعادن الخ مطبوعه کوئٹه سكب الأنهر ص۳۱۶ج۱ باب الركاز، دار الكتب العلمية بيروت.

۴ شامی نعمانية ص: ۵۳، ج:۲، باب العشر، شامی کراچی ص۳۳۱ج۲ مجمع الانهر ص۳۲۳ج۱ باب زكاة الخارج مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۵۷ج۱ دار الكتب العلمية بيروت.

۵ يأخذ من المسلم ربع العشر ومن الذمی نصفه ومن الحربی تمامه نصاباً ولم يعلم قدر ما يأخذون منّا (أی مقدار ما يأخذ أهل الحرب من المسلمين) (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۹) اموال زکوٰۃ کی تفصیل احادیث مرفوعہ میں موجود ہے، خلفائے راشدین نے اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا۔[۱]

(۱۰) سونے چاندی کے سکے یا وہ سکے جن میں سونا چاندی غالب ہے، ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ وہ رائج ہوں یا نہ ہوں یا کسی دوسری حکومت کے ہوں سب کا ایک ہی حکم ہے، ایسے سکوں کے علاوہ دوسرے سکے اگر رائج ہوں تو قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ہوگی اگر رائج نہ ہوں تو زکوٰۃ نہیں کما مر۔

(۱۱) مال ظاہر کہتے ہیں گائے، بکری وغیرہ بقدر نصاب کو اور اس مال تجارت کو جس کو تاجر لے کر عاشر پر گذرے، مال باطن جو اس کے علاوہ ہو جیسے سونا چاندی اور وہ مال تجارت جو مکان یا دوکان میں ہو، بینک میں جمع شدہ رقوم مال باطن کے حکم میں ہیں: مال الزکٰوۃ نوعان ظاهر وهو المواشی وما يمر به التاجر علٰی العاشر وباطن وهو الذهب والفضة واموال التجارة فی مواضعها اهـ[۲] شامی.

(۱۲) صرف مال نامی پر زکوٰۃ واجب ہوگی نامی کے معنی بڑھنے والا اس کی دو صورتیں ایک حقیقۃً جیسے مویشی کہ ان کی نسل بڑھتی ہے اور مال تجارت دوسرے تقدیراً اس کا مصداق سونا چاندی اور وہ سکہ جو رائج ہو: قال ابن عابدين: النماء فی اللغة الزيادةوفی الشرع هو نوعان حقيقی وتقديری فالحقيقی الزيادة بالتوالد والتناسل والتجارات والتقديری تمكنه من الزيادة بكون المال فی يده اويدنائبه اهـ[۳] شامی.

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) وإن علم ما أخذوه منا أخذ مثله قليلاً أو كثيراً تحقيقاً للمجازاة هذا هو الاصل مجمع الأنهر ص۳۰۸ ج۱ باب العاشر، دار الكتب العلمية بيروت، زيلعی ص۲۸۵، باب العاشر مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری ص۱۸۳ ج۱ الباب الرابع فيمن يمر العاشر، مطبوعه كوئٹه.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ملاحظه هو مشكوٰة شريف ص۱۵۸ كتاب الزكاة باب ما يجب فيه الزكاة مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] شامی نعمانية ص۳۸ ج۲، شامی زكريا ص۲۴۲ ج۳، باب العاشر قبيل مطلب ماورد فی ذم العشار، بدائع زكريا ص۱۳۵ ج۲ كتاب الزكاة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

هو قسمان خلقي وفعلي فالخلقي الذهب والفضة لانها تصلح للانتفاع باعيانها اى في دفع الحوائج فلا حاجة الٰى الاعداد من العبد للتجارة بالنية لتعيينها لها باصل الخلقة فتجب الزكٰوة فيهما نوىٰ التجارة اولم ينو اصلاً اونوى النفقة والفعلى فيما سوى الذهب والفضة وانما يكون الاعداد للتجارة فيه بالنية اذا كانت عروضاً اوبنية الاسامة ان كانت سائمة اهـ طحطاوى[۱]۔

(۱۳) سونے چاندی کے زیورات پر بہرصورت زکوٰۃ ہے، کرایہ کو دخل نہیں، دوسری کرائے کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں اگر وہ کرائے کے لئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی جو چیزیں کرائے پر چلتی ہیں ان کی آمدنی پر شروط کے موافق زکوٰۃ ہوگی[۲]۔

(۱۴) جو جانور تجارت کے لئے ہوں ان پر زکوٰۃ ہوگی جو جانور شوقیہ نسل یا دودھ کے لئے ہوں ان میں سے اونٹ گائے، بھینس، بھیڑ، بکری، دنبہ پر زکوٰۃ ہوگی جب کہ یہ جانور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے پر اکتفا کرتے ہوں، بقیہ مرغیوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، تجارتی جانوروں کی زکوٰۃ قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کی جائے نسل کے جانوروں کی زکوٰۃ کا طریقہ تفصیل سے کتب فقہ میں مذکور ہے، ایسے جانوروں کا کم از کم نصاب یہ ہے، اونٹ پانچ، گائے بھینس تیس، بکری چالیس[۳]۔

(**صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ**) فصل واما بيان من له المطالبة باداء الواجب في السوائم والاموال الظاهرة، البحر الرائق ص ۲۳۱ ج۲ باب العاشر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] شامى نعمانية ص۷ ج۲، كتاب الزكاة، شامى كراچى ص۲٦۳ ج۲ البحر الرائق ص۲۰٦ ج۲ اول كتاب الزكاة مطبوعه الماجديه كوئٹه، تبيين ص۲۵۵ ج۱ كتاب الزكاة مطبوعه امداديه ملتان.

(**صفحہ ہٰذا**) [۱] طحطاوى على الدر ص۳۹۱ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار المعرفة بيروت، العالمگيرية ص۱۷۴ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول، مطبوعه كوئٹه.

[۲] ولو آجر عبده أو داره بنصاب ان لم يكن للتجارة لا تجب ما لم يحل الحول بعد القبض الخ البحر الرائق ص۲۰۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] *ملاحظہ ہو* شامى كراچى ص۲۷۵تا۲۹۵ ج۲ كتاب الزكاة، المحيط البرهانى ص۱۵٦ تا۱۷۹ ج۲ الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة مطبوعه ڈابهيل، مجمع الانهر ص۲۹۲، ۳۰۳ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۱۵) سونے چاندی کے نصاب سے چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے[۱] یہی حساب مال تجارت کی زکوٰۃ کا ہے جانوروں کی زکوٰۃ میں بہت تفصیل ہے، زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ بعض صورتوں میں دسواں حصہ ہے، بعض میں بیسواں یہ سب تفصیلات کتب فقہ میں مذکور ہیں۔[۲]

(۱۶) کوئی تبدیلی نہیں ہوئی جو احکام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف بیان فرمادیئے خلفائے راشدین نے ان پر عمل کر کے مستحکم کر دیا احکام منصوصہ بالخصوص مقادیر میں تبدیلی ہو بھی نہیں ہوسکتی۔[۳]

(۱۷) نہ سکوں کی تفصیل معلوم نہ اوزان کی لہٰذا جواب سے معذوری ہے۔

(۱۸) کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی کیونکہ مقادیر توقیفی ہیں اجتہادی اور قیاسی مسائل پر ان کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کسی کو یہ حق نہیں کہ احکام وحی کو منسوخ کر سکے: **"اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ"**[۴] (الآیۃ)

(۱۹) ہر قسم کے مال زکوٰۃ پر سال بھر گذرنے سے زکوٰۃ ہوگی: **"لاَ زکٰوۃَ فی المال حتی یحول علیه الحول"**[۵] زمین کی پیداوار اور معدنیات کے لئے سال گذرنا شرط نہیں۔

(۲۰) اگر زمین پر خراج موظف ہے تو وہ صرف ایک مرتبہ واجب ہوگا، اگر خراج مقاسمۃ ہے

---

[۱] يجب في مائتي درهم وعشرين ديناراً ربع العشر أى خمسة دراهم، في مائتي درهم ونصف دينار في عشرين ديناراً، زيلعى ص۲۷۶ ج ۱ باب زكاة المال مطبوعه امداديه ملتان، المحيط ص۱۵۶ ج ۲ الفصل الثالث، مال الزكاة مطبوعه ڈابهيل، شامى كراچى، ص۲۹۵ ج ۲ باب زكاة المال.

[۲] يجب العشر فى عسل أرض غير الخراج، وكذا فى ثمرة جبل أو مفازة إن حماه الإمام، ومسقى سماء وسيح بلا شرط نصاب وبقاء الٰى ما قال ويجب نصفه فى مسقى غرب ودالية الخ تنوير الابصار على الشامى زكريا ص۲۶۴ تا ۲۶۸ باب العشر، البحر كوئٹه ص۲۳۷ ج ۲ باب العشر، مجمع الانهر ص۳۱۷ ج ۱ باب زكاة الخارج دار الكتب العلمية بيروت.

[۳] بأن نصب المقادير بالرأى لا يجوز، شامى كراچى ص ۴۹۱ ج ۳ كتاب الطلاق باب اللعان.

[۴] سوره مائده آيت ۳.

[۵] هدايه ج ۱، ص ۱۶۵، ۲، هداية ص ۱۸۵، ج: ۱، دار الكتاب ديوبند كتاب الزكاة. شامى كراچى ص ۲/۲۵۹، اول كتاب الزكوة، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۵۸۸، كتاب الزكوة،

یا عشر ہے، تو وہ ہر فصل پر واجب ہوگا: ''ولا يتكرر خراج الوظيفة بتكرار الخارج بخلاف خراج المقاسمة والعشر لانهما يتكرَ ران اھـ'' مجمع الانہر[۱]

(۲۱) قمری سال متعین ہے، کسی خاص مہینہ کی تعیین نہیں بلکہ جس وقت سے نصاب کا مالک ہوا ہے اسی وقت سے سال بھر پورا ہونے پر زکوٰۃ پوری ہوگی: وحولها (اى الزكوٰة) قمرى لاشمس اھـ[۲] درمختار۔

(۲۲) مسلم فقیر مسکین، عامل، مکاتب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل لقوله تعالىٰ انما الصدقات للفقراء[۳] (الآیۃ) بشرطیکہ یہ لوگ ہاشمی نہ ہوں اور جس مسافر کے ساتھ مال نہ ہو اس کو بقدر حاجت زکوٰۃ دی جائے[۴] غیر مسلم زکوٰۃ کا مصرف نہیں[۵]

(۲۳) فقیر جو قدر نصاب سے کم کا مالک ہو مسکین جس کی ملک میں کچھ نہ ہو، عامل جس نے

---

[۱] مجمع الأنهر ص۶۷۴ ج۲ باب العشر والخراج، كتاب السير والجهاد، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۱۱۰ ج۵ كتاب السير، باب العشر والخراج قبيل فصل فى الجزية، مطبوعه الماجديه كوئٹه زيلعى مع حاشية الشلبى ص۲۷۵ ج۳ باب العشر والخراج كتاب السير مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] شامى نعمانية ص:۲۸، ج:۲، شامى كراچى ص۲۵۹ ج۲ اول كتاب الزكاة، سكب الانهر ص۲۸۵ ج۱ دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۰۳ ج۲ مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[۳] سورۂ توبہ آیت ۶۰۔

[۴] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ ومسكين من لا شئ له وعامل فيعطى وغنياً لا هاشمياً بقدر عمله ومكاتب لغيرها شمى ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفى سبيل الله وهو منقطع الغزاة وابن السبيل وهو من له مال لا معه الخ تنوير الابصار مع الدر المختار زكريا ص۲۸۳-۲۹۰ ج۳ باب المصرف، البحر الرائق ص۲۴۰-۲۴۲ ج۲ باب المصرف، مطبوعه كوئٹه، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۵۹۱-۵۹۲ مطبوعه مصرى.

[۵] ولاتدفع الىٰ ذمى لحديث معاذؓ. ج:۲، ص:۲۷، شامى نعمانية شامى كراچى ص۳۵۱ ج۲ باب المصرف، ولا يصح دفعها لكافر الخ مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصرى عالمگيرى كوئٹه ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فى المصارف.

اپنے نفس کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فارغ کرلیا ہو جیسے عاشر اور ساعی بقدر عمل اس کو زکوٰۃ دی جائے۔

مکاتَب:-جس غلام کا مولیٰ سے معاملہ ہوگیا ہو کہ اتنی مقدار ادا کردو آزاد ہو جاؤ گے، بشرطیکہ اس کا مولیٰ ہاشمی نہ ہو۔

غارِم مقروض:-جس کے پاس اتنا نہ ہو کہ قرض ادا کرکے بقدر نصاب بچ جائے فی سبیل اللہ کے مصداق تین ہیں، (۱) منقطع الغزاۃ (۲) منقطع الحاج (۳) طلبہ علم دین، ابن السبیل جسکے ساتھ مال نہ ہو، اگرچہ وطن میں مال ہے کذا فی الشامی[1]

(۲۴) کسی ایک پر بھی خرچ کی جاسکتی ہے، تمام مصارف پر صرف کرنا ضروری نہیں: **ویصرف علیٰ کلهم وبعضهم ولو واحدا من أی صنف کاف اهـ**[2](درمختار)
کسی مصرف کو اس قدر زکوٰۃ دینا مکروہ ہے، جس سے کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے۔[3]

(۲۵) مصارف زکوٰۃ کے ہر طبقہ اور ہر فرد کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بنو ہاشم اور ان کے موالی کو لینا جائز نہیں، ایسے حضرات کی خدمت غیر زکوٰۃ سے کی جائے حکومت اسلام کو چاہئے کہ احترام کے ساتھ بیت المال کے دوسرے مدات سے ان کی خدمت کرتی رہا کرے اور اس کا خاص طور پر اہتمام رکھے، **لا الیٰ بنی هاشم ومواليهم**[4] اهـ (درمختار) مزکی کو اختیار ہے کہ حسب صوابدید جس کو چاہے دے۔

---

[1] وفی سبیل اللّٰہ وهو منقطع الغزاة وقيل الحاج وقيل طلبة العلم ص: ۶۱، ج:۲، شامی نعمانية، باب المصرف.

[2] درمختار نعمانیه ص:۶۲، ج:۲، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۲ باب المصرف مطبوعه مصری، هندیه ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، المحیط ص۲۱۱ ج۲ الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاة مطبوعه ڈابھیل.

[3] وكره إعطاء فقير نصاباً أو أكثر، إلا إذا كان المدفوع إليه مديوناً الخ شامی کراچی ص۳۵۳ ج۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب المصرف دار الفكر بيروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری.

[4] شامی نعمانیة ص:۶۶، ج:۲، باب المصرف، المحیط ص۲۱۴ ج۲ الفصل الثامن، من یوضع فیه الزکاة، مطبوعه ڈابھیل مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصری.

(۲۶) زکوٰۃ کے لئے تملیک ضروری ہے اگر اداروں کے منتظمین کوزکوٰۃ دی جائے اوروہ مصارف زکوٰۃ پر تملیکاً صرف کردیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اگر تعمیر وغیرہ دوسرے مصارف پر صرف کریں تو جائز نہیں: لا یصرف الی بناء نحو مسجد کبناء القناطیر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تملیک فیه[۱] اهـ شامی.

(۲۷) دیا جاسکتا ہے جب تک وہ مصرف رہیں۔

(۲۸) ایسے مواقع میں خرچ کرنادرست نہیں: لما مر من انه لا تملیک فیها.

(۲۹) نہیں دی جاسکتی۔[۲]

(۳۰) بہتر یہ ہے کہ جس بستی کی زکوٰۃ ہواسی بستی میں خرچ کی جائے بلاضرورت دوسری بستی میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے، لیکن اگر دوسری بستی میں زیادہ حاجت مند ہوں یا لڑکی کے رشتہ دار ہوں یا زیادہ دیندار ہوں یا طلبائے علم دین ہوں تو مکروہ نہیں: وکره نقلها من بلد الی بلد اٰخر الا الی قرابة اواحوج او اصح او اورع[۳] پاکستان سے باہر بھی بوقت حاجت بھیجنا درست ہے، بشرطیکہ مصرف میں خرچ کی جائے۔

(۳۱) متروکہ سے جبراً زکوٰۃ وصول نہیں کی جاسکتی البتہ اگر متوفی نے وصیت کی ہے اور مال ظاہر کی زکوٰۃ ہے تو وصول کی جاسکتی ہے، ورنہ نہیں، اگر مال باطن ہواور وصیت کی ہو تو حسب شرائط ورثہ اس وصیت کو پورا کریں۔[۴]

---

[۱] شامی نعمانية ص:۶۲، ج:۲، باب المصرف، عالمگیری ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، زیلعی ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] کما یستفاد، اذا دفع الرجلان الی رجل کل واحد منهما دراهم لیتصدق بها عن زکاة ماله فخلط الدراهم قبل الدفع فهو ضامن وفی الحجة الا اذا وجد الاذن أو أجاز المالکان فحینئذ یجوز الخ تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ کتاب الزکاة المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، مطبوعه کراچی. شامی کراچی ص۲۶۹ ج۲ کتاب الزکاة.

[۳] شامی نعمانية ص:۶۸، ج:۲، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۴ باب المصرف، مطبوعه مصری، البحر الرائق ص۲۵۰ ج۲ مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۴] مات من علیه الزکاة تسقط الزکاة ولا تصیر دیناً فی الترکة إلا أنه لو أوصی باداء الزکاة یجب تنفیذ الوصیة من ثلث ماله، فتاویٰ قاضی خان ص۲۵۶ ج۱ فصل فی مال التجارة مطبوعه کوئٹه، المحیط ص۲۴۰ ج۲ الفصل الحادی عشر الأسباب المسقطة للزکاة مطبوعه ڈابهیل، تاتارخانية ص۲۹۶ ج۲ الأسباب المسقطة للزکاة مطبوعه کراچی.

(۳۲) زکوٰۃ کے فضائل اور ترک زکوٰۃ کی وعید کی تدریس، تعلیم، تذکیر کا اہتمام انشاء اللہ مفید ہے، جائز تدابیر بھی اختیار کی جاسکتی ہیں۔

(۳۳) مقامی اہلِ علم اہل صلاح وورع کے مشورہ سے مرکز کا انتظام کرے اور حسب ضرورت دوسرے صوبوں اور علاقوں میں صرف کا انتظام کیا جائے، مگر یہ انتظام ان ہی اموال کے متعلق ہے، جن کی زکوٰۃ وصول کرنے کا حکومت کو حق ہے[1]

(۳۴) بیت المال کا محکمہ علیحدہ ہونا چاہئے، جس میں دیندار، اہل تقویٰ مسائل زکوٰۃ وغیرہ سے واقف کام کرنے والے ہوں اور یہ شعبہ کسی مخصوص شیخ الاسلام کے تحت ہو۔

(۳۵) زکوٰۃ حق فقراء ہے، حق حکومت نہیں، حکومت کی ذمہ داری اتنی ہی ہے، کہ اغنیاء سے وصول کر کے مستحقین پر اپنے انتظام سے صرف کردے اور وہ بھی اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرسکتی ہے، اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کی ذمہ دار نہیں، اور نہ اہل اموال پر اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے جبر کرسکتی ہے ہاں اہل اموال کے ذمہ خود ادا کرنا از بس ضروری ہے، زکوٰۃ سرکاری محصول نہیں یہ حق فقراء ہے[2]

(۳۶) وقتی ضروریات وحوادث کے لئے چندہ کی ترغیب دی گئی ہے، بطور محصول کوئی چیز وصول نہیں کی گئی، بعض دفعہ کسی مالک کی ضرورت سے زائد مال بطور عاریت لیا گیا ہے، مثلاً کسی کے پاس دو گھوڑے ہیں، تو جہاد کیلئے اس کا ایک گھوڑا مستعار لیا گیا جو پھر واپس کردیا گیا، باقی ضروریات عامہ جزیہ خراج وغیرہ سے پوری کی جاتی تھیں: **ومصرف الجزية والخراج ومال التغلبى وهديتهم للامام وما اخذ منهم بلا حرب مصالحنا كسدثغور وبناء القنطرة والجسور وكفاية العلماء والمتعلمين والقضاة ورزق المقاتلة وزراريهم**[3] **اھ درمختار.**

---

[1] وظاهر ما صححه السرخسى أنه لا فرق بين الاموال الظاهرة والباطنة وصحح الولوالجى عدم الجواز فى الاموال الباطنة قال وبه يفتى لانه ليس للسلطان ولاية الزكاة فى الاموال الباطنة فلم يصح الاخذ، البحر ص۲۲۳ ج۲ فصل فى الغنم تحت قوله ولو أخذ العشر الخ مطبوعه الماجديه کوئٹہ شامى كراچى ص۲۶۰ ج۲ اول كتاب الزكاة مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة، فتح القدير ص۱۶۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه دار الفكر بيروت. [2] ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۱. (حاشیہ ۳ اگلے صفحہ پر)

(۳۷) پہلے زمانہ میں عامل، ساعی، عاشر، مصدق مقرر تھے، ان کے ذریعہ سے صدقات وصول کئے جاتے تھے، اور ارباب اموال کے اموال کی حفاظت کی جاتی تھی، بیت المال کی حدود مقرر تھیں، ان کے مصارف مقرر تھے، موجودہ حکومتوں کا حال حکومت پاکستان معلوم کرسکتی ہے۔

(۳۸) اس کا جواب ۳۳ر ۳۴ر سے واضح ہے۔

(۳۹) تنخواہ مدز کوٰۃ سے اس محکمہ کو دی جاسکتی ہے، جب کہ وہ ہاشمی نہ ہوں سب سے اعلیٰ شرط دیانت داری سے کام کرنا ہے بقدر عمل تنخواہ دی جائے، جو عامل کو اور اس کے اہل وعیال کو توسط کے ساتھ کافی ہو جس میں حسب عمل وضرورت کمی بیشی ہوتی رہے گی[۲] اور جب خیانت کا ثبوت ہو جائے علیحدگی لازم ہے۔[۳] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۵ر ذی قعدہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ ۲۵ر ذی قعدہ الجواب صحیح: زکریا کاندھلوی۔

جوابات صحیح ہیں: بندہ منظور احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۵ر ذیقعدہ ۶۹ھ

مجھے ان جوابات سے کامل اتفاق ہے: محمد اسعد اللہ غفرلہٗ

صحیح: جمیل احمد تھانوی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] در مختار علی الشامی زکریا ص۳۴۸ ج۲ کتاب الجهاد، باب العشر والخراج والجزية، مطلب فی مصارف بيت المال عالمگیری کوئٹه ص۱۹۰ ج۱ کتاب الزكاة فصل ما يوضع فی بيت المال الخ، مجمع الأنهر ص۶۸۴ ج۱ کتاب السير والجهاد فصل فی الجزية مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] وعامل فيعطى ولو غنيا لا هاشميا بقدر عمله الخ الدر المختار على الشامی کراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف عالمگیری ص۱۸۸ ج۱ الباب السابع فی المصارف، مطبوعه کوئٹه، البحر الرائق ص۲۴۱ ج۲ باب المصرف مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] إذا كان ناظراً علىٰ اوقاف متعددة وظهرت خيانته فی بعضها افتی المفتی ابو سعود بأنه ينعزل من الكل الخ شامی زکریا ص۵۷۸ ج۶ کتاب الوقف مطلب فيما ينعزل به الناظر.

قوم فقیر پر زکوٰۃ وقربانی کا وجوب

سوال:- بکر کاشتکار ہے مگر قوم سے فقیر ہے، مانگنے کا پیشہ بھی کرتا ہے صاحبِ نصاب ہے، اور ساتھ ہی مزار کے چڑھاوے کا استعمال بھی کرتا ہے بکر کہتا ہے کہ چونکہ ہماری قوم فقیر ہے، اس لئے ہم پر زکوٰۃ اور قربانی کرنا فرض نہیں ہے، کیا بکر کا یہ کہنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ بکر صاحبِ نصاب ہے، تو اس کے ذمہ بھی زکوٰۃ لازم ہے[1] قوم فقیر ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ معاف نہیں، مزار پر چڑھاوا جو کہ صاحبِ مزار پر چڑھایا جاتا ہے، اس کا چڑھانا بھی ناجائز ہے، اور اس کا کھانا بھی ناجائز ہے۔ بکر کو ہرگز نہیں کھانا چاہئے[2]، مالدار ہونے کی وجہ سے قربانی بھی اس کے ذمہ لازم ہے۔[3] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۴ھ

---

[1] شرط وجوبها العقل والبلوغ والإسلام والحرية وملك نصاب الخ النهر الفائق ص ۴۱۲ ج ۱، اول كتاب الزكاة، مطبوعه بيروت، شامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ اول كتاب الزكاة، زيلعی ص ۲۵۲ ج ۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[2] واعلم أن النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الٰی ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو باطل وحرام الٰی ان قال ولا يجوز أن يصرف الیٰ غنی غير محتاج اليها ولا لشريف منصب لانه لا يحل له الأخذ ما لم يكن محتاجاً فقيرا الخ طحطاوی علی المراقی ص ۵۷۱ باب ما يلزم الوفاء به الخ كتاب الصوم. مطبوعه مصری، البحر الرائق ص ۲۹۸ ج ۲ كتاب الصوم، فصل عقد لبيان مويوجبه العبد علیٰ نفسه، مطبوعه كوئٹه. شامی کراچی ص ۴۳۹ ج ۲ مطلب فی النذر الذی يقع للاموات الخ قبيل باب الاعتكاف.

[3] فتجب التضحية علیٰ مسلم مقيم مؤسر يسار الفطرة الخ در مختار علی الشامی کراچی ص ۳۱۳ ج ۶ كتاب الاضحية.

کیا اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں ہے

سوال:۔ کیا ارشاد ہے علماء کرام کا اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے پاس نصاب شرعی نقد روپیہ موجود ہے مگر اس کی اولاد کا نکاح نہیں ہوا ہے۔ زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اگر لڑکی کے والدین اپنی دختر کو سفید ہاتھوں بیاہ دیں تو دولہا اور اس کی قوم کی نگاہوں میں وہ لڑکی کس قدر ذلیل وخوار ہوتی ہے بلکہ تمام عمر لڑکی کی زندگی برباد ہوتی ہے۔ اور نرینہ اولاد کے واسطے ظاہری اسباب معاش بھی نہیں ہیں غالباً کسی صحیح حدیث شریف کا مضمون بھی ہے کہ اولاد کو لوگوں کا دست نگر نہ چھوڑو۔ ضروریات مذکورہ بالا حوائج اصلیہ میں داخل ہیں یا نہیں بحوالہ آیت مقدسہ یا صحیح حدیث شریف یا روایات فقہیہ حنفیہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

اولاد اگر بالغ ہے تو اس کا نکاح باپ کے ذمہ فرض نہیں بلکہ نکاح کی ذمہ داری شرعاً اولاد پر خود ہے اگر اولاد نابالغ ہے تو اس کے نکاح کا شرعاً ضروری نہ ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں داخل نہیں صرف عدم بلوغ کی حالت میں باپ کے ذمہ نفقہ واجب ہوتا ہے وہ بھی جب کہ خود اولاد کی ملک میں اتنا مال نہ ہو کہ جس کے ذریعہ سے نفقہ پورا ہو سکے اگر اولاد کی ملک میں مال ہے تو نفقہ باپ کے ذمہ نہیں بلکہ اس مال سے دیا جائے گا **تجب النفقة والكسوة عليه لاولاده الصغار الفقراء لقوله تعالىٰ وعلىٰ المولودله رزقهن وكسوتهن بالمعروف والمولود له هوالاب فاوجب عليه رزق النساء لا جل الاولاد فلان تجب عليه نفقة الاولاد بالطريق الاولىٰ الىٰ قوله وبقيده بالطفل والفقير يفيد عدم وجوبها اذا كان الولد غنياً او كبيراً وهٰذا صحيح اه زيلعى[1] ص ۶۲ ج ۳۔**

[1] زیلعی ص۳/۶۲، باب النفقة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص ۲/۱۹۱، باب النفقة، تحت فصل، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، البحرالرائق ص ۴/۲۰۱، باب النفقة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

حدیث شریف کا یہ مطلب نہیں کہ اولاد کی تمام عمر کا انتظام کر کے مرو اور صدقات واجبہ بھی ادانہ کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر اولاد کے پاس مال نہیں ہے اور یہ احتمال قریب ہے کہ تمہارے بعد وہ دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کرے گی تو تمہارے لئے صدقات نافلہ میں خرچ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لئے رہنے دو اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ اولاد صالح ہو اگر یہ خیال ہو کہ بعد میں اولاد فسق وفجور اور معصیت میں خرچ کرے گی تو اپنی زندگی میں تمام مال مصارف خیر پر صرف کرے تو بہتر ہے۔ **ولو کان ولدہ فاسقا و ارادان یصرف مالہ الیٰ وجوہ الخیر ویحرمہ من المیراث ھٰذا خیر من ترکہ کذافی الخلاصۃ** عالمگیری ص[1] ۱۰۶۵

اوراس صورت مسئولہ میں اگر اس نقد روپیہ پر ایک سال پورا گذر چکا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ **أن الزکوۃ تجب فی النقد کیفما امسکہ للنماء او للنفقۃ** ردالمحتار ص[2] ۸ ج ۲۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/ ذیقعدہ ۵۴ھ

---

[1] عالمگیری کوئٹہ ص ۴/۳۹۱، کتاب الھبۃ الباب السادس فی الھبۃ الصغیر، خلاصۃ الفتاوی ص ۴/۴۰۰، جنس آخر فی الھبۃ من الصغیر مطبوعہ امجد اکیڈمی لاھور.

[2] شامی نعانیہ ص ۶، ج ۲، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء شامی زکریا ص ۳/۱۷۹، النھر الفائق ص ۱/۴۵۱، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت، طحطاوی علی المراقی ص ۵۸۸، کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مصری.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب دوم:-سونے چاندی اور نقدی کی زکوۃ

زیور کی زکوٰۃ

سوال:-ہندہ اوراسکا شوہر ہندہ کے خسر کی شرکت میں زندگی بسر کررہے ہیں، اگر ہندہ اور اس کا شوہراس شرکت کے بجائے الگ ہوکر زندگی بسر کریں تو گذراوقات مشکل ہے یعنی دونوں وقت کھانا اور کپڑا ابھی مشکل سے میسر آئیگا، ہندہ کے پاس کوئی شکل آمدنی کی نہیں ہے مگر اسکو شادی کے موقعہ پر اپنے والد کیجانب سے جہیز میں تقریباً ایک ہزارروپے کا زیور ملا ہے اورنصف ہزار کی مالیت کے قریب خسر سے ملا ہے مگر بوجہ روزی تنگ ہونیکے زکوٰۃ نہیں نکال سکی اس کا خسر باوجود مقدور ہونے کے ادانہیں کرتا اس حالت میں ہندہ کو کیا کرنا چاہئے۔

(۲) ہندہ کو جوزیوراس کے خسر سے ملا ہے وہ ہندہ ہی کے قبضہ میں ہے اورابتدائی زمانہ میں اس کو استعمال بھی کیا مگراب بوجہ زکوٰۃ ادانہ ہونے کے اس کا استعمال ترک کردیا لیکن قبضہ ہندہ ہی کا ہے اس صورت پراس کی زکوٰۃ کس پرواجب ہے آیا ہندہ پر یا اس کے شوہر پر اگر ہردوصورت میں زکوٰۃ ہندہ پرواجب ہے تو ادائیگی کی کیا صورت ہے، ہندہ کو کسی قسم کی آمدنی نہیں اور شوہر میں اس قدر وسعت نہیں حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔فقط والسلام۔

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ وہ زیوراستعمال کے لئے ہے اوراس لڑکی کی ملک ہے اوراسی کے قبضہ میں ہے تو اس کی زکوۃ بھی اسی کے ذمہ ہے، اس کے خسر کے ذمہ نہیں ہے، اگرادانہیں کرے گی تو گنہگار ہوگی خواہ حساب کرکے زیور زکوٰۃ میں دے یا کوئی اور چیز زکوٰۃ میں دے: **لم یختلفوا ان الحلی اذا**

کان فی ملک الرجل تجب فیہ الزکٰوۃ فکذٰلک اذا کان فی ملک المرأۃ کالدراھم والدنانیر وایضًا لا یختلف حکم الرجل والمرأۃ فیما یلزمھما من الزکٰوۃ فوجب ان لا یختلفا فی الحلی اھ احکام القرآن ص:۱۰۷، ج:۳[1]

(۲) اگر ہندہ اپنا زیور اپنی ملک سے نکال کر اپنے شوہر کو دیدے تو شوہر کے ذمہ زکوٰۃ ہوگی ورنہ ہندہ کے ذمہ ہوگی، خواہ زیور زکوٰۃ میں دے خواہ اسے فروخت کرکے اس کے پیسے وغیرہ دے دے، یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئی خرید کر دے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۱/۶/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۱/۲/۵۵ھ

لڑکی کے زیور پر زکوٰۃ

سوال:- جو زیور لڑکیوں کی شادی کے لئے بنایا جاتا ہے، یا بنوا کر رکھا جاتا ہے، لڑکی کے ایسے زیور پر اس کے والدین پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ یا بعد بلوغ کے لڑکی کے مال پر اس کے والدین کے ذمہ واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زیور لڑکی کی ملک کر دیا ہے تو اس پر زکوٰۃ قبل از بلوغ فرض نہیں، نہ لڑکی پر نہ والدین پر، بعد از بلوغ خود لڑکی پر فرض ہوگی، اگر لڑکی کی ملک نہیں کیا تو جس کی ملک ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی

[1] أحکام القرآن للجصاص ص:۱۰۷، ج:۳، مطلب فی زکاۃ الحلی. دارالکتاب العربی بیروت، تبیین الحقائق ص۲۷۷/۱ باب زکاۃ المال، مطبوعہ امدادیہ ملتان، تاتارخانیۃ کراچی ص۲۳۰ ج۲ الفصل الثانی زکاۃ المال.

[2] ولو کان لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ بصیاغتہ ثلاث مائۃ ان ادی من العین یؤدی ربع عشرہ وھو خمسۃ قیمتھا سبعۃ ونصف وان ادی خمسۃ قیمتھا خمسۃ جاز عندھما فلو ادی من خلاف جنسہ تعتبر القیمۃ بالاجماع، البحر الرائق کوئٹہ ص۲۲۷ ج۲ باب زکاۃ المال، عالمگیری کوئٹہ ص۱۷۹ ج۱ الفصل الاول فی زکاۃ الذھب والفضۃ، شامی زکریا ص۲۲۷ ج۳ باب زکاۃ المال.

کذا فی الدر المختار[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ ہذا

صحیح: عبد اللطیف

مرہون زیور کی زکوٰۃ

سوال:- کسی کے پاس کچھ سونے کا زیور رہن رکھا ہوا ہے اور مدت معینہ سے بھی زائد وقت گذر گیا، اس صورت میں زکوٰۃ کون دے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی زکوٰۃ نہ راہن پر واجب ہے نہ مرتہن پر وہ واپس کر دیا جائے گا، تب بھی رہن کی (گذشتہ ایام کی) زکوٰۃ مالک کے ذمہ لازم نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دار العلوم دیوبند

جہیز کے زیور پر زکوٰۃ

سوال:- (۱) اگر کسی عورت کو جہیز میں مختلف قسم کے سونے کے زیورات ملے ہوں اور وہ

---

۱ وشرط افتراضها عقل وبلوغ فلا تجب على مجنون وصبي وسببه اى سبب افتراضها ملك نصاب حولي ولا خلاف انه في المجنون الاصلي يعتبر ابتداء الحول من وقت افاقته كوقت بلوغه الدرالمختار مع الشامي ص۲۵۸/۲، مطبوعه كراچي مطلب في أحكام المعتوه. كتاب الزكاة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۲/۲ كتاب الزكاة، عالمگيري كوئٹه ص۱۷۲/۱ كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها الخ.

۲ ولا في مرهون بعد قبضه أي لا على المرتهن لعدم ملك الرقبة ولا على الراهن لعدم اليد واذا استرده الراهن لا يزكي عن السنين الماضية. شامي كراچي ص:۲۶۳، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب في زياة ثمن المبيع وفاء، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۳ ج۲ كتاب الزكاة، عالمگيري كوئٹه ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول في تفسيرها الخ.

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Sone Chanadi & Naqdi Ki Zakat

بھی کبھی ان کو استعمال میں لاتی ہو اور نصاب ۷½ تولہ سونے سے زائد کے ہوں تو کیا زکوٰۃ پورے سونے پر نکالنی ہوگی، یا ۷½ تولہ سونا چھوڑ کر باقی سونے پر ہوگی اور کیا شادی کے پورے ایک سال بعد ہوگی اور یہ زکوٰۃ کی رقم بیوی ہی دے یا شوہر بھی ادا کرسکتا ہے؟ اگر روپیہ شوہر نہ دے اور بیوی کے پاس بھی رقم نہ ہو تو کیا وہ اپنے زیورات سے فروخت کر کے ادا کرے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر کم از کم ۷½ تولہ سونا ہے تو زکوٰۃ واجب ہے اور تمام سونے کی زکوٰۃ ادا کرے خواہ کبھی استعمال کرے یا نہ کرے زیور اگر عورت کی ملک ہے تو خود عورت پر زکوٰۃ لازم ہے خواہ زیور دے یا مقدار زکوٰۃ کی قیمت دے[1] اگر اسکی اجازت سے شوہر دیدے گا تب بھی ادا ہو جائیگی[2] زکوٰۃ میں ۱/۴۰ دینا لازم ہوتا: **واللازم فی مضروب کل منهما ومعموله ولو تبرا اوحلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ا هـ در مختار[3] علی نعمانیه ص: ۳۰، ج: ۲.**

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس زیور میں پتھر جڑے ہوں ان پر زکوٰۃ

سوال:- قیمتی پتھر یعنی فیروزہ، یاقوت وغیرہ اگر زیور میں جڑے ہوئے ہیں تو ان کی زکوٰۃ کس اصول کے تحت ادا کرنا چاہئے؟ اور کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

۱؎ تقدم تخریجه تحت عنوان ''زیور کی زکوٰۃ''

۲؎ من ادی زکاة مال غیره من مال نفسه بامر من علیه الزکاة جاز تاتارخانیة کراچی ص ۲۸۴ ج ۲ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۰ ج ۲ کتاب الزکاة.

۳؎ الدر المختار زکریا ص: ۲۲۷، کتاب الزکاة، باب زکوة المال، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۸ ج ۱ الفصل الاول فی زکاة الذهب والفضة، مجمع الأنهر ص ۳۰۶ ج ۱ باب زکاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۶ ج ۲ باب زکاة المال.

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے پتھروں پر زکوٰۃ واجب نہیں[1] انکے وزن کو محسوب کر کے سونے چاندی کے زیور کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۴/۸۹ھ

زیور کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال:- چاندی اور سونے کا زیور پورے بھاؤ سے تو فروخت نہیں ہوتا، کیونکہ وہ پرانا ہوتا ہے اور نصف قیمت پر فروخت ہوتا ہے تو اب جو زکوٰۃ ادا کی جائے گی، وہ نئے حساب سے یا پرانے حساب سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی اور سونے کے زیور میں قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا اعتبار ہے، چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے نئے اور پرانے سب کا یہی حکم ہے چالیسواں حصہ زکوٰۃ لازم ہے مثلاً اگر دوسوتولہ چاندی کا زیور ہے تو زکوٰۃ پانچ تولہ لازم ہے خواہ چاندی دے خواہ پانچ تولہ کے بازار کے بھاؤ سے قیمت دے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۱/۸۹ھ

---

[1] لازکاۃ فی اللآلی والجواهر (قوله والجواهر) کاللؤلؤ والیاقوت والزمرد وأمثالها. الدر المختار مع الشامی نعمانیه ص:۱۴، ج:۲، کتاب الزکوٰة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع. عالمگیری کوئٹه ص۱۸۰/۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، تاتارخانیه کراچی ص۲۴۴-۲/۲۴۵، الفصل الثالث فی بیان زکاة عروض التجارة،

[2] والمعتبر وزنهما اداء وجوباً لاقیمتهما وهذا ان لم یؤد خلاف جنسه والا اعتبرت القیمة اجماعاً، الدرعلی الرد کراچی ص:۲۹۷، ج:۲، باب زکاة المال، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۸، ۱۷۹ الفصل الاول فی زکاة الذهب والفضة، مجمع الأنهر ص۳۰۴ ج۱ باب زکاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

چاندی کا نصاب

سوال:- ایک شخص کے پاس دوسو پچاس تولہ چاندی اور ایک تولہ سونا ہے، اب جب کہ ۸/ تولہ چاندی اور ۳۷/ روپیہ تولہ سونے کا نرخ ہے، زکوٰۃ کی کیا رقم ادا کرنا چاہئے کتنے روپیہ زکوٰۃ ادا کی جائے۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے وجوب اور ادا میں رقم کا اعتبار نہیں بلکہ وزن کا اعتبار ہے[1]۔ لہٰذا ایک تولہ سونے کی قیمت بازار سے معلوم کر لی جاوے کہ کتنے میں آتی ہے، پھر اسی ایک تولہ سونے کو اتنے تولہ چاندی کے قائم مقام مان کر مجموعہ میں سے زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ ادا کر دیا جائے، مثلاً اگر اس ایک تولہ سونے سے چاندی خریدنا چاہیں تو پچاس تولہ چاندی آتی ہے (رقم خواہ کسی قدر رہو) پس یہ سونا بمنزلہ پچاس تولہ چاندی کے ہو کر مجموعہ تین سو تولہ چاندی ہوگئی اور تین سو تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ ساڑھے سات تولہ چاندی ہے اب یا تو اتنی چاندی دیدی جاوے یا اس قیمت کی چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز کسی غریب کی ضرورت کے موافق دیدی جاوے[2]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد عفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/ ذیقعدہ ۵۷ھ

---

[1] نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل والمعتبر وزنهما اداً ووجوباً لاقيمتهما الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص: ۲۹۵، ج: ۲، باب زكاة المال.

[2] ويجوز دفع القيم فى الزكاة والعشر والخراج ملتقى الابحر مع مجمع الأنهر ص ۳۰۰ ج ۱ فصل زكاة الخيل، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۸۱ ج ۱ الفصل الثانى فى العروض، مسائل شتى، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۱ ج ۲ فصل فى الغنم.

چاندی کی زکوٰۃ

سوال:-میری بیوی کے پاس نہ تو ۷½ تولہ سونا ہے اور نہ ہی ساڑھے باون تولہ چاندی ہے دونوں کو ملا کر دیکھا جاوے، سونے کی قیمت چاندی میں بدل کر دیکھیں تو اتنا وزن ہو جاتا ہے چاندی کی قیمت کو سونے میں بدل کر دیکھیں تو ۷½ تولہ نہیں ہوتا، تو اس صورت میں کیا کرنا چاہئے، البتہ تعداد میں سچا گوٹہ اور ٹھپا بھی آتا ہے یا نہیں؟ سب کو ملا کر سونے کی قیمت اور سب سامان کی قیمت قریب قریب ٹھیک ہو جاتی ہے میرے پاس نقد روپیہ چار سو ہے اور ایک ہزار روپیہ ایک سال سے اُدھار رکھا ہے، سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے فنڈ میں ایک ہزار روپیہ سے زیادہ جمع ہے، جس میں آدھا روپیہ تنخواہ میں سے کٹا ہے اور آدھا حکومت نے دیا ہے دونوں ملا کر پانچ روپیہ فی صد سود لگا دیا جاتا ہے یہ روپیہ ریٹائرڈ ہونے کے بعد ملتا ہے، کیا میں ان روپیوں کے اوپر زکوٰۃ ادا کروں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کو بھی ملا کر چاندی تصور کرلیں یعنی اس سونے کے عوض جتنی چاندی ملتی ہو تو یوں سمجھیں کہ یہ چاندی ہے، پھر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کریں[1]۔ چاندی سونے کے گوٹے ٹھپے کی بھی زکوٰۃ ہوگی[2]۔ جو نقد روپیہ آپکے پاس ہے اسکی زکوٰۃ لازم ہے جو روپیہ ادھار دے رکھا ہے اسکے وصول ہونے پر لازم ہوگی جو روپیہ فنڈ سے ملیگا اسکی زکوٰۃ اس وقت دوسرے نصاب چاندی سونا نقد کے ساتھ اس کی بھی

---

[1] ویضم الذهب الى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمة وقالا بالاجزاء وفى البدائع ايضاً ان ما ذكر من وجوب الضم إذا لم يكن كل واحد منهما نصابا بان كان اقل الخ الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۳۴ باب زكاة المال، تبيين الحقائق ص ۲۸۱ ج ۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان، تاتارخانية كراچى ص ۲۳۲ ج ۲ الفصل الثانى فى زكاة المال.

[2] تجب الزكاة فى الذهب والفضة مضروباً أوحلية سيف أو الكواكب فى المصاحف والأوانى وغيرها اذا كانت تخلص عند الاذابة البحر ص:۲۲۶، ج:۲، باب زكاة المال.

زکوٰۃ لازم ہوگی ابھی لازم نہیں [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۸۸ھ

سترہ سال سے زیور کی زکوٰۃ نہیں دی تو کیا سال گذشتہ کی زکوٰۃ لازم ہے؟

سوال:- میرے پاس قریب بیس سال سے چالیس تولہ سونا اور اچھی کافی کئی سیر چاندی ہے، لہٰذا اتنا سونا و چاندی ہونے کی غرض سے اس کے اوپر جب سے ہی زکوٰۃ واجب ہے لیکن سترہ سال سے یہ معلوم تھا کہ جو زیور استعمال کیا جائے، اس کی زکوٰۃ دی جاتی ہے باقی کی نہیں اب معلوم ہوا کہ زکوٰۃ سارے زیور کی دینی چاہیے اس لئے تین سال سے سارے زیور کی زکوٰۃ دیتی ہوں دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان پچھلے سترہ سالوں کی زکوٰۃ اب ادا کریں یا جب سے فرض ہوئی ہے، میرے میاں ماشاء اللہ مالدار ہیں، وہ سترہ سال کی زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں آپ جیسا حکم کریں ویسا ہی تعمیل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی سونا خواہ زیور کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں اور زیور خواہ استعمال میں ہو یا نہ ہو ہر صورت میں زکوٰۃ لازم آتی ہے [۲]۔ جب سے ملکیت میں آکر سال بھر پورا ہو جائے ہر سال زکوٰۃ دینا

---

[۱] وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها ويؤدى متى قبضها شيئاً قليلاً او كثيراً شامی زكريا ص ۲۳۶ ج۳ باب زكاة المال، قبيل مطلب فی وجوب الزكاة فی دين المرصد، تاتارخانية كراچی، ص ۳۰۰ ج۲ الفصل الثالث عشر فی زكاة الديون، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۰۸ ج۲ كتاب الزكاة.

[۲] فتجب الزكاة فيها ای فی الفضة سواء كانت دراهم مضروبة اونقرة اوتبراً اوحليا مصوغاً وسواء كان للتجارة او للنفقة او للتجمل او لم ينو شيئاً الخ بدائع الصنائع زكريا ص: ۱۰۱، ج:۲، كتاب الزكاة، فصل واما صفة النصاب فی الفضة، الدر المختار علی الشامی زكريا ص ۲۲۷ ج۳، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضروری ہے، چاہے زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو لہٰذا گذشتہ سترہ سال کی زکوٰۃ لازم ہے[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

چاندی کی زکوٰۃ میں کس قیمت کا اعتبار ہے؟

سوال:- میں چاندی کو لیکر دکان پر جاؤں تو اس کو آدھی قیمت کے حساب سے خریدیں گے، اگر لینے جاؤں تو اصل بھاؤں میں دیں گے، تو اب کس حساب سے زکوٰۃ دیں گے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر زکوٰۃ میں آپ چاندی نہیں دیتے بلکہ اس کی قیمت دیتے ہیں، تو جس قیمت پر وہ بازار میں فروخت ہوگی، اس قیمت کا اعتبار ہوگا[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱/۸۹ھ

چاندی کی زکوٰۃ میں قیمت دینا بھی درست ہے

سوال:- اگر صورتِ مذکورہ میں ڈھائی روپیہ دینا ضروری نہیں بلکہ ڈھائی تولہ چاندی دینے سے

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) باب زكاة المال، سكب الأنهر على مجمع الأنهر ص۳۰۶ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہذا) [۱] وسببه اى سبب افتراضها ملک نصاب حولى تام الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص۱۷۴/۱ كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۸۵،۲۸۶ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، هداية ص۱۶۵ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه مجتبائى دهلى، تاتارخانية كراچى ص۲/۲۱۷ كتاب الزكاة.

[۲] وجاز دفع القيمة فى زكاة وعشر وخراج وفطرة ونذر وكفارة غير الاعتاق وتعتبر القيمة يوم الوجوب ويقوم فى البلد الذى المال فيه الدر المختار على ردالمحتار ص:۲۸۵، ۸۶، ج:۲، كراچى، باب زكاة الغنم، تاتارخانية كراچى ص۲۳۸ ج۲ الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۹ ج۲ باب زكاة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۷ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، تو ڈھائی تولہ چاندی دینا چاہئے یا اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے یعنی دونوں صورت جائز ہیں یا ایک صورت؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب ڈھائی تولہ چاندی واجب ہوتی تو اس میں اختیار ہے خواہ چاندی یا زیور وغیرہ دے خواہ روپیہ اٹھنی چونّی وغیرہ دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی شئ کپڑا وغیرہ دیدے سب درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

سونے چاندی کی زکوٰۃ بذریعہ قیمت

سوال:-عرض یہ ہے کہ میری زکوٰۃ میں اب تک دو غلطی ہوتی رہیں، ایک تو دو چار تولہ سونے کو چاندی کے وزن میں شمار کرتا رہا، سونے کی قیمت کا کوئی حساب نہیں لگایا، اب تک جتنے سالوں کی زکوٰۃ دی ہے، سونے کا مختلف بھاؤ رہا ہے، اب کس صورت سے پچھلی زکوٰۃ ادا کی جائے، دوسرے چاندی کے زیور کی چاندی کا وزن لگا کر اس کی قیمت لگا کر قیمت دی ہے اور چاندی کی قیمت دینا جائز نہیں ہے، ایسی صورت میں کیا زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

ایک اشکال یہ ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی منگا کر دینے میں لینے والوں کو اور دینے والوں کو دونوں کو دقت ہے، لینے والوں کو ضرورت تو ہے پیسوں کی اور دیجائے چاندی وہ کہاں بیچتے پھریں گے۔

پیشگی زکوٰۃ میں کوئی شرط ہے، آیا کل ادا کی جائے یا جتنی چاہے وقت ضرورت دے سکتا

---

[۱] ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ عندنا، ویعتبر فیهما أن یکون المؤدی قدر الواجب وزناً ولو أدی من خلاف جنسه یعتبر القیمة بالاجماع کذا فی التبیین الهندیة ص:۱۷۸، ۱۸۰ ج:۱، الفصل الاول فی زکاۃ الذهب ومسائل شتی، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۱۰ ج۳ باب زکاۃ الغنم، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۲۱ ج۲ فصل فی الغنم.

ہے۔فقط والسلام بچوں کو پیار۔

الجواب حامداًومصلیاً

سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ سونے کو قیمت لگا کر چاندی کے اعتبار سے چاندی فرض کر لی جاوے، مثلاً کسی کے پاس ایک تولہ سونا ہے باقی چاندی ہے اور اس ایک تولہ سونے کی قیمت بازار میں ساٹھ تولہ چاندی ہے۔تو سونے کو ساٹھ تولہ چاندی فرض کر کے دوسری چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کی زکوٰۃ ادا کی جائے، ایک تولہ سونے کو بلا حساب قیمت کے ایک تولہ چاندی فرض کر کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے[۱] لہٰذا غور وفکر کر کے گذشتہ ایام کی زکوٰۃ کی تصحیح کر دی جائے، جہاں تک اپنے امکان میں ہو بھاؤ معلوم کر کے رقم واجبُ الاداء کر دی جائے اور جب قلب شہادت دیدے کہ بس اس سے زیادہ میرے ذمہ باقی نہیں رہی، تو ذمہ داری پوری ہو جائے گی، پھر بھی اگر کچھ کوتاہی رہے تو اللہ پاک سے توقع ہے کہ معاف فرمادیں گے، چاندی کے زیور کی قیمت لگا کر اگر زکوٰۃ میں چاندی ہی دی جائے تو اس میں وجوب زکوٰۃ واداءِ زکوۃ دونوں میں وزن کا اعتبار کرنا ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں[۲] تاہم جب دونوں جانب میں قیمت کا اعتبار کرلیا ہے تو حساب برابر ہی ہوگیا، اگر چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دی جائے مثلاً سلور کی ریزگاری پیسے، غلہ وغیرہ تو اس میں قدرِ واجب کی قیمت کا اعتبار ہوگا، اوراس

---

[۱] ویضم الذهب الى الفضة بالقيمة عند أبى حينيفةؒ حتى أن من كان له مائة درهم وخمسة مثاقيل ذهب وتبلغ قيمتها مائة درهم فعليه الزكوٰة عنده، هدايه ص:۱۹۶، ج:۱، كتاب الزكوة، باب زكوٰة المال، فصل فى الذهب مطبوعه ياسر نديم، باب زكوة المال. شامى كراچى ص:۳۰۳، ج:۲. باب زكوٰة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۷ج۱ كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] والمعتبر وزنهما أداءً وجوباً ولا قيمتهما، درمختار ص:۳۰، ج:۲، باب زكاة المال. شامى كراچى ص:۲۹۷، ج:۲، شامى زكريا ص۲۲۷ج۳، تبيين الحقائق ص۲۷۸ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان، البحر الرائق ص۲۲۷ج۲ باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى.

میں لینے والے اور دینے والے دونوں کو سہولت رہے گی[۱]۔

پیشگی زکوٰۃ جب کہ نصاب موجود ہو ہر طرح ادا ہو جاتی ہے چاہے یکمشت ادا کردے چاہے تھوڑی تھوڑی اس میں کوئی فرق نہیں ہے[۲]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

نہ سونے کا نصاب پورا نہ چاندی کا تو زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زید کے پاس ۳۳/ تولہ چاندی ہے، اور ۴½ تولہ سونا۔ اب زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کس طرح؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مذکورہ سونے کو بازار سے معلوم کرلیا جائے کہ کتنی چاندی کی قیمت کا ہے، پھر اتنی چاندی کے قائم مقام اس سونے کو قرار دے کر ۳۳/ تولہ چاندی کے ساتھ ملا کر مجموعہ کا چالیسواں حصہ حسبِ قواعد شرع زکوٰۃ میں ادا کردیا جائے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۲/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند

---

[۱] وجاز دفع القيمة فى زكاة، قال الشامى: ثم إن هذا مقيد بغير المثلى فلا تعتبر القيمة فى نصاب كيلى أو وزنى ...... وهذا إذا أدى من جنسه وإلا فالمعتبر هو القيمة إتفاقاً ...... قوله: فى زكاة الخ، قيد بالمذكورات لأنه يجوز دفع القيمة فى الضحايا الخ، شامى زكريا ص ۲۱۰، ۲۱۱ ج۳ باب زكاة الغنم، قبيل مطلب : محمد إمام فى اللغة الخ.

[۲] ولو عجل ذونصاب زكاته لسنين أو لنصب صح لو جود السبب درمختار نعمانيه ص۲/۲۷، باب زكاة الغنم مطلب إستحلال المعصية القطعية كفر. شامى كراچى ص۲/۲۹۳، شامى زكريا ص۳/۲۲۰، مجمع الأنهر ص۱/۳۰۸ كتاب الزكوة، قبيل باب العاشر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگيرى دار الكتاب ديوبند ص۱/۱۷۶ كتاب الزكاة، الباب الأول فى تفسيرها وشرائطها.

[۳] ويضم الذهب الى الفضة قيمة قوله قيمة أى من جهة القيمة فمن له مائة درهم وخمسة مثاقيل قيمتها مائة عليه زكاتها، الدر المختار على ردالمحتار ص: ۳۰۳، ج: ۲، (باقی اگلے صفحہ پر)

سونا چاندی مخلوط کی زکوٰۃ

سوال:-اگر کسی شخص کے پاس ساٹھ تولے یا ستر تولے چاندی اور دو تولے یا ایک تولہ سونا ہوتو سونے کی زکوٰۃ چاندی میں تول کر دیجائے یا سونے کی قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سونے کی قیمت لگا کر اس قیمت کو چاندی میں شامل کر کے زکوٰۃ دی جائے[۱]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند

سونے چاندی کو ملا کر زکوٰۃ دینا

سوال:-زید کے پاس چاندی زائد از نصاب اور سونا سات مثقال سے کم موجود ہے، اس صورت میں سونے کو چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کے ایک نصاب کی تو مستقل زکوٰۃ ادا کردی جائے، بقیہ جتنی مقدار ایک نصاب سے زائد ہے اس کو دیکھا جائے، اگر اس کی قیمت اتنے سونے کے مساوی ہے کہ اس کے ذریعہ سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کراچی باب زکاة المال، شامی زکریا ص۲۳۴ ج۳، مجمع الأنهر ص۳۰۷ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، قبيل باب العاشر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۳۰ ج۲ كتاب الزكوٰة، قبيل باب العاشر، مطبوعه سعيد كراچی.

(حاشیہ صفحہ هذا) [۱] ويضم الذهب إلى الفضة وعكسه بجامع الثمنية قيمةً، الدرالمختار نعمانی ص:۳۴، ج:۲، باب زكاة المال شامی كراچی ص:۳۰۳، ج:۲، شامی زكريا ص۲۳۴ ج۳ النهر الفائق ص۴۴۲ ج۱ كتاب الزكوة، قبيل باب العاشر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۸۱ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان.

سونے کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو مجموعہ کو سونے کا نصاب قرار دے کر زکوٰۃ دینا واجب ہے[1] اگر اس صورت سے سونے کا نصاب پورا نہیں ہوسکتا تو سونے کی قیمت اگر اتنی چاندی کے مساوی ہے کہ بقیہ چاندی میں ملا کر چاندی کا نصاب پورا ہوسکتا ہے تو چاندی کا نصاب اس مجموعہ کو قرار دے کر اس کی زکوٰۃ دینا واجب ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۲۵/۱۲/۵۳ھ

الجواب صحیح: عبداللطیف

۲۸/ذی الحجہ ۵۳ھ

چاندی پر سونے کا پانی پھیرنے اور پترا چڑھانے سے اس کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: -ملمع شدہ چیزوں کی زکوٰۃ کس طرح دی جائے، مثلاً ایک زیور بنوایا نیچے چاندی اوپر سونے کا پانی یا پترا چڑھوایا، آیا چاندی کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دیں گے یا سونے کے ساتھ؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چاندی کا زیور بنوا کر اس پر سونے کا پانی پھیرنے سے وہ زیور سونے کا نہیں ہوگیا، وہ پانی اس

---

[1] ولو فضل من النصابين أقل من أربعة مثاقيل وأقل من أربعين درهماً فانه يضم احد الزيادتين إلى الأخرى حتى يتم اربعين درهماً أو أربعة مثاقيل ص۲۳۳ ج۲ كتاب الزكوة، الفصل الثانى فى زكاة المال، مطبوعه إدارة القرآن كراچى، عالمگيرى كوئٹہ ص۱۷۹ ج۱ كتاب الزكوٰة، الباب الثالث فى زكوٰة الذهب والفضة الخ الفصل الأول.

[2] فأما إذا كان له الصنفان جميعاً فإن لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان له عشرة مثاقيل ومائة درهم فإنه يضم أحدهما إلى الآخر فى حق تكميل النصاب عندنا الخ بدائع الصنائع زكريا ص۱۰۶ ج۲ كتاب الزكوٰة، فصل: وأما مقدار الواجب فيه، ألمحيط البرهانى ص۱۵۷ ج۳ كتاب الزكوٰة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھيل، تاتارخانية ص۲۳۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثانى فى زكاة المال مطبوعه كراچى.

سے جدا نہیں ہوسکتا، تو وہ کالعدم ہے، چاندی ہی کی زکوٰۃ لازم ہوگی[1] اگر سونے کے پترے چڑھوا دیئے ہیں جوکہ جدا ہوسکتے ہیں تو ان پتروں کی زکوٰۃ سونے کے حساب سے ہوگی سنار یا صراف سے وزن کرالیا جائے وہ بتادے گا، کہ سونا کس قدر ہے، اور چاندی کس قدر ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۱/۹۴ھ

نصاب دوسو درہم اور ماخذ اوراس کا ہندی حساب

سوال:-نصاب زکوٰۃ چاندی سے کیا ہے؟ ساڑھے باون تولہ چاندی جومشہور ہے اس کی اصلیت کیا ہے درہم کی کیا مقدار ہے؟ جس سے ساڑھے باون تولہ درست ہوجاوے اوراس کا ماخذ کیا ہے، اور آج کل روپیہ جس میں چاندی تھوڑی سی رہتی ہے، اورزیادہ تر تانبا رہتا ہے، اس کا نصاب کیا ہے، بحوالہ کتب تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے اسکی اصل یہ حدیث ہے: "**ليس فيما دون خمس أواق صدقة والأوقية أربعون درهماً**" بخاری[3] ومسلم[4] سے اس حدیث کی تخریج امام زیلعیؒ نے

---

[1] وإن لم يخلص فلا شئ عليه، لأن الفضة هلكت فيه "إلٰى قوله" والذهب المخلوط بالفضة إن بلغ الذهب نصاباً ففيه زكاة الذهب وإن بلغت الفضة نصابها فزكاة الفضة الخ، فتح القدير ص۲۱۴ ج۲ ، باب زكاة المال، فصل فى الفضة، مطبوعه دار الفكر بيروت، شامى زكريا ص۲۳۲ ج۳ باب زكاة المال، تحت قوله وأما الذهب المخلوط بفضة الخ، تبيين الحقائق ص۲۷۹ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] تجب الزكاة فى المضروب والتبر والمصوغ والحلى إلى قوله فيعتبر قدر مافيها من الذهب والفضة وزناً لأن كل واحد يخلص بالإذابة. بدائع زكريا ص:۱۰۵،۱۰۶/۲، فصل واما صفة الذهب، البحر ص:۲۲۶، ج:۲، باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، عالمگيرى ص۱۷۸ ج۱ ، كتاب الزكوة، الباب الثالث، الفصل الأول.

[3] بخارى شريف ص۱۹۶ ج۱ كتاب الزكاة، باب : ليس فيما دون خمس ذو دصدقة، مطبوعه رشيديه دهلى.

[4] مسلم شريف ص۳۱۵ ج۱ كتاب الزكوٰة، مطبوعه رشيديه دهلى.

نصب[1] الرأیہ ص:۳۶۳، ج:۲، میں کی ہے پھر اس مقدار کو علمائے ہندوستان نے وزن سے اعتبار کیا تو ساڑھے باون تولہ چاندی ہوئی بعض کے حساب سے کچھ زائد ہوئی بعض کے حساب سے کچھ کم قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی مقدار چھبیس روپیہ سکۂ دہلی تحریر فرمائی ہے،[2] اور محشی نے سکوں کے اختلاف سے کچھ تفاوت بھی لکھا ہے ایک درہم کی مقدار ستر جودم بریدہ ہے، جیسا کہ فتاویٰ رشدیہ[3] ص:۵۲، ج:۲ میں لکھا ہے، تو درہم بھی مختلف ہوئے اور جو بھی مختلف۔ لہٰذا نصاب کی مقدار میں بھی اختلاف ہوا مولانا عبدالحیؒ لکھنوی نے نصاب کی مقدار بہت ہی کم تحریر فرمائی ہے[4] مولانا انور شاہ صاحب وغیرہ نے کچھ تخطیہ کیا ہے، منشاء خطا اگر دیکھنا ہو تو العرف الشذی ص:۲۷۶[5] دیکھئے آج کل کے روپیہ کا نصاب قیمت سے ہوگا وزن سے نہیں۔ فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ مظاہر علوم سہارن پور

سونا اور چاندی کی زکوٰۃ الگ الگ دی جائے

سوال:- ساڑھے باون ۵۲½ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھنے والے پر فطرہ،

---

[1] نصب الراية ص۳۶۳ ج۲ باب زكاة الفضة، كتاب الزكاة، الحديث العشرون، مطبوعه المجلس العلمى ڈابھیل.

[2] پس وزنِ یک رطل برابرسی وشش روپیہ سکۂ دہلی است الخ، مالا بدمنہ ص۸۴ كتاب الزكوٰة، قبيل كتاب الصوم، مطبوعه همه رنگ كتاب گهر ديوبند.

[3] فتاوى رشيديه ص۲/۵۲، فتاوىٰ رشيديه مبوب بطرز جديد ص۴۳۲ باب صدقۂ فطر كا بيان، مطبوعه مكتبه محموديه محله مبارک شاه سهارنپور.

[4] عمدة الرعاية على شرح الوقاية ص ۱/۲۲۹، رقم الحاشية ۵، كتاب الزكوٰة، باب زكوٰة الأموال، بيان نصاب الذهب والفضة، مطبوعه مركز أدب ديوبند.

[5] ولقدسها مولانا عبدالحيؒ فى بيان نصاب الذهب والفضة "إلى قوله" ومنشأ سهوه أنه زعم أن الإعتبار ههنا لأحمر الأطباء وهى أربعة شعيرات وهى أكبر من أحمر الفقهاء، والتفصيل فى رسالة الشيخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندهى، العرف الشذى على جامع الترمذى ص۱۳۵ ج۱ أبواب الزكوٰة، باب ما جاء فى زكوٰة الذهب والورق، مطبوعه أشرفى ديوبند.

زکوٰۃ، قربانی، حج لازم وضروری ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ساڑھے باون تولہ چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونے کی زکوٰۃ الگ الگ کرکے دی جائے یا کس طریقہ سے نکالا جائے؟ مالِ تجارت میں کس طرح زکوٰۃ ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فطرہ، قربانی، زکوٰۃ کے لئے تو اتنا نصاب کافی ہے مگر حج کے لئے یہ کافی نہیں بلکہ پورے سفرِ حج کامعہ نفقہ واجبہ کی مقدار کا ہونا ضروری ہے[1] چاندی، سونا دونوں الگ الگ بقدر نصاب ہوں تو دونوں کی زکوٰۃ بھی چالیسواں حصہ الگ الگ کرکے ادا کریں، مجموعہ کی زکوٰۃ یکجائی بھی ادا کرنا درست ہے[2]۔ مالِ تجارت کی زکوٰۃ صرف نفع میں نہیں بلکہ اصل مال اور نفع کا کل مجموعہ چالیسواں ادا کرے[3] زیور پر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی، جس کی ملک ہو اسی کے ذمہ واجب ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۱۱/۱۱/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱۳/۱۱/۸۸ھ

---

[1] هو أى الحج فرض على مسلم حر مكلف ذى زاد وراحلة وفضلاً عن نفقة عياله إلىٰ عوده مختصراً ص: ۴۵۶تا ۴۶۲، ج: ۲، مطبوعه كراچى، كتاب الحج، شامى زكريا ص ۴۵۰تا ۴۶۲ هدايه على هامش الفتح القدير ص ۴۱۰ج۲ كتاب الحج، مطبوعه دار الفكر بيروت، مجمع الأنهر ص۳۸۳،۳۸۶ج ۱ كتاب الحج، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] ولوضم أحد النصابين إلى الآخر حتى يودى كله من الذهب أومن الفضة لابأس به لكن يجب أن يكون التقويم بما هو أنفع للفقراء قدراً ورواجاً وإلافيؤدى من كل واحد ربع عشره الهندية ص: ۱۷۹، ج: ۱، الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة، الفصل الأول، كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتاب ديوبند، شامى زكريا ص ۲۳۴ ج۳ باب زكوٰة المال، قبيل مطلب : فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۰۸ ج۲ كتاب الزكاة، فصل وأما مقدار الواجب فيه.

[3] وأما مقدار الواجب من هذا النصاب، فما هو مقدار الواجب من نصاب الذهب والفضة، وهو ربع العشر، لأن نصاب مال التجارة مقدر بقيمته من الذهب والفضة، ...... وأما صفة الواجب ...... فالواجب فيها ربع عشر العين وهو النصاب فى قول أصحابنا، بدائع زكريا ص ۱۱۱ ج۲ كتاب الزكاة، صفة الواجب فى أموال التجارة، هدايه على هامش الفتح ص ۲۱۸ ج۲ كتاب الزكاة، فصل فى العروض، مطبوعه دار الفكر بيروت، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۷۹ ج ۱ الباب الثالث فى زكاة الذهب الخ، الفصل الأول. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

کسور پر زکوٰۃ معہ مثال

سوال:- کسور میں بھی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اسکو تفصیل کے ساتھ مثال دیکر بیان فرما دیں تو باعثِ شکریہ ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو کسر خمس نصاب تک پہنچ جائے اس میں بھی زکوٰۃ آئیگی، یہ تو بالاتفاق ہے، جو کسر خمس سے کم رہ جائے اس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں صاحبین کے نزدیک اس میں بھی زکوٰۃ ہے، مثلاً چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، اس کا خمس چالیس ہے، پس اگر کسی کے پاس دوسو چالیس درہم ہوں تو اس پر بالاتفاق چھ درہم زکوٰۃ ہوگی، اگر کسی کے پاس دوسوبیس درہم ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صرف دوسو درہم پر زکوٰۃ ہوگی یعنی پانچ درہم اور بیس ایسی کسر ہے، جو خمس سے کم ہے وہ معاف ہے، اس کی زکوٰۃ نہیں آئے گی اور صاحبین کے نزدیک ان بیس پر بھی نصف درہم واجب ہوگی، یعنی دوسوبیس درہم پر ساڑھے پانچ درہم زکوٰۃ ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۶/۶۰ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبد اللطیف

(گذشتہ صفحہ حاشیہ) [۲] وفی تبر الذهب والفضة وحليهما وأوانيهما الزكاة الخ، هدايه على هامش الفتح ص۲۱۵ باب زكاة المال، فصل في الذهب، مطبوعه دار الفكر بيروت، تبيين الحقائق ص۲۷۷ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان، در مختار على هامش الشامي ص۲۲۷ ج۳ باب زكاة المال مطبوعه زكريا.

(صفحہ ہذا کا حاشیہ) [۱] وفي كل خمس بحسابه ففي كل أربعين درهما درهم وفي كل أربعة مثاقيل قيراطان ومابين الخمس إلى الخمس عفو وقالا: مازاد بحسابه قال ابن عابدين: يظهر أثر الخلاف فيما لو كان له مائتان وخمسة دراهم مضى عليها عامان قال الإمام: يلزمه عشرة (بقیہ اگلے صفحہ پر)

قرض کی زکوٰۃ

سوال:-ایک شخص نے اپنے زیورات قریب ایک ہزار روپیہ کی ملکیت کے ایک قریبی رشتہ دار کو جب کہ وہ بہت مصیبت میں مبتلا تھا، اس کے اصرار پر دیدیئے آج چھ سال سے زائد ہو چکے ہیں، مگر وہ زیورات یا اس کی رقم واپس نہ کرسکا تھوڑا عرصہ ہوا اس کا انتقال ہو گیا ہے متوفی کے لواحقین اوراولاد فی الحال اس قابل نہیں کہ ان زیورات کی رقم ادا کرسکیں، گویا کہ زیارہ تر مایوسی نظر آتی ہے کیا اس صورت میں زیورات کے مالک پر زکوٰۃ واجب الاداء ہے، اور بعد ادائیگی کے مالک کو گذشتہ ایام چھ سال کی ادائیگی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

فی الحال اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں اگر وصول نہ ہوتو اس کی زکوٰۃ بالکل ساقط ہوجائے گی اگر وصول ہوجائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی اگر ایک دم وصول نہ ہوتو کم ازکم بقدر چالیس درہم (ایک نصاب کا پانچواں حصہ) وصول ہونے پر اتنی مقدار کی زکوٰۃ لازم ہے اور گذشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہوگی، ہر سال کی زکوٰۃ ادا کرنے پر بقیہ رقم کو دیکھا جائے گا، اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی تمام سالوں کی اس مجموعہ ایک ہزار پرزکوٰۃ لازم نہ ہوگی، بلکہ اس مجموعہ پر صرف ایک سال کی لازم ہوگی، اور جس قدر لازم ہوگی اس کو منہا کرنیکے بعد جو رقم بچی ہے ایک سال کی اس پر لازم ہوگی اور بقدر لازم منہا کر کے بقیہ پر تیسرے سال کی لازم ہوگی اسی طرح تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب ہوگا: **وتجب عند قبض أربعين درهما مِن الدين القوى كقرض**

(**گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ**)وقالا: خمسة لأنه وجب عليه فى العام الأول خمسة وثمن فبقى السالم من الدين فى الثانى نصاب الاثمن وعنده لازكاة فى الكسور فبقى النصاب فى الثانى كاملاًالخ. شامى كراچى ص:۲۹۹، ج:۲، باب زكاة المال، شامى زكريا ص۲۲۹ ج۳ البحر الرائق ص۲۲۶ ج۲ باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص۲۰۳،۲۰۴ ج۱ باب زكاة الذهب والفضة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

وبدل مال تجارة فكل ماقبض أربعين درهما يلزمه درهم اهـ درمختار رجل له ثلث مأة درهم دين حال عليها ثلاثة أحوال فقبض مائتين فعند ابى حنيفة رحمة الله عليه يزكى للسنة الاولىٰ خمسة للثانية والثالثة أربعة أربعة من مائة وستين ولا شئ عليه فى الفضل لأنه دون الأربعين. رد المحتار[1] ج: ۲، ص: ۵۳.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

قرض پر زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص نے کسی کو دو ہزار روپیہ قرضِ حسنہ دیا ہے، اور اسکے ادا کرنے کی امید ہے لیکن چار سال سے اب تک کچھ بھی پیسے قرض میں ادا نہیں ہوئے، آیا جس شخص نے قرض دیا ہے اسپر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ دینا ہو تو اسکی کیا شکل ہے؟ مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس قرض کے وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا، جتنے سال میں وصول ہو ہر سال کی زکوٰۃ دے گا۔ کذا فی رد المحتار[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] شامی نعمانیه ص:۳۵، ج:۲، باب زكاة المال شامی کراچی ص:۳۰۵، ج:۲، قبيل مطلب فى وجوب الزكاة فى دين المرصد، شامی زكريا ص۲۳۶،۲۳۷ ج۳ البحر الرائق ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكوٰة، مطبوعه كراچی، مراقی الفلاح على هامش الطحطاوی ص ۵۸۹ كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، تاتارخانية ص ۳۰۵ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى زكاة الديون، مطبوعه إدارة القرآن كراچی.

[2] رجل له ثلث مائة درهم دين حال عليها ثلاثة احوال فقبض مائتين فعند أبى حنيفة يزكى للسنة الأولىٰ خمسة وللثانية والثالثة أربعة اربعة من مائة وستين. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

دینِ قوی اور دینِ ضعیف

سوال:- ہمارے یہاں نیپالی لوگ آتے ہیں اور مال لے جاتے ہیں قیمت کبھی کبھار تو آٹھ دس سال تک دیتے ہیں یہ مسئلہ معلوم ہے کہ سوداگری کے مال کی قیمت قرض قوی کی صورت ہے، جیسا کہ بہشتی زیور میں لکھا ہے اور اس کا حکم بھی یہی ہے، کہ جب وہ روپے وصول ہوجائیں تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا ہوگی، حساب سے۔ لیکن ہمارے یہاں صورت یہ ہے کہ نیپالی لوگ دوسری حکومت کے رہنے والے ہیں، جن پر نہ ہم دعویٰ کرسکتے ہیں نہ کوئی کچہری عدالت کرسکتے ہیں اور وہ لوگ دس دس بارہ بارہ چودہ چودہ دن کا سفر کرکے آتے ہیں اسلئے ہم خود وہاں جاکر وصول نہیں کرسکتے، اور اگر بالفرض وہاں پہنچ بھی جائیں تو اخلاقی طریقہ پر وصول کرسکتے ہیں، لیکن غیر حکومت ہونے کی وجہ سے کوئی زبردستی نہیں کرسکتے، اب ان کی مرضی ہے دیں یا نہ دیں، ہم اتنے کمزور ہیں کہ ان سے جبراً وصول نہیں کرسکتے، تو سوال یہ ہے کہ ہمارا قرض، قرضِ ضعیف کی صورت ہوگا، جس کا حکم یہ ہے کہ اگر وصول شدہ قرض بقدرِ نصاب ہے اور اس پر سال وصول کے وقت سے گذر جائے تب زکوٰۃ فرض ہوگی یا قرضِ قوی کی صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ دَین اس صورت میں بھی دَین قوی ہے، اسکے وصول ہونے کا آپکو پورا اطمینان ہے (اگرچہ دیر میں ہو) ورنہ آپ ان لوگوں کے ہاتھ اپنا مال فروخت نہ کرتے اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو دین قوی کا ہوتا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۳۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۱/۵/۹۲ھ

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) شامی کراچی ص: ۳۰۵، ج:۲، قبیل مطلب فی وجوب الزکاۃ فی دین المرصد، شامی زکریا ص۲۳۷ج۳ عالمگیری ص۱۷۶ج۱ کتاب الزکاۃ، قبیل الباب الثانی فی صدقة السوائم، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، تاتارخانیة ص۳۰۵ج۲ الفصل الثالث عشر فی زکاة الدیون، مطبوعه إدارة القرآن کراچی. (صفحہ ہذا کا حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اداءِ زکوٰۃ کے وقت کس قیمت کا اعتبار ہوگا؟

سوال:- سونا چاندی کے زیورات کی زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے جب کہ خرید کے وقت سونا چاندی کی قیمت اس وقت کے حساب سے بہت کم تھی چنانچہ خرید کے زمانہ میں سونا ۲۴/ روپیہ بھر کے حساب سے ملتا تھا اور اب ۱۱۵/روپیہ بھری ملتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

سونا چاندی دونوں وزنی چیز ہیں، ان میں نصاب اور اداءِ زکوٰۃ ہر دو کیلئے وزن کا اعتبار ہوگا، قیمت کا اعتبار نہیں ہوتا، لہٰذا اگر دونوں کا نصاب کامل ہو تو دونوں کی زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ دیدیا جائے، خواہ قیمت کچھ ہو، البتہ اگر سونا چاندی زکوٰۃ میں دینا مقصود نہ ہو تو ادا کرتے وقت جو قیمت قدرِ زکوٰۃ کی ہو اسکی کوئی اور شیٔ دیدی جائے مثلاً اگر قدرِ زکوٰۃ دو تولہ سونا واجب ہو تو یا دو تولہ سونا دیا جائے یا اتنی مالیت کی دوسری چیز دی جائے، غرض مستحق زکوۃ کے پاس دو تولہ سونے کی مالیت کا پہنچنا ضروری ہے تب زکوٰۃ ادا ہوگی، خریدتے وقت سونے کی قیمت کا اعتبار نہیں: **والمعتبر وزنهما أداءً ووجوبًا لاقيمتهما اهـ درمختار أى من حيث الأداء يعنى يعتبر أن يكون المودى قدر الواجب وزناً الخ وأجمعوا أنه لوأدّى من خلاف جنسه إعتبرت القيمة**[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ)[1] واما سائر الديون المقربها فهى على ثلاث مراتب عند أبى حنيفة رحمة الله عليه ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لابدلاً عن شئ لازكاة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول إلى قوله وقوى وهو مايجب بدلا عن سلع التجارة إذا قبض أربعين زكى لمامضٰى، الهنديه ص:۱۷۵، ج:۱، الباب الأول، كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، البحر الرائق ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكوٰة، مطبوعه سعيد كراچى، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [1] شامى نعمانى ص:۳۰، ج:۲، باب زكاة المال. شامى كراچى ص:۲۹۷، ج:۲، شامى زكريا ص۲۲۷ ج۳ البحر الرائق ص۲۲۷ ج۲ باب زكاة المال، مطبوعه سعيد كراچى، تبيين الحقائق ص۲۷۸ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه امداديه ملتان.

۱ھ شامی ص: ۴۰، ج: ۲. فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۲ رشوال ۶۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۳ رشوال ۶۵ھ

نصاب زکوٰۃ روپے کے اعتبار سے

سوال: -کم سے کم کتنے روپے پر زکوٰۃ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنے روپے میں ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جاسکے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

دفینہ پر زکوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے قبل مسجد کا صحن بنوانا

سوال: -ایک بڑھیا نے پہلے زمانہ میں چار ہزار روپیہ دفن کئے اور لڑکوں سے کہہ دیا تھا میرے بعد نکال لینا، اب بڑھیا کے انتقال کے بعد بھائیوں نے اس مدفون کو نکالا، وہ سکہ بارہ ہزار کا ہوا، اس میں سے ایک بھائی نے اپنا حصہ لے لیا، باقی تینوں نے اپنا حصہ مسجد میں دیدیا جس سے صحن بنوایا گیا تو اب اس مدفون پر زکوٰۃ واجب تھی یا نہیں؟ اور اس صحن پر نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

خود اس بڑھیا کے ذمہ زکوٰۃ واجب تھی، اسکے انتقال کے بعد اسکے لڑکے مالک ہوئے،

---

[۱] فإن بلغت قيمتها مأتى درهم من أدنى الدراهم التى تجب فيها الزكوٰة وهى التى الغالب عليها الفضة تجب فيها الزكوٰة وإلا فلا الخ، بدائع زكريا ص۱۰۳ ج۲ كتاب الزكاة، فصل وأما صفة النصاب فى الفضة، عالمگیری دار الكتاب ص۱۷۹ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الأول، النهر الفائق ص۴۳۹ ج۱ باب زكاة المال، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

اسوقت سے سال بھرگذرنے پر حسبِ ضابطہ شرعیہ ان کے ذمہ واجب ہوگی، اس فرشِ صحن میں نماز درست ہے، سال سے پہلے مسجد میں دینے سے زکوٰۃ واجب نہیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوٹ کی زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی کے پاس سوروپے کا نوٹ ہے تو اس کی زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے، یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب حامداًومصلیاً

خواہ ڈھائی روپیہ دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی دے خواہ ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت کی کوئی اور شئ دیدے سب جائز ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نوٹ پر زکوٰۃ

سوال:- آج کل روپیہ دوروپیہ کے نوٹ کا رواج عام ہوگیا ہے، چاندی کا روپیہ نہیں رہا، بعض لوگ عذر کرتے ہیں، کہ زکوٰۃ تو سونے چاندی یا اس کے سکہ پر ہے ہمارے پاس سونا چاندی یا اس کا سکہ نہیں ہے، نوٹ ہیں جو وجوب زکوٰۃ کے حکم میں نہیں، نیز یہ کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت علماء

[1] وشرطه أی شرط افتراض أدئها حولان الحول وهو فی ملكه الدرعلی ردالمحتار كراچی ص:۲٦۷، ج:۲، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۴ ج۱ اول كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه، بحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة.

[2] والمعتبر وزنهما أداء ووجوبا أی من حيث الأدی واجمعوا أنه لو أدی من خلاف جنسه اعتبرت القيمة. شامی كراچی ص:۲۹۷، ج:۲. باب زكاة المال، بحر كوئٹه ص۲۲۷ ج۲ باب زكاة المال، النهرالفائق ص۴۳۸/۱، باب زكاة المال، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

فرماتے ہیں کہ چاندی کے روپے یا سکہ دھات وغیرہ سے نوٹ بدل کر زکوٰۃ ادا کرو، جب نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، تو پھر اس پر زکوٰۃ کیسے واجب ہوتی ہے؟ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نوٹ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں اور نوٹ سے زکوٰۃ ادا بھی ہوسکتی ہے یا نہیں یا نوٹ کو دوسرے سکے دھات وغیرہ سے بدل کر زکوٰۃ ادا کریں شرعاً کیا حکم ہے۔

(ب) بعض حضرات علماء فرماتے ہیں کہ نوٹ دراصل سکہ نہیں بلکہ روپیہ کی رسید ہے، اگر پھٹ جائے یا خراب ہوجائے تو نمبر دکھانے سے دوسرا مل جاتا ہے، اس کا روپیہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے، جو گورنمنٹ کے ذمہ ہوگیا اور چونکہ یہ رسید ہے سکہ نہیں ہے اس لئے اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، چونکہ زکوٰۃ میں نوٹ دینا مال دینا نہ ہوا رسید دینی ہوئی، اس جواب پر مندرجہ ذیل شبہات پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) نوٹ کے ساتھ یہ تخصیص کہ اگر خراب ہوجائے یا پھٹ جائے تو نمبر دکھانے سے مل جاتا ہے، اسی طرح روپیہ نقرئی بھی اگر خراب ہو یا ٹوٹ جائے تو گورنمنٹ اس کے بدلنے کی ذمہ دار ہوتی ہے، اس لئے صرف نمبر دکھا کر بدلنے کو رسید قرار دینا کیونکر درست ہوا؟ جب کہ چاندی کے روپے خراب ہونے یا ٹوٹ جانے کی صورت میں بھی دوسرا مل جاتا ہے، اس صورت میں یا تو روپے کو بھی رسید قرار دیا جائے، ورنہ نوٹ کو بھی سکہ رائج الوقت قرار دے کر زکوٰۃ کا لین دین مثل چاندی، سونے کے درست قرار دیا جائے۔

(۲) یہ کہ گورنمنٹ کا کوئی اس طرح اعلان نہیں جس سے یقین کرلیا جائے کہ نوٹ واقعی رسید ہے، سکہ نہیں، بلکہ حکومت کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ بجائے نوٹ کے مٹی یا گارے یا کپڑے وغیرہ کے سکے چلا دے، اگر بالفرض ومحال یہ تسلیم کرلیا جائے، کہ گورنمنٹ کے ذمہ قرض ہے تو گورنمنٹ کے قرض کی ذمہ دار اس کی رعایا ہوا کرتی ہے، جیسے ہندوستان سے کروڑہا روپیہ قرض کا وصول کیا جاتا ہے، تو جب بہرصورت رعایا ہی مقروض ہوتی ہے تو پھر مسلمان رعایا کے پاس خواہ چاندی ہو یا

سونا یا نوٹ مقروض ہونے کی صورت میں اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہ ہونی چاہئے۔

(۳) اب جب کہ بعض علماء کرام نوٹ کو رسید قرار دے چکے تو ادائیگیٔ زکوٰۃ کی صورت ملاحظہ فرمائیں کہ روپیہ لے کر ریز گاری میں، یا نوٹ سے غلہ، کپڑا وغیرہ خرید کر دیں یا کہ مال دیا جائے، تب زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ، قربانی کی کھال کی قیمت ادا ہوگی جس کی آسان صورت یہ بتلائی گئی کہ اگر کسی شخص کو دس روپیہ کے نوٹ زکوٰۃ میں دینا ہے تو اس روپیہ کا کوئی مال خرید کر مثلاً کپڑا، غلہ، کتابیں وغیرہ مسکین کو دیدو اس سے کہو کہ اس کو تم بازار میں فروخت کرو گے تو اگر تمہارا جی چاہے تو ہمیں فروخت کردو، تو دس روپے کے نوٹ دے کر اس کو خرید لو، اس کو نوٹ دیدو۔ وہ شیٔ پھر سے قبضہ میں آگئی، اس فرمان عالی پر عرض ہے کہ موجودہ روپے یا سابق چاندی کا روپیہ یا ریز گاری کا اتنا قحط ہے کہ شہر اور دیہات میں کسی زائد قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہوسکتی، اب صرف نوٹ ہیں اس شکل میں خواص کا تو ذکر ہی نہیں عام مسلمان جو پہلے سے تنگدلی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس قدر احتیاط کس طرح کر سکتے ہیں تو اس صورت ادائیگی میں خطرات ہیں کہ کہیں عام مسلمان زکوٰۃ دینا ترک نہ کردیں۔

(۴) ریز گاری کی قلت کی وجہ سے نوٹ کے بارہ آنے یا چودہ آنے دینا لینا سودی لین دین میں شامل ہے یا نہیں، جب کہ قانوناً ہر نوٹ اور روپے کے سولہ آنے مقرر ہیں، تو حکم شرعی کیا ہے؟ اس کا مرتکب کس گناہ میں شامل سمجھا جائے گا۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نوٹ خود چاندی یا سونے کا سکہ نہیں ہے بلکہ یہ اس کی رسید جو گورنمنٹ یا بینک کے ذمہ بطور قرض موجود اور اس کی وصولیابی پر اس نوٹ کے ذریعہ قدرت حاصل ہے، لہٰذا درحقیقت اس مال پر زکوٰۃ واجب ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کی یا اس کی قیمت کی کوئی شیٔ غلہ، کپڑا وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کریں تاکہ بالیقین زکوٰۃ ادا ہوجائے، اگر زکوٰۃ میں نوٹ دیا اور مصرف زکوٰۃ فقیر نے اس کے عوض

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Sone Chanadi & Naqdi Ki Zakat

سکہ، غلہ وغیرہ کوئی مال حاصل کرلیا تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، لیکن اگر وہ نوٹ فقیر سے ضائع ہوگیا، مثلاً جل گیا، گل گیا، گم ہوگیا، یا اس نے کسی کرایہ پر یا اجرت وغیرہ میں دیدیا یا اس کے ذریعہ سے اپنا قرض ادا کردیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[1]۔

(ب) روپیہ میں فی حد ذاتہ خود مال موجود ہے اگر گورنمنٹ کی طرف اسکے بدلنے کی ذمہ داری نہ ہوتو اسکی قیمت ہی کچھ نہیں، لہٰذا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، آج کل چھوٹے نوٹ پر ایسی عبارت درج نہیں بڑے نوٹ پر اب بھی درج ہے، یہ فرض محال نہیں، بلکہ حقیقت نفس الامری ہے گورنمنٹ کے ذمہ رعایا کا قرض ہے جسکی رسید نوٹ ہے اور اسکے ذریعہ سے رعایا کو گورنمنٹ قرض دیکر وصول کرتی ہے، یہ نہیں کے رعایا کہ ذمہ گورنمنٹ کا کوئی قرض نہیں جس کی وجہ سے رعایا کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط کردیجائے، اور جنگ کا روپیہ جو گورنمنٹ لیتی ہے وہ بھی قرض لیتی ہے، بعد اختتام جنگ اسکی واپسی کا وعدہ کرتی ہے، اس سے رعایا مقروض نہیں ہوئی، پھر اسکے ذمہ سے زکوٰۃ کیوں ساقط ہو۔

(۳) اگر ہر شخص کو یہ صورت سہل نہیں، جس قدر زکوٰۃ واجب ہے، اس کا کوئی مال خرید کر فقیر کو

---

[1] یہ اس وقت کا حکم ہے جب چاندی کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا، اور نوٹ کے رواج کی ابتداء تھی اس وقت ہمارے اکابر کی رائے یہی تھی چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۲۵ زکوٰۃ کے مسائل طبع محمودیہ دیوبند، امداد الفتاویٰ ص ۲ ج ۲ کتاب الزکاۃ، ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند، فتاوی مظاہر علوم ص ۵۵ زکوٰۃ، طبع شعبہ نشر واشاعت سہارنپور، امداد المفتین ص ۴۵۱ زکوٰۃ، طبع کراچی، عزیز الفتاویٰ ص ۳۴۸ باب زکوٰۃ النقدین، طبع کراچی ان سب فتاویٰ میں نوٹ کو سند ہی قرار دیا گیا ہے، اب نوٹ کا رواج عام ہوگیا ہے اور روپیہ معدوم ہو چکا ہے لوگوں کے تمام معاملات زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ کی ضروریات نوٹ ہی سے پوری ہوتی ہیں اس لئے موجودہ دور کے اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ نوٹ سکۂ رائج الوقت کے حکم میں ہے اور نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی استعمال میں لانے پر موقوف نہیں ہوگی بلکہ فقیر کے قبضہ میں پہونچتے ہی فی الفور زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔ (فقہی مقالات ص ۳۰ ج ۱ کرنسی نوٹ اور زکوٰۃ، حاشیہ امداد الفتاویٰ ص ۲ ج ۲ طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند، آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۲۷۲ ج ۳ زکوٰۃ، زکریا دیوبند۔

دیدیا جائے، ریز گاری اگرنہیں ملتی تو مال تو ملتا ہے اس میں کیا اشکال ہے، نوٹ کے ذریعہ سے بازار میں بہت مال ملتا ہے۔

(۴) نوٹ کے عوض کمی زیادتی جائز نہیں، روپیہ کے عوض کمی زیادتی درست ہے ریزگاری روپے خالص بیع صرف نہیں، البتہ اگر ایک جانب خالص چاندی یا غالب چاندی ہو اور دوسری طرف بھی ایسا ہی ہو تو مساوات شرط ہے ورنہ چاندی کے مقابلہ میں چاندی اور کھوٹ یا دوسری دھات کے مقابلے میں کھوٹ یا چاندی یا دوسری دھات ہونے سے بیع درست ہو جائیگی[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ جامع العلوم کانپور

نوٹ سے زکوٰۃ

سوال:-(۱) مد زکوٰۃ کے روپئے مدرسہ کے غریب فنڈ میں جس سے غریب طلبہ کی خرچ برداری کی جاوے داخل کردینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں یا کہ حیلہ کرنا ہوگا، آپ کے مدرسہ میں اس کا کیا طریقہ ہے؟

(۲) امداد الفتاویٰ میں مرقوم ہے کہ زکوٰۃ، فدیہ، فطرہ وغیرہ میں نوٹ دینے سے ادا نہیں ہوتی، بوجہ حوالہ ہونے کے، کیونکہ نوٹ عین روپیہ نہیں بلکہ سند ہے، جب بیت المال میں اس کو داخل کردے روپیہ مل جاوے اس پر موجودہ حالت سے یہ شبہ ہوتا ہے، کہ اب تو یہ نوٹ بعینہٖ روپیہ ہوگا، غایۃ الامر اتنا ہوتا ہے کہ زیادہ رقم کے نوٹ دینے سے وہ ایک روپیہ والا نوٹ دیدیتا ہے، اس معذوری کی وجہ سے نوٹ سے زکوٰۃ وغیرہ ادا ہونے کا حکم ہوگا یا نہیں؟

---

[1] وما غلب فضته وذهبه فضة وذهب فلا يصح بيع الخالص به ولا بيع بعضه ببعض الامتساويا وزناً والغالب الغش منهما فی حکم عروض فصح بيعه بالخالص ان کان الخالص أکثر وبجنسه متفاضلا. شامی نعمانی ص:۲۴۰، ج:۴. مطلب مسائل فی المقاصة. باب الصرف، تبيين الحقائق ص۱۴۰، ۱۴۱ ج۴ کتاب الصرف، طبع امدادیه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہمارے مدرسہ میں جو نوٹ زکوٰۃ میں آتے ہیں وہ بعینہٖ طلباء کو نہیں دیئے جاتے یا ان کو بھنا کر ریز گاری نقد وظیفہ کی صورت میں دیتے ہیں یا کپڑا خرید کر یا جوتہ خرید کر یا غلہ خرید کر اس کی روٹی پکا کر یا کتابیں خرید کر دیتے ہیں، اس سے بلاشبہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے[۱]۔

(۲) نوٹ خود روپیہ نہیں بلکہ حوالہ ہے جیسا کہ امداد الفتاویٰ میں ہے[۲]۔ اسلئے نوٹ کی کوئی شئے خرید کر زکوٰۃ میں دیجائے تا کہ زکوٰۃ ادا ہو جائے، اگر نوٹ زکوٰۃ میں دیا گیا تو اس سے زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ فقیر اس نوٹ کے عوض کوئی مال حاصل کر لے تب زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر فقیر سے وہ نوٹ کسی طرح ضائع ہو گیا، یا اسنے کسی ڈاکٹر کی فیس یا کرایہ ریل وغیرہ میں دیدیا یا اسکے ذریعہ سے قرض ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی نے زکوٰۃ میں نوٹ ادا کئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مدارسِ عربیہ میں اکثر لوگ بذریعہ ڈاک یا دوسرے ذرائع سے زکوٰۃ میں نوٹ ہی ادا کرتے ہیں، اس صورت میں زکوٰۃ کیسے ادا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ اپنی اصل کے اعتبار سے حوالہ اور سند ہے (مال نہیں) لیکن اس دور میں تقریباً روپیہ

---

[۱] ویجوز دفع القیم فی الزکاۃ عندنا (ھندیہ کوئٹہ ص ۱۸۱ ج ۱ کتاب الزکاۃ، الباب الثالث فی زکاۃ الذھب والفضۃ، مسائل شتی الدر مع الشامی کراچی ص۲۸۵ ج۲ باب زکاۃ الغنم، ھدایہ ص ۱۹۲ ج ۱ کتاب الزکاۃ باب صدقۃ السوائم، فصل فی مالا صدقۃ فیہ، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[۲] امداد الفتاویٰ ص:۳، ج:۲، کتاب الزکاۃ، طبع ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند.

[۳] اصل حکم نوٹ کا یہی ہے، لیکن اب اس کا رواج اور تعامل بالکل روپیہ کی طرح سے ہے، اور یہی اب نقد کے حکم میں ہو گیا، حوالہ نہیں رہا، اب نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔۱۲

معدوم ہے، سب کاروبار نوٹ سے ہی ہوتا ہے، اور سب جگہ نوٹ ہی بلا تردد روپیہ کے قائم مقام بلکہ روپیہ سے زیادہ قابلِ قدر شمار ہوتا ہے، اس لئے اب نوٹ کے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۸۸ھ

نوٹ کے ذریعہ زکوٰۃ کی ادائیگی

ملفوظات حصہ ہفتم ص: ۳۰۵ رسالہ المبلغ ۸/جلد ۱۳/ بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۶۱ھ ملفوظ ۴۴۶

ایک نواب صاحب نے بذریعہ تحریر یہ مسئلہ دریافت کیا کہ آج کل روپیہ تو ملتا نہیں صرف نوٹ ملتا ہے، جس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی ایسی صورت میں زکوٰۃ کس طرح ادا کیجائے؟

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا کہ زکوٰۃ غلہ و دیگر اشیاء سے بھی ادا ہو سکتی ہے، پھر زبانی فرمایا کہ یہ فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

اشکال: اب تک زکوٰۃ کے ادا کرنے کا یہ عمل رہا ہے کہ بذریعۂ منی آرڈر مدارس میں دوسری جگہ زکوٰۃ ارسال کی گئی، اور نوٹ ڈاک خانہ میں آ گئے اور وہاں ڈاکخانہ سے نوٹ وصول کئے گئے تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو گذشتہ عمل کی درستی کی کیا صورت ہو سکتی ہے، اور آئندہ کس صورت سے زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یا جس شخص غیر مستحق زکوٰۃ کو اصالتاً زکوٰۃ دی گئی اور اسکو نوٹ دیا گیا، اور اسکو یہ نہیں بتلایا گیا کہ یہ بمد زکوٰۃ ہے کیونکہ بتلانا مناسب نہیں تھا، اب اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اسکی درستی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۲) ہم ملازمین کو تنخواہ میں نوٹ ہی ملتے ہیں اور نوٹ ہی ہم لوگوں کی جائداد ہے، چاندی یا سونا یا روپیہ نہیں ہے، تو نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے تو اس کی ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

(۳) آج کل جو روپیہ ملتا ہے اس میں بھی چاندی نہیں ہوتی، تو اس کا حکم مثل نوٹ کے ہے یا مثل چاندی کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نوٹ روپیہ نہیں بلکہ رسید اور حوالہ ہے نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ فقیر سے ضائع نہ ہو بلکہ وہ اپنے تحصیلِ مال میں صرف کرے، خواہ اس کا روپیہ بنالے یا اس کے ذریعہ سے کوئی اور شئ خرید لے اگر خود نوٹ فقیر سے ضائع ہو گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی لہٰذا اگر کسی مقام پر یہ علم ہو جائے کہ فلاں فقیر سے زکوٰۃ میں دیا ہوا نوٹ ضائع ہو گیا ہے، تو اتنی مقدار زکوٰۃ دوبارہ دی جائے، ورنہ گذشتہ ادا کی ہوئی زکوٰۃ کی تجدید کی ضرورت نہیں[1]۔

(۲) نوٹ اگر چہ خود روپیہ نہیں ہے، لیکن ایسے قرض کی رسید ہے جس پر ہر وقت قدرت ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے جو ادائیگی کی صورت دوسرے مال کی زکوٰۃ میں ہے وہی نوٹ میں ہے۔

(۳) اس روپیہ میں اگر چاندی کم ہے، لیکن قیمت میں بالکل چاندی کے برابر ہے لہٰذا جو حکم خالص چاندی کے روپیہ کا ہے، وہی اس کا ہے قیمت کے اعتبار سے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۸/۶۱ھ

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۹/شعبان ۶۱ھ

---

[1] یہ حکم اس وقت کا ہے جب نوٹ کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا اب نوٹ ہی بمنزلہ روپیہ کے ہے، لہٰذا اس کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، کوئی شخص اگر ایک ہزار کے روپئے بینک سے لینا چاہے تو نہیں ملتے۔۱۲

[2] وما غلب غشه منهما يقوم كالعروض (در مختار) وحاصله أن ما يخلص منه نصاب أو كان ثمنا رائجا تجب زكاته سواء نوى التجارة اولا (شامی کراچی ص ۳۰۰ ج ۲ باب زكاة المال، بحر كوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ باب زكاة المال، هنديه كوئٹه ص ۱۷۹ الباب الثالث فى زكاة الذهب والفضة والعروض.

نوٹ اور ریزگاری سے زکوٰۃ

سوال:- زید کے پاس ایک ہزار روپیہ کے نوٹ ہیں، وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے، زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے پہلا روپیہ جس میں چاندی غالب تھی نہیں ملتا، ذیل کی چار صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جاسکتی ہے۔

(۱) زکوٰۃ نوٹ سے ہی ادا کردی جائے، اس صوت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ادا ہوگی تو کیا پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی، یا کسی قید کے ساتھ؟

(**نوٹ**) نوٹوں کی اور دیگر مال مثل نقدی یا زیور وغیرہ کی زکوٰۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہے یا مطلقاً زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

(۲) نیا سکہ جواب جاری ہوا (اس میں چاندی محض چار آنہ بھر ہوتی ہے) اس سے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اس سے زکوٰۃ پہلے روپیہ کی طرح بلا قید ادا ہوگی یا مشروط طریق سے اور وہ شرائط کیا ہیں؟ کیا اس روپیہ سے زکوٰۃ مطلق ادا ہوجائے گی یا بموجبِ جنس مال (یعنی نوٹ زیور نقد) زکوٰۃ ادا کرنے میں کچھ فرق ہوگا اور وہ فرق کیا ہے؟

(**نوٹ**) اس روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں یہ شبہ ہے کہ یہ روپیہ چاندی نہیں، کیونکہ اس میں صرف چار آنہ کی مقدار چاندی ہے اور باقی دوسری دھات یعنی کھوٹ اور چاندی اگر غیر چاندی سے مل جائے، اور غیر چاندی کا عنصر غالب ہو تو مرکب پر چاندی کا حکم نہیں لگایا جاتا ہے بلکہ وہ اسباب کے حکم میں ہے۔

اور ظاہر بات ہے کہ نیا روپیہ پہلے کھرے روپیہ کی قیمت کا ہی نہیں بلکہ اس سے کم قیمت ہے، اگر کہا جائے کہ نیا روپیہ سرکاری طور پر پہلے کھرے روپیہ کا قائم مقام ہے، پہلے اسے کھرے روپیہ کی قیمت سمجھ کر اس کو زکوٰۃ میں دینا درست ہوگا تو اسی طرح نوٹ بھی تو سرکاری طور پر کھرے روپیہ کی قیمت قرار دیا گیا ہے، پس زکوٰۃ میں روپیہ کے بجائے اگر نوٹ دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجانی

چاہئے، اگر اندریں صورت بھی نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو اس مروجہ روپیہ میں اور نوٹ میں کیا فرق ہے؟

(۳) پیسوں سے یا غیر چاندی اکنیوں، دونیوں، چونیوں سے زکوٰۃ ادا کرے اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ان کی ادائیگی بلا قید طریقہ سے ہے اور قیود کیا ہیں اور اس میں وہ تمام باتیں ملحوظ ہوں گیں جو نئے روپے کی بحث میں گذرا، اس میں اور نئے روپے میں فرق ہے تو کیا؟

(۴) چاندی خرید کر زکوٰۃ ادا کرے اس میں مشکل یہ ہے کہ چاندی خریدتے وقت کھوٹی اور کھری چاندی میں فرق دشوار ہے ہر شخص نہیں کرسکتا، زکوٰۃ لینے والے کو بھی نقصان براہِ مہربانی تمام صورتوں پر غور فرمایا جائے اور بالوضاحت جواب تحریر فرمایا جائے مع حوالہ کتب۔

نوٹ یا ریز گاری کی صورت میں اگر مال جمع ہو تو اس پر زکوٰۃ کیوں واجب ہے جب کہ براہِ راست نوٹ یا ریز گاری سے زکوٰۃ دے تو ادا نہیں ہوتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) نوٹ روپیہ نہیں مگر روپیہ کی سند ہے لہٰذا نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی بشرطیکہ مصرف کے پاس پہنچ کر مصرف اس کو اپنے کام میں صرف کرلے، اگر اس سے پہلے پہلے وہ نوٹ ضائع ہوگیا اور مصرف اس کو اپنے کام میں نہیں لا سکا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، نوٹ اور ہر قسم کے مال کی زکوٰۃ نوٹ کے ذریعہ سے ادا کرنا بشرطِ مذکور صحیح ہے[1]۔

(۲) نیا سکہ جو کہ اب جاری ہوا ہے، اس میں چاندی مغلوب ہے اور دوسری دھات غالب ہے، لیکن بحیثیت ثمنیت ورواج پہلے روپیہ میں اور اس میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا جس طرح پہلے روپیہ سے زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے، اسی طرح اس سے بھی بلا تأمل درست ہے اور جس طرح پہلے روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، اسی طرح اس پر بھی واجب ہوتی ہے فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے روپیہ میں چاندی غالب ہونے کی وجہ سے وجوباً واداءً وزن کا اعتبار ہوگا، اور نئے روپیہ میں قیمت کا اعتبار

[1] یہ حکم اس وقت کا ہے، جب نوٹ کا روپیہ عام طور پر ملتا تھا اب نوٹ ہی بمنزلہ روپیہ کے ہے۔

ہوگا: وکان الشیخُ ابوبکر محمّد بن الفضل رحمة اللّٰہ علیه یوجب الزکٰوة فی الغطریفیة والعادلیة فی کل مائتی درهم خمسةُ دراهم عددًا لأنَّ الغش فیها غالب فصارا فلوساً فوجبَ اعتبارُ القیمة فیه لا الوزنُ اھ زیلعی شرح کنز ص: ۲۷۹ ج: ۱ قال الشلبی فی هامشه روی الحسن رحمة اللّٰہ علیه عن ابی حنیفة انّ الزکٰوةَ تجب فی الجیاد من الدراهم والزیوف والنبهرجة قال لانَّ الغالب فیها الفضة کلها وما یغلب فضة علیٰ غشه یتناوله اسم الدراهم مطلقاً والشرع اوجب باسم الدراهم وان کان الغالب هوالغش والفضة فیها مغلوبة فان کانت رائجة او یمسکها للتجارة تعتبر قیمتها فان بلغت قیمتها مائتی درهم من ادنیٰ الدَّارهم التی تجب فیها الزکٰوة وهی التی الغالب علیها الفضة تجب فیها الزکٰوة والاّ فلا اھ بدائع. وان لم تکن رائجة ولا معدة للتجارة فلا زکٰوة فیها الا ان یکون ما فیها من الفضّة یبلغ مائتی درهم بان کانت کثیرة[1] اھ المسئلةُ مذکورة فی الدرالمختار وردالمحتار[2] ص:۴۷ ج:۲، والدر المنتقی ومجمع[3] الانهر ص:۲۰۶، ج ۱ والهندیه[4] ص: ۱۷۹، ج: ۱.

اس روپیہ میں اورنوٹ میں فرق یہ ہے کہ یہ روپیہ سرکاراور رعایا سب کے نزدیک روپیہ اورسکہ ہے، جس کی قیمت ۱۶/ ہے اورنوٹ کسی کے نزدیک بھی روپیہ یا سکہ نہیں نہ اس کی قیمت ۱۶/ ہے بلکہ یہ تو ایک سند اور رسید ہے جس کے ذریعہ سے حکومت یا بینک سے حسبِ معاہدۂ تحریر نوٹ ۱۶/ وصول ہوسکتے ہیں، اس لئے نوٹ کے ذریعہ سے زکوٰۃ مشروط بالشرط المذکور ہے اور روپیہ کے ذریعہ سے بلاشرط ہی ادا ہوجاتی ہے۔

---

۱ زیلعی شرح کنز مع حاشیه ص: ۲۷۹، ج: ۱، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، بدائع زکریا ص۱۰۳ ج۲ کتاب الزکاة، فصل واما صفة النصاب فی الفضة.

۲ الدر المختار مع الشامی ص: ۳۰۰، ج: ۲، کراچی، باب زکاة المال.

۳ الدرالمنتقی مع مجمع الانهر ص:۳۰۶–۳۰۷، ج: ۱، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۴ الهندیة ص: ۱۷۹، ج: ۱، الباب الثالث فی زکاة الذهب والفضة طبع کوئٹه.

(۳) زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اس میں قیمت کا اعتبار ہوگا، یعنی جس قدر چاندی وزن کے اعتبار سے لازم ہو اس کی قیمت جس قدر اکنیاں وغیرہ ہوں دیدی جائے، مثلاً اگر دو تولہ چاندی لازم ہو اور بازار میں دس تولہ چاندی فروخت ہوتی ہے تو بیس اکنّیاں یا دس دونیاں ادا کریں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی: **واجمعوا نه لوادّیٰ من خلاف جنسه اعتبرت القيمة اهـ رد المحتار[1] ص: ۴۵، ج: ۲.**

(۴) چاندی خرید کرا سکے ذریعہ سے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ نوٹ کے ذریعہ زکوۃ ادا ہو جاتی ہے **کما مر**. قربانی کی کھال کی قیمت اپنی بیٹی کو دینا درست نہیں بلکہ کسی اور مستحق زکوٰۃ کو دیدی جائے کیونکہ اس کا تصدق واجب ہے: **فان بدل اللحم او الجلد به ای بما ینتفع بالاستهلاک جاز ويتصدق به ولا يبيعه بالدّارهم لينفق الدّراهِمَ علىٰ نفسه وعياله اهـ مجمع[2] الانهر ص: ۵۲۱، ج: ۲.** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ ۲۵/۱۲/۶۰ھ

صحیح: عبداللطیف

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

روپے کی زکوٰۃ وزن سے ہے یا قیمت سے؟

سوال: -علم الفقہ جلد چہارم ص: ۳۲ میں تحریر ہے کہ روپیہ کی زکوٰۃ گنتی سے دینا خلافِ احتیاط ہے تو کیسے دینا چاہیئے اس قسم کی عبارت دوسری کتابوں میں بھی دیکھنے میں آئی، اس سے

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۹۷، ج: ۲، باب زکاة المال، تبیین الحقائق ص۲۷۸ ج ۱ باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، النهر الفائق ص۴۳۸ ج ۱ باب زکاة المال، طبع مکه مکرمه.

[2] مجمع الانهر ص: ۱۷۴، ج: ۴، کتاب الاضحیة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص ۳۰۱ ج۵ کتاب الأضحیة، الباب السادس فی بیان ما یستحب فی الأضحیة الخ تبیین الحقائق ص۸ ج۶ کتاب الأضحیة، امدادیه ملتان.

مفہوم ہوتا ہے کہ نصابِ زکوٰۃ میں روپے کی قیمت کا اعتبار نہیں، بلکہ وزن کا اعتبار ہے، لہٰذا اگر کسی کے پاس سو روپے ہیں جو وزن کے اعتبار سے سو تولہ ہوتے ہیں، جن کا چالیسواں حصہ ڈھائی روپیہ ہوا جن کا وزن ڈھائی تولے ہوا، ایسی صورت میں ڈھائی تولہ چاندی دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا ڈھائی روپے دینے چاہئیں۔؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بہتر یہ ہے کہ سو روپیہ کا وزن کر لیا جائے اور پھر اس کا چالیسواں حصہ وزن ہی کے اعتبار سے ادا کر دیا جائے خواہ روپیہ خواہ چاندی روپیہ پورا تولہ کا نہیں ہوتا بلکہ کچھ کم ہوتا ہے، نیز ہر روپیہ برابر نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں، اس میں نصف رقم مالک کی ہوتی ہے اور نصف ادارہ شامل کر کے اس کو محفوظ کر دیتا ہے مگر مالک کا اس پر قبضہ نہیں ہوتا ہے، اگر زکوٰۃ ہے تو مجموعہ پر ہے یا صرف اپنی رقم پر نیز بعد القبض سے زکوٰۃ کا حکم ہوگا، یا سال کے سال اپنی باقی رقوم کے ساتھ اس کا حساب شامل رکھا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار ادارہ شامل کرتا ہے اس پر ابھی تو ملک ہی ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا اس پر تو ابھی زکوٰۃ نہیں[2] جتنی مقدار تنخواہ سے وضع کی گئی ہے، اس پر بھی ابھی زکوٰۃ لازم نہیں[3]۔ بحث و تحقیق کے بعد

---

[1] والمعتبر وزنهما أداء ووجوبالا قيمتهما الدرعلى الرد كراچی ص:۲۹۷، ج:۲. باب زكاة المال، مجمع الأنهر ص۳۰۴ج۱ كتاب الزكاة، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، دار الكتب العلمية بيروت، النهر الفائق ص۴۳۸ج۱ باب زكاة المال، طبع مكه مكرمه. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اگر ہر سال اپنی وضع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کردی جائے تو یہ احتیاط وتقویٰ ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پراونڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ

سوال:- زید کا ایک ہزار روپیہ پراونڈنٹ فنڈ میں گورنمنٹ کے یہاں جمع ہے اور یہ روپیہ نوکری چھوڑنے پر ملتا ہے نیز اس پر سات سو روپے کا قرض بھی ہے تو اب اس ایک ہزار روپیہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب وہ روپیہ مل جائیگا تو اس پر گذشتہ کی زکوٰۃ لازم نہیں ہوگی، اور آئندہ جس قدر قرض سے فاضل بچے گا اس پر زکوۃ ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [2] وشرطه أى شرط افتراض أدئها حولان الحول وهو فى ملكه شامى كراچى ص:۲۶۷، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً، البحر الرائق ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة مطبوعه كوئٹه عالمگيرى ص۱۷۲ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول، زيلعى ص۲۵۲ ج۱ مطبوعه امداديه ملتان.

[3] وفى الضعيف لا تجب ما لم يقبض نصاباً ويحول الحول بعد القبض عليه الخ بحر ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه، عالمگيرى ص۱۷۵ ج۱ كتاب الزكاة الباب الاول، مطبوعه كوئٹه، درمختار على الشامى كراچى ص۳۰۹ باب زكاة المال.

(صفحہ ہٰذا) [1] امداد الفتاوى ص:۵۰، ج:۲، كتاب الزكاة ايضاح النوادر ص۱۳ج۲ مؤلفه مفتى شبير احمد صاحب.

[2] فلا زكاة على مكاتب ومديون للعبد بقدردينه فيزكى الزائد ان بلغ نصاباً الدر على الرد ص:۲۶۳، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً، كتاب الزكاة، سكب الأنهر ص۲۸۷ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت. وإن كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل اذا بلغ نصاباً الخ هدايه مع فتح القدير ص۱۶۰ ج۲ كتاب الزكاة دار الفكر بيروت.

پراونڈنٹ فنڈ اور زرِ ضمانت پر زکوٰۃ

سوال: - پراونڈنٹ فنڈ اور ضمانت کی رقوم جو زید کو کئی سال کے بعد ملی ہیں اور اب تک اس کے قبضہ میں نہیں تھیں، ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو کس طریقہ سے نکالی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زرِ ضمانت پر حسب ضابطۂ شرعیہ زکوٰۃ گذشتہ زمانۂ وصول سے قبل کی بھی لازم ہوگی[1] تنخواہ جمع شدہ پر گذشتہ کی زکوٰۃ لازم نہیں، وہ تو ایسی رقم ہے کہ گویا اب وصول ہونے پر ملک میں آئی ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۱۱/۹۲ھ

ختم ملازمت پر ملے ہوئے روپیہ کی زکوٰۃ

سوال: - زید ایک مسلمان کے فرم میں عرصہ ۲۳/سال سے کام کر رہا تھا، افسران اور منتظمین کی نیت خراب ہوئی اس کو نکالنا چاہا، چنانچہ ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ زید سخت کش مکش میں مبتلا ہو گیا، زید کا تبادلہ ۲۳/سال کے بعد ایک دم دہلی سے ہزار میل دور کر دیا گیا، اس نے بہت

---

[1] ولو كان الدين على مقرملئ أو على معسر أو مفلس فوصل الى ملكه لزم زكاة مامضى، الدرالمختار على ردالمحتار ص:۲۶۶، ج:۲، مطبوعه كراچى.

[2] ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لا بد لا عن شئ أو بفعله بد لا عما ليس بمال كالمهر لازكاة فيه عندهٗ حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول الهندية. ص:۱۷۵، ج:۱، الباب الأول كتاب الزكاة، شامى كراچى ص۳۰۹ ج۲ باب زكاة المال، بحر ص۲۰۷ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

کوشش کی کہ تبادلہ منسوخ ہوجائے، مگر کوئی سنوائی نہیں ہوئی، زید جب اس جگہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہاں پر کوئی کام نہیں ہے اور اس سے کہہ دیا گیا کہ آپ واپس جائیں چنانچہ زید چلا آیا، دو ماہ کے بعد زید کا تبادلہ اس سے بھی دور ۱۲۰۰/میل کر دیا گیا، پھر زید نے عدمِ تبادلہ کی بے انتہا کوشش کی مگر ناکام ہی رہا، کیونکہ افسران و منتظمین کی نیت دور بھیجنے کی ہی تھی، چنانچہ زید کو مجبور کیا گیا کہ یا تو دہلی چھوڑ کر باہر چلے جاؤ ورنہ استعفیٰ دیدو، زید نے بہت سارے اعذار پیش کئے کہ میری عدم موجودگی میں جو میرے بچے دہلی میں رہتے ہیں وہ برباد ہوجائیں گے ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کون کرے گا؟ لیکن سب عذر بیکار ہوئے اور مجبوراً زید کو استعفیٰ دینا پڑا، چنانچہ زید نے اپنے واجبات کی مکمل فوری ادائیگی کا مطالبہ کیا جواب ملا کہ ایک سال میں کی جائے گی اور اگر یکمشت فوراً چاہئے تو ۸۰۰/روپیہ کم کر کے ادا کئے جاسکتے ہیں چنانچہ زید نے منظور کر لیا، چونکہ شدید مالی پریشانی میں تھا، زید کی کل رقم کا میزان ۱۱۸۹۲ روپیہ ہوتا ہے، اس رقم سے خوشامد کرنے کے بعد ۵۰۰/نقد لیکر جب چیک دیا گیا حساب کتاب میں ۳۰۰ کم لگاتے ہیں اس طرح زید کی کل رقم سے ۸۰۰/روپیہ کم کر دیا گیا اور اپنے فرم کے حساب میں رقم کی ادائیگی مکمل ہی دکھا گئی، یہ رقم جو غصب کر لی گئی وہ زید کی محنتِ شاقہ اور اس کے بال بچوں کا حق تھا، ایسی صورت میں شریعت کا حکم ان افسران کے لئے کیا ہے؟

زید کو جو رقم ملی ہے اس میں ۳۰۰ منافع بھی شامل ہیں، اس رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یا نہیں؟ یا جو رقم ۵۰۰/۳۰۰/۸۰۰/افسران نے زبردستی بیکسی اور مجبوری سے فائدہ اُٹھا کر نقد حاصل کیا ہے اس کو زکوٰۃ کی حد میں سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا نصاب چاندی میں ۵۲½ تولہ ہے، اور سونا میں ۷½ تولہ ہے، پس جس رقم سے اتنی چاندی خریدی جاسکے، اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ اس رقم پر ایک سال گذر جائے اور ایک

سال کے ختم پر رقم بقدرِ نصاب موجود ہو، اگرچہ وہ نصاب والی رقم درمیان سال میں بقدرِ نصاب نہ رہے، بلکہ کچھ کم ہوجائے اور ذمہ میں اتنا دین بھی نہ ہو کہ دین کی ادائیگی میں کمی آجائے: **وسببه ملک نصاب حولی تام فارغ عن دَیْن لهٗ مطالبٌ من جهة العباد وفارغ عن حاجته الاصلية[1] وشرط کما ل النصاب فی طرفی الحول فلا یضرنقصانه[2] بینهما کذا فی درمختارعلیٰ هامش ردا لمحتار ص: ۵، ۶، ج: ۲.**

ظاہر ہے کہ فرم کے افسران و منتظمین نے زید کا مال ناحق اور باطل طریقہ پر لیا جس کی حرمت نصوصِ شرعیہ میں موجود ہے: **کما قال اللّٰه عزوجل یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطلِ اِلاَّ ان تکون تجارة عن تراضٍ منکم**[3] (الآیۃ)

حرام مال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کتبِ احادیث میں موجود ہیں، ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک لقمہ حرام بھی جو منہ تک پہنچ جاتا ہے اس کے وبال سے ۴۰ روز تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، اگر دس درہم کی پوشاک میں ایک درہم بھی چار آنے کی مقدار بھی حرام مال ہو تو جب تک وہ لباس بدن پر رہتا ہے، اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، اور اپنے پیچھے جو چھوڑ جائے وہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے رہبر بن جاتا ہے اور جو بدن مالِ حرام سے پلا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ **عن جابر رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم**

---

[1] در مختار علی الشامی کراچی ص ۲۵۹ ج ۲ وشامی زکریا ص ۱۷۴ ج ۳ کتاب الزکاة، مجمع الأنهر ص ۲۸۵ ج ۱ دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص ۲۰۲ ج ۲، کتاب الزکاة مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[2] الدرالمختار علی ردالمحتار ص: ۳۳، ج: ۲، نعمانیه، شامی زکریا ص ۲۳۳ ج ۳ باب زکاة المال، عالمگیری ص ۱۷۵ ج ۱ کتاب الزکاة الباب الاول، مطبوعه کوئٹه، مجمع الأنهر ص ۳۰۷ ج ۱ باب زکاة الذهب الخ دار الکتب العلمیة بیروت.

[3] سورۂ نساء آیت: ۲۹،

ترجمه:– اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو (بیان القرآن)

لایدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت فالنَّارُ اولیٰ بہٖ[1].

وعن ابی بکر رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لایدخل الجنة جسد غذی بالحرام.

وعن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ مَنِ اشتریٰ ثوبًا بعشرة دراھم وفیہ درھم حرام لم یقبل اللّٰہ تعالیٰ لہ صلوٰة مادام عَلیہ ثم ادخل اصبعیہ فی اُذُنیہ وقال صُمّتا ان لم یکن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سمعتہٗ یقولہ. کذافی المشکوٰة ص: ۲۴۲ و ۲۴۳[2].

جو رقم افسران اور منتظمین نے زبردستی لی ہے اسکو زکوٰۃ میں شمار نہیں کیا جائیگا، افسران اور منتظمین کے حق میں خداوند تعالیٰ سے دعا کیجائے کہ اُن کو ایسے افعالِ شنیعہ سے توبہ اور اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے: اشار الیٰ انہ لا اعتبار للتسمیة فلو سماھا ھبة او قرضا والی ان الساعی لو اخذھا منہ کرھا لایسقط الفرض عنہ فی الاموال الباطنة بخلاف الظاھرة ھو المفتی بہٖ کذا فی الشامی[3] ص: ۱۱، ج: ۲. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ

---

[1] مشکوٰة شریف ص:۲۴۲، ج:۱، (باب الکسب وطلب الحلال، طبع یاسرندیم دیوبند)
ترجمہ:- حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ گوشت داخل نہیں ہوگا جو گوشت حرام مال سے پلا ہو ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پلا ہو آگ اسکے زیادہ لائق ہے۔

[2] ص:۲۴۳، ج:۱، مشکوٰة شریف. الباب الکسب وطلب الحال، الفصل الثالث. طبع یاسرندیم دیوبند
ترجمہ:- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں وہ بدن داخل نہیں ہوگا جو حرام غذا کے ساتھ پرورش کیا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا جس نے ایک کپڑا دس درہم کا خریدا اسمیں ایک درہم حرام کا ہے اللہ تعالیٰ اس وقت اس کی نماز قبول نہیں کرتا جب تک وہ اس پر ہے پھر اپنی انگلیاں اپنی کانوں میں داخل کیں اور کہا یہ دونوں بہرے ہوجائیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ نہ سنا ہو کہ آپ فرما رہے تھے۔

[3] شامی نعمانی ص:۱۱، ج:۲، وشامی زکریا ص۱۸۷ ج۳ کتاب الزکاة، النھر الفائق ص۲۱۸-۲۸۹ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، بحر ص۲۱۱ ج۲ کتاب الزکاة مطبوعہ کوئٹہ.

جہیز کی گھریلو چیزوں پر زکوٰۃ

سوال:- اگر عورت کو اس کے جہیز میں مختلف سامان زائد تعداد میں ملے ہوں جیسے کپڑے ساڑیاں بلاؤز پردے قالین وغیرہ ظروف چینی و چائے کا سیٹ ڈیز سیٹ رکابیاں وغیرہ ظروف مرادآبادی (بیس ہاٹ جگ توشہ دان تھرمس اگلدان گلاس لوٹا وغیرہ ابرقی سامان بیڈ لیمپ استری رینگ ریفریجر وغیرہ چاندی کا سامان پاندان صابن دان عطر دان سرمہ دانی وغیرہ) اس کے علاوہ دیگر روزمرہ کی چیزیں زائد تعداد میں ملنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں کبھی کبھی استعمال میں آتی ہیں کیونکہ کچھ سامان پہلے ہی سے گھر میں موجود ہے تو کیا مندرجہ بالا چیزوں میں کن چیزوں پر زکوٰۃ دینا واجب ہوگا اور اس کے ادا کرنے کے طریقے سے آگاہ فرمائیے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ان میں سے جو جو چیزیں چاندی یا سونے کی ہوں ان کا حساب کرے ان میں زکوٰۃ لازم ہے بقیہ چیزوں میں نہیں ہوگی۔

تنبیه:- چاندی سونے کے ظروف پاندان وغیرہ کا استعمال کرنا مردوں اور عورتوں سب کو ناجائز ہے: فتجب الزکٰوة فیها (ای فی الفضة) سواء کانت دراهم مضروبة او نقرة اوتبرا اوحلیا مصوغا او حلیة سیف او منطقة او لجام اوسراج او الکواکب فی المصاحف او الاوانی وغیرها (بدائع ص: ۱۰۱، ج: ۲)[۱] یکره الاکل والشرب والادهان والتطییب فی آنیة الذهب والفضة للرجال و الصبیان والنساء کذا فی السراجیه اھ (عالمگیری ص: ۳۳۴، ج: ۵)[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] بدائع الصنائع زکریا دیوبند ص: ۱۰۱، ج: ۲، کتاب الزکاة، فصل واما صفة النصاب فی الفضة، زیلعی ص۲۷۶ ج۱ باب زکاة المال مطبوعه ملتان، البحر الرائق ص۲۲۶ ج۲ باب زکاة المال مطبوعه ماجدیه کوئٹه.

[۲] عالمگیری ص: ۵۳۴، ج: ۵، مطبوعه کوئٹه، کتاب الکراهیة، الباب العاشر فی استعمال الذهب والفضة.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب سوم:- مالِ تجارت میں زکوۃ

مالِ تجارت کی زکوٰۃ

سوال:- مالِ تجارت یعنی ایک دکان میں بیس ہزار روپئے کا سامان ہے، مگر بعض بیع ہو چکا اور بعض موجود ہے، اب زکوٰۃ کس حساب سے دی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنا مال موجود ہے، اس کا چالیسواں حصہ دیدے یا اس کی قیمت دیدے جتنا روپیہ ہے، اس کا چالیسواں حصہ دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۸/۹/۲۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸۸/۹/۲۱ھ

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

سوال:- بکر نے کپڑے کی دوکان کی ہے اور مالِ قرض مہاجن کے یہاں سے لاتا ہے،

---

[1] فی عروض التجارة یجب ربع العشر إذا بلغت قیمتها من الذهب أو الفضة نصابا ویعتبر فیهما الانفع ایهما کان انفع للمساکین (تبیین ص ۲۷۹ ج ۱ کتاب الزکاة، باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص ۲۳۷ ج ۲ کتاب الزکاة، الفصل الثالث فی بیان زکاة عروض التجارة، بحر کوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ کتاب الزکاة، باب زکاة المال.

اور مال بیچ کر تھوڑا تھوڑا روپیہ مہاجن کو دیتا ہے تو ایسے مالِ تجارت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے گی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس کے پاس کپڑا یا روپیہ بقدر نصاب زکوٰۃ (ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت) قرض سے زائد ہو اور اس پر سال بھر گذر جائے تو اس کی زکوٰۃ (چالیسواں حصہ) واجب ہے، ورنہ واجب نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

مالِ تجارت میں زکوٰۃ

سوال :- میں نے صرف پچاس روپیہ کے سرمایہ سے کتب خانہ شروع کیا، جوں جوں فروختگی ہوتی رہی یوں یوں دینی، درسی، تبلیغی کتابیں اردو، ہندی، عربی، فارسی و گجراتی ۱۰۰/۱۰۰/روپے کی ادھار خریدتے گیا، فروختگی پر کتابیں منگواتا رہتا ہوں، پانچ پچیس کا مال، کبھی قرآن شریف ہے، تو کبھی کتابیں، اسی طرح درسی کتب سال دو سال جمع رہتی ہیں، فی الحال جملہ مال دو ہزار روپے تک کا جمع ہو جاتا ہے اور ماہ دو ماہ میں ختم ہو جاتا ہے، پھر تھوڑا تھوڑا مال تیس پچاس کا طلب کرتا رہتا ہوں تو اس ہیئت میں زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس وقت آپ کا سرمایہ (نقد کتابیں زیور) بقدرِ نصاب (۵۲ $\frac{1}{2}$ تولہ چاندی کی قیمت کا) ہو گیا، اس وقت سے سال بھر گذرنے پر آپکے ذمہ اسکی زکوٰۃ لازم ہوگئی[۲] بشرطیکہ ختم سال پر نصاب

[۱] فلا زکاۃ علی مکاتب ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد ان بلغ نصاباً شامی نعمانیه ص:۷، ج:۲، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاء. کتاب الزکاۃ، شامی کراچی ص:۲۶۳، ج:۲، تاتارخانیه کراچی ص۲۸۷ ج۲ کتاب الزکاۃ، الفصل العاشر فی بیان ما یمنع وجوب الزکاۃ، بحر کوئٹه ص ۲/۲۰۴ کتاب الزکاۃ. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

سے کم نہ رہ جائے، درمیان میں کم ہوکر پھر پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ ۱۰/۹/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

سامانِ تجارت کی زکوٰۃ

سوال:- اگر کسی کے پاس سو روپیہ کا مالِ تجارت ہے تو زکوٰۃ میں ڈھائی روپیہ دینا واجب ہے، یا ڈھائی تولہ چاندی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ڈھائی روپیہ دے یا اس کی قیمت کی چاندی وغیرہ نیز مالِ تجارت کا چالیسواں حصہ دینا بھی درست ہے[۲] لیکن اگر اس کے پاس صرف سو روپیہ کا سامانِ تجارت ہے اور نقد، چاندی، سونا کچھ اس کے پاس نہیں، تو اس پر زکوٰۃ ہی واجب نہیں[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳/۱۱/۶۰ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) [۲] فی عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أوورق الدرالمختار على الشامي كراچی ص:۲۹۸، ج:۲. باب زكاة المال، الدرالمختار على الشمي نعمانيه. ص:۳۰، ج:۲، تبيين الحقائق ص۲۷۹ ج ۱ كتاب الزكاة، باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وشرط كمال النصاب في طرفي الحول في الابتداء للانعقاد وفي الانتهاء للوجوب فلا يضر نقصانه بينهما. شامي نعمانيه ص:۳۳، ج:۲. باب زكاة المال، هندهه كوئٹه ص۱۷۵ ج ۱ كتاب الزكاة، الباب الاول، بحر كوئٹه ص ۲۲۹ ج۲ كتاب الزكاة، باب زكاة المال.

[۲] في عرض تجارة قيمته نصاب من ذهب أوورق، ففي كل أربعين درهمًا درهم . شامي كراچی ص:۲۹۸، ج:۲، باب زكاة المال، تبيين الحقائق ص۲۷۹ ج ۱ كتاب الزكاة، باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

[۳] نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم فما دون ذالک لازكاة فيه. الدرالمختار مع ردالمختار كراچی ص:۲۹۵، ج:۲، باب زكاة المال، ومنها كون المال نصابا فلا تجب اقل منه (هنديه كوئٹه ص۱۷۲ ج ۱ كتاب الزكاة، الباب الاول.

سامانِ تجارت پر زکوٰۃ

سوال:- ہمارا اپنا پریس ہے، اپنی کتابیں بھی چھاپتے ہیں، اور دوسروں کے کام بھی اُجرت لیکر کرتے ہیں، کتابوں کی فروخت اور چھپائی کے بل وصول ہوتے ہیں تو روپیہ آجاتا ہے، کاغذ وغیرہ ہم خود خریدتے ہیں، اور اسکا ذخیرہ ہمارے پاس رہتا ہے مگر اس میں سے وہی بچتا ہے جو چھپائی سے رہ جائے کتب خانہ میں کتابوں کا ذخیرہ رہتا ہے، مذکورہ بالا روپیہ کچھ تعمیری کاموں میں صرف ہوجاتا ہے، اور کچھ ذاتی اخراجات ہیں، جس قدر مال بچ رہتا ہے، اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہوتی ہے، جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا بھی ہمارے ذمہ ہے انکم ٹیکس والے کل آمد وخرچ معلوم کر کے ایک رقم نفع کی متعین کردیتے ہیں، اور اس پر ٹیکس لگادیتے ہیں، مگر ہمارے پاس کوئی روپیہ نفع کا جمع نہیں رہتا، اس حالت میں زکوٰۃ کیسے ادا کی جائے، کیا انکم ٹیکس والے جو نفع متعین کرتے ہیں اسی کو نفع سمجھ کر اسکے حساب سے زکوٰۃ دی جائے یا کوئی اور شکل کی جائے اور وہ کیا شکل اختیار کی جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً

آپ نے تحریر کیا ہے کہ جس قدر مال بچ رہتا ہے، اس کی مقدار اس قرض سے بہت کم ہے، جو کاغذ وغیرہ کا لوگوں کا ہمارے ذمہ ہے، اس مال سے مراد روپیہ ہے، یا کل سامانِ تجارت اگر روپیہ مراد ہے، تو اس روپیہ کے ساتھ کل سامانِ تجارت کو ملا کر دیکھئے کہ یہ مجموعہ قرض کے مجموعہ سے زیادہ ہے، یا برابر یا کم ہے، اگر برابر یا کم ہو تب تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اگر زیادہ ہو اور مقدار نصاب زیادہ ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی[1] نقد روپیہ کو قرض میں محسوب کیا جائے اور جس قدر قرض اس کے بعد بچے اس کو سامانِ تجارت سے منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ فرض ہوگی نفع کی رقم معین

[1] فلا زكوة على مكاتب ومديون للعبد بقدر دينه فيزكى الزائد ان بلغ نصابا. الدرالمختار على ردالمحتار كراچى ص:۲۶۳، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء. كتاب الزكوة، تاتارخانية كراچى ص۲۸۷ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل العاشر فى بيان ما يمنع وجوب الزكاة، بحر كوئٹه ص۲۰۴ ج۲ كتاب الزكاة.

کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اصل سامانِ تجارت (بعد منہائی مقدارِ قرض) کا حساب کر کے اور قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے[1] اگر اس مال سے مراد کل سامانِ تجارت ہے، تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چھپائی کے کاغذ پر زکوٰۃ

سوال:- جو کاغذ کتابیں چھاپنے کے لئے ہمارے یہاں رہتے ہیں آیا اس کی قیمت میں زکوٰۃ ہے یہ واضح رہے کہ وہ کاغذ تجارت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس پر کتابیں چھاپ کر بیچی جاتی ہیں، سادہ کاغذ ہم فروخت نہیں کرتے۔

نوٹ:- اگر کوئی بات دریافت طلب ہوتو مہربانی فرما کر دریافت فرمائیں یا کسی چیز کی تشریح کی ضرورت ہو، بہرحال مفصل ومشرح جواب تحریر فرمائیں تاکہ ہم عنداللہ ماخوذ نہ ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کاغذ پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ یہ کتابوں کے حکم میں ہے مشینوں کے حکم میں نہیں[2]

فقط واللہ تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أو ورق مقوماً باحدهما. الدر المختار علی رد المحتار کراچی ص۲۹۸ ج۲، باب زکاة المال، تبیین الحقائق ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة باب زکاة المال امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ کتاب الزکاة، باب زکاة المال.

[2] العمال الذین یعملون للناس بأجر إذا اشتروا اعیانا للعمل بها فحال الحول علیها عندهم فکل عین یبقی له أثر فی العین بحیث یری کالعصفر والزعفران وما اشبه ذالک ففیه الزکاة (تاتارخانیة کراچی ص۲۴۰ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل فی بیان زکاة عروض التجارة، هندیه کوئٹه ص۱۷۲ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۱۰ ج۲ کتاب الزکاة قبیل قول الکنز وشرط ادائها نیة مقارنة الخ.

مال تجارت کی زکوٰۃ کا طریقہ

سوال:-تجارتی مال کی زکوٰۃ کا طریقہ کیا ہے، سال کے آخر میں موجودہ مال کی قیمت لگا کر ادا کردے یا کوئی اور طریقہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سال پورا ہونے پر جس قدر مال موجود ہو اس وقت اس کی جتنی قیمت ہو اس کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مضاربت میں زکوٰۃ

سوال:-ایک تجارت ہے، جس کے اندر تین شریک ہیں، اس طریقہ سے کہ رقم ایک آدمی اور باقی کی صرف محنت ہے، اور نفع برابر برابر مثلاً تین ہزار کا سالانہ نفع ہوا اور اصل رقم چالیس ہزار تھی باقی شرکاء کا نفع زکوٰۃ ایک ایک ہزار کا نکالیں گے، اب جس کی اصل رقم ہے وہ اکتالیس ہزار کی نکالے گا یا ایک ہزار کی صرف نفع ہی کی زکوٰۃ نکالے گا، تو باقی شرکاء نفع میں رہے، اور اس کا گھر سے بھی گیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ مضاربت کی صورت ہے، زکوٰۃ اصل مال اور نفع کے مجموعہ پر واجب ہوتی ہے[2]۔ جس شخص

[1] فی عرض تجارة قیمتهٔ نصاب من ذهب أوورق مقوماً باحدهما، ففی کل اربعین درهما درهم. الدرالمختار علی رد المحتار کراچی ص:۲۹۸، ج:۲، شامی نعمانیه ص:۳۰، ج:۲ باب زکاة المال. تبیین الحقائق ص ۲۷۹/۱، باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸/۲، باب زکاة المال،

[2] ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه وزکاه به هدایة. ص:۱۹۳، ج:۱، مطبوعه یاسرندیم دیوبند. باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم، هندیه کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول الدر مع الرد زکریا ص۲۱۴ ج۳ کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، مطلب محمد امام فی اللغة واجب التقلید الخ، بحر کوئٹه ص ۲۲۲ ج۲ فصل فی الغنم.

کا رأس المال چالیس ہزار ہے، اور ایک ہزار اسکا نفع ہوا تو اکتالیس ہزار کی زکوٰۃ اسکے ذمہ لازم ہے، دوسرے دوشرکاء مضارب کی ملک میں اگر اس نفع کے علاوہ کچھ نہیں تو جب سے مقدارِ نصاب کے مالک ہوئے اسوقت سے سال بھر پورا ہوجانیکے بعد ان کے ذمہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگئی ہے[1]

رہا یہ سوال کہ تجارت کا نفع کیا ہوا تو خود غور کرلیں کہ سال بھر کے اخراجات بھی اس تجارت سے پورے کئے ہونگے، اگر تجارت نہ کرتا تو وہ اخراجات چالیس ہزار سے منہا کئے جاتے، پھر حساب لگا کر دیکھتا کہ کیا نفع ہوا نیز سال بھر کی زکوٰۃ مزید ہوتی، یعنی تجارت کی برکت سے سال بھر کے اخراجات حاصل ہوئے اور زکوٰۃ میں صرف رأس المال (چالیس ہزار روپیہ) میں سے پچیس روپیہ ادا کرنے کی نوبت آئی تجارت نہ ہوتی تو سال بھر کے اخراجات اس چالیس ہزار سے نکلتے اور زکوٰۃ بھی اس میں سے ادا ہوتی، نیز دوسرے دونوں شرکاء کو ایک ایک ہزار اس تجارت کی بدولت ملا اور تجارت کی ساکھ قائم ہوگئی باقی آئندہ کتنا نفع ہوگا، اس کا علم اللہ کو ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مال مضاربت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زید نے بکر کو تجارت کے لئے روپیہ دیا کہ روپیہ زید کا اور محنت بکر کی اور نفع نصف نصف، اب اس روپیہ کی زکوٰۃ زید کو دینا چاہئے یا دونوں کو نصف نصف، دوسرے کی طرف سے بغیر اس کی اطلاع کے زکوٰۃ دیدیوے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اصل روپیہ زید کا ہے، اس کی زکوٰۃ بھی زید کے ذمہ ہے، بکر کے ذمہ نہیں، اگر زید کی اجازت

---

[1] ومنها (شرائط الزكاة) كون المال نصابا ومنها الملک التام ومنها حولان الحول على المال (هنديه كوئٹه ص:۱۷۲، تا۱۷۵، ج:۱، كتاب الزكاة الباب الاول، وسببه ملک نصاب حولی تام (الدر مع الرد زكريا ص:۱۷۴، ج:۳، كتاب الزكاة، مطلب الفرق بين السبب والشرط والعلة، بحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۲، كتاب الزكاة.

سے بکر اصل روپیہ کی زکوٰۃ ادا کردیگا تو ادا ہوجائیگی، بغیر اجازت کے ادا نہیں ہوگی، اور ضمان بکر کے ذمہ لازم ہوگا، نفع میں بکر بھی نصف کا شریک ہے وہ اپنے حصہ نفع کی زکوٰۃ دیگا[1] اور زید کی اجازت سے زید کے حصۂ نفع کی زکوٰۃ دینا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

تجارت کیلئے کتاب چھپوائی زکوٰۃ کس قیمت سے ادا کرے؟

سوال:- مالِ تجارت کی قیمت زکوٰۃ کے لئے کس حساب سے لگائی جائے گی، آیا اصل مصارف پر یا مع منافع؟ مثلاً زید نے تجارت کے لئے ایک کتاب کے دو ہزار نسخے چھپوائے ہر نسخہ پر اصل مصارف بغیر منافع کے ایک روپیہ آیا، یعنی کل مال کی اصل قیمت دو ہزار روپے ہوئی، مگر زید نے اس کتاب پر بازار کے لئے تین روپیہ قیمت مقرر کی اور خود اس کو دوسرے تاجروں کو دو روپے فی کتاب کے حساب سے فروخت کرنا شروع کیا، اپنے کاروبار کے لئے زید نے ملازم بھی رکھے، دوکان وغیرہ کا کرایہ بھی دیا، جب سال پورا ہوا تو اس کے پاس اسی کتاب کے آٹھ سو نسخے باقی تھے، نقد کچھ نہ تھا، درمیان سال میں ملازم کی تنخواہ دوکان کے کرایہ وغیرہ میں چار سو روپے بھی خرچ کئے۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا رأس المال کیا ہے؟ زید اگر زکوٰۃ اصل کتاب ہی دینا چاہے تو ہر کتاب کی قیمت کیا لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر گذرنے پر زید کے پاس تجارتی کتاب کے آٹھ سو نسخے ہیں، اسکے علاوہ ایسا کوئی مال نقد وغیرہ نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو اب زکوٰۃ کتاب کے موجودہ نسخوں ہی میں واجب ہوگی نہ

---

[1] لأنه ليس بمالک ولانائب عنه في اداء الزكاة الا أن يكون في المال ربح يبلغ نصيبه نصاباً فيوخذ منه لأنه مالک لهٗ. هداية ص: ۱۹۹، ج: ۱، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، باب من يمر على العاشر الدر مع الشامي كراچي ص ۳۱۶ ج ۲ باب العاشر، مطلب مايوخذ من النصارى لزيارة بيت المقدس الحرام الهندية، كوئٹه ص ۱۸۴ ج ۱ الباب الرابع فيما يمر على العاشر، كتاب الزكاة.

کہ کل مال میں جسکو صرف کر کے کتاب چھپوائی، نہ خرچ کردہ تنخواہ وغیرہ میں، نہ فروخت شدہ وخرچ شدہ قیمت میں، لہٰذا آسان صورت یہ ہیکہ بیس نسخے زکوٰۃ میں ادا کرے، پھر مصرف زکوٰۃ ان نسخوں کو چالیس روپے میں فروخت کرے یا ساٹھ میں اس کو اختیار ہے یا جس قیمت میں خود فروخت کرتا ہے بیس نسخوں کی وہ قیمت دیدے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

مالِ تجارت میں کس قیمت پر زکوٰۃ ہوگی؟

سوال:- کتابوں کی بکری پر کمیشن وغیرہ نکال کر ہمیں بیس پچیس روپے فی سیکڑہ بچ رہتا ہے، تو کتابوں کے اسٹاک میں اس لاگت پر زکوٰۃ واجب ہوگی، جو ہمارا ان پر خرچ ہوا ہے یا جس قیمت پر ہم کتابوں کو فروخت کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بوقت اداءِ زکوٰۃ یعنی سال بھر پورا ہونے پر جس قدر کی مالیت موجود ہو اس قدر پر زکوٰۃ واجب ہوگی[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

[1] الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصابًا من الورق والذهب. وتعتبر القيمة عند حولان الحول. اذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مأتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فان أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وان أدى القيمة تعتبر قيمتهايوم الوجوب. الهندية. ص:۱۷۹، ج:۱، الفصل الثانى فى العروض. كتاب الزكاة، تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة محيط برهانى ص۱۶۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث طبع مجلس علمى گجرات، تبيين الحقائق ص ۲۷۹ ج۱ باب زكاة المال، امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال.

[2] الزكاة واجبة فى عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصاباً من الورق والذهب، وتعتبر القيمة عند حولان الحول، وان أدى القيمة تعتبرقيمتها يوم الوجوب الهندية. ص:۱۷۹، ج:۱، الفصل الثانى فى العروض، كتاب الزكاة، الباب الثالث، تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة محيط برهانى ص۱۶۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، طبع مجلس علمى گجرات.

مالِ تجارت کی زکوٰۃ تدریجاً پیشگی ادا کرنا

سوال:- زید نے تجارت کی غرض سے یکم ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ کو دو ہزار قلم بنوائے جن کی مجموعی قیمت چار ہزار روپے ہوتی ہے، اب ظاہر ہے کہ زید صاحبِ نصاب ہے اور یکم ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ کو اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی جس کا ادا کرنا ضروری ہوگا، مگر زید یہ چاہتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کی تدریجی طور پر ابھی سے ادائیگی شروع کردے اور صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کر بھی سکتا ہے، اس لئے اس نے ۴/ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ سے ہی مختلف مقامات پر ضرورت مند طلباء کو زکوٰۃ کی نیت سے ایک ایک دو دو قلم بھیجنا شروع کردیئے اور یہ ارادہ کرلیا کہ آخر سال میں رأس المال کا حساب لگا کر جو کچھ رہ جائے گا اس کو ادا کردے گا، اصل نیت زکوٰۃ ادا کرنے کی ہے، ظاہر ہے، کہ اس طرح قلموں کے بھیجنے سے قلموں کی شہرت ہوتی ہے، اور اس شہرت سے زید کی تجارت کو فائدہ پہنچتا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید حصولِ منفعت کے شائبہ کی پروا کئے بغیر قلم اسی طرح زکوٰۃ میں بھیجتا رہے یا بند کردے؟ اگر بند کردے تو جو قلم وہ بھیج چکا ہے، وہ زکوٰۃ میں شمار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قلم دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اس شائبہ سے ادائے زکوٰۃ میں نقصان نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۸ھ

سامانِ مطب میں زکوٰۃ

سوال:- میں حکیم ہوں دوائی خانہ بھی رکھتا ہوں مجھ پر دواؤں کی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

---

[1] وشرط صحة أدائها نيه مقارنة له ولوحكمًا أومقارنة بعزل ماوجب كله أو بعضه الدر المختار على هامش رد المحتار كتاب الزكاة ص۲۶۸/۲، مطبوعه كراچى. مجمع الانهر ص۲۹۰/۱، كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص۲۵۷/۱، كتاب الزكوة، مطبوعه امداديه ملتان،

دوائیں جن شیشیوں میں رکھی ہیں ان کی زکوٰۃ، وہ شیشیاں جو مریضوں کو دوائیں دینے کے لئے رکھی ہیں نیز میز، کرسی، الماری، جو مطب کی آرائش کیلئے ہے ان میں سے کس کس کی زکوٰۃ دی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو سامان مطب کی آرائش کیلئے ہے، یا دوائیں رکھنے کیلئے ہے، اس میں زکوٰۃ نہیں[1]۔ جو سامان فرخت کیلئے ہے جیسے دوائیں یا شیشیاں وغیرہ تو اس میں زکوٰۃ فرض ہے جب کہ وہ قدرِ نصاب ہو اور اس پر سال بھر گذر جائے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ محرم ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۲/ محرم ۶۸ھ

آلات تجارت پر زکوٰۃ

سوال:- آلات تجارت پر زکوٰۃ ہے یا نہیں مثلاً پن چکی یا ٹریکٹر جس کے ذریعہ سے تجارت کی جاتی ہے، یعنی پیسہ کمایا جاتا ہے۔

---

[1] وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم درمختار وكآلات الحرفة واثاث المنزل ودواب الركوب وكتاب العلم لأهلها. شامی نعمانی ص:٦، ج:٢، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً. كتاب الزكاة، شامی کراچی ص:٢٦٢، ج:٢. مجمع الأنهر ص٢٨٦ ج١ كتاب الزكاة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، تبيين ص٢٥٣ ج١ كتاب الزكاة، طبع امداديه ملتان.

[2] الزكاة واجبة فی عروض التجارة كائنة ماكانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب الخ وتعتبر القيمة عند حولان الحول. الهندية ص:١٧٩، ج:١، الفصل الثانی فی العروض. كتاب الزكاة، الباب الثالث تبيين ص٢٧٩ ج١ باب زكاة المال، طبع امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص٢٢٨ ج٢ باب زكاة المال.

الجواب حامداًومصلیاً

اگر یہ آلات خود فروخت کرنے کیلئے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہوگی اگر انکے ذریعہ سے کاشت کی جاوے یا آٹا پیسا جاوے خود انکو فروخت نہ کیا جائے تو ان پر زکوٰۃ نہیں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

پریس کی مشین پر زکوٰۃ

سوال:- چھاپنے کی مشینوں کی اصل لاگت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

ان مشینوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

شیرز کی بیع اور ان کی زکوٰۃ

سوال:- ہمارے یہاں شیرز کی ایک کمپنی ہے اس کے ایک شیرز کی قیمت مثلاً دس روپیہ ہے

---

[1] ولافی ثیاب البدن ، واثاث المنزل ودور السکنی ونحوها وکذالک آلات المحترفین الدر المختار علی هامش رد المحتار نعمانیه ص:۹، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً کتاب الزکاة شامی کراچی ص:۲۶۵، ج۲، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین ص۲۵۳ ج۱ کتاب الزکاة طبع امدادیه ملتان.

[2] وفارغ عن حاجته الأصلیة لأن المشغول بها کالمعدوم وکآلات الحرفة وآثاث المنزل، الدرالمختار علی هامش ردالمحتار کراچی ص:۲۶۲، ج:۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء کتاب الزکاة شامی نعمانیه ص:۶، ج:۲، مجمع الأنهر ص۲۸۶ ج۱ کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین ص۲۵۳ ج۱ کتاب الزکاة، طبع امدادیه ملتان.

تو زید نے دس شیرز خریدے وہ کمپنی منافع کچھ نہیں دیتی مگر جب اسکو بیچتے ہیں تو اگر کمپنی کو نفع ہوتا ہے تو وہ نفع دیتی ہے اور اگر نقصان ہوتا ہے تو نقصان کے ساتھ اصل روپیہ کو واپس کرتی ہے تو اس طرح کا معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جب وہ روپیہ مل جاوے گا تو زمانہ ماضی کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ملنے سے قبل اس کی زکوٰۃ ادا کرے تو نفع کے حساب سے یا نقصان کے حساب سے ادا کریں؟

(۲) یہ کمپنی دوسری کمپنی کو روپیہ دیتی ہے اور ظاہر بات ہے کہ سود پر ہی دیتی ہوگی اور کمپنی ہمیں سود میں سے دیتی ہوگی تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جب نقصان کا خطرہ ہو تو اپنے شیرز کو بیچ کر اپنی اصل قیمت لے لینا صحیح ہے یا نہیں۔

(۳) چھ ہزار روپیہ کا شیرز رکھا تو اس میں سے پانچ سو روپیہ کمیشن ایجنٹ کٹ جاتا ہے تو اب ہمیں ساڑھے پانچ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے یا چھ ہزار کی جب کہ ۵۰۰/روپیہ ایجنٹ خود رکھ لیتا ہے اسے بینک میں جمع ہی نہیں کرتا تو اب بینک سے چھ ہزار روپئے ملنے کا انتظار کر کے روپیوں کو روکے رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کی پوری آمدنی سودی ہے تو اس کیساتھ تعلق رکھنا، اس کے گھر پر فیس ادا کر کے کھانا کھانا کیسا ہے؟ اور اگر بعض آمدنی سود کی ہے اور بعض حلال طریقہ کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر کوئی غیر مسلم دوست ہو اور اس کا کاروبار سود کا ہو اس کے گھر کا کھانا کیسا ہے، اور غیر مسلم کے ساتھ تعلق رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اگر کوئی کمپنی تجارت کرتی ہے اور اسی مقصد کے لئے دس دس روپیہ کا لوگوں کو شریک بناتی ہے اور روپیہ کے مقدار کے اعتبار سے ہی نفع ونقصان کی تعیین کرتی ہے تو یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ تجارت بھی جائز ہو شراب وغیرہ کی تجارت نہ ہو، ہر شخص کو اپنے اپنے رأس المال کی ہر سال زکوٰۃ ادا

کرنی چاہئے[1] نفع اگر ہر سال ملتا ہے تو اس کو بھی اصل ہی میں محسوب کرلیا جاوے[2] اگر نفع ہر سال نہیں ملتا ہے بلکہ معاملہ ختم ہونے پر اصل مال مع نفع کے ملتا ہے تب بھی اصل مال کی زکوٰۃ دے تو (سالانہ ادا کرنے کی بناء پر بری الذمہ ہوجاویگا صرف نفع کی زکوٰۃ باقی رہ جاویگی وہ بھی ادا کردیجاوے اگر خدانخواستہ نقصان ہو تب بھی براءۃ میں تو شبہ ہی نہیں)

(۲) اگر کمپنی کا کاروبار سود پر ہی چلتا ہے خود مستقل تجارت نہیں کرتا ہے تو اس کی شرکت ہی ناجائز ہے، اپنا روپیہ واپس لے لیا جاوے، اگر وہ کچھ نفع دے تو واپس کردیا جائے[3]

(۳) جب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کی رقم ساڑھے پانچ ہزار رہ گئی تو زکوٰۃ بھی اتنے ہی روپے کی ہوگی، اگر وہاں صرف سود پر رقم دی جاتی ہے تو اس میں شرکت ہی درست نہیں جلد از جلد روپیہ نکال لیا جاوے۔

(۴) جب متعین طور پر معلوم ہو کہ یہ سود کی آمدنی کھاتا ہے، تو فیس ادا کرکے یا بغیر ادا کئے ہوئے کھانا درست نہیں، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کا حکم ایک ہے اگر مخلوط آمدنی ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا[4] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فی عرض تجارة قیمته نصاب من ذهب أو ورق الدر المختار کراچی ص:۲۹۸، ج:۳، باب زکاة المال شامی نعمانیه ص:۳۰، ج:۲، تبیین ص۲۷۹ ج۱ باب زکاة المال، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زکاة المال.

[2] ومن کان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه وزکاه به، هدایه ص۱۹۳ ج۱ باب صدقة السوائم، فصل فی الغنم، طبع یاسر ندیم دیوبند، هندیه کوئٹه ص۱۷۵ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل فی الغنم.

[3] لعن رسول الله صلی الله علیه وسلم آکل الرباء ومؤکله وکاتبه وشاهدیه، مشکوٰة شریف ص۲۴۴ باب الرباء، طبع یاسر ندیم دیوبند.

[4] آکل الربا وکاسب الحرام أهدی إلیه أو اضافه وغالب ماله حرام لا یقبل ولا یاکل مالم یخبره أن ذالک المال اصله حلال ورثه او استقرضه وإن کان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هدیته والاکل منها، (هندیه کوئٹه ص۳۴۳ ج۵ کتاب الکراهیة الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات، خانیة علی الهندیة ص۴۰۰ ج۳ کتاب الحظر والاباحة، ما یکره اکله ومالا یکره وما یتعلق بالضیافة مطبوعه کوئٹه.

شیرز کی زکوٰۃ

سوال:- کچھ ایسے تجارتی ادارہ ہیں جو شیرز مین سمجھتے ہیں شیر مین کو عام زبان میں ساجھا کہا جاسکتا ہے اس ادارہ میں جو رقم لگائی جاتی ہے اس پر منافع ملتا ہے اس ساجھے داری کی حیثیت بدلتی رہتی ہے، مان لیجئے میرے پاس ایک سو روپیہ کے شیرز مین ہیں ادارہ کی مقبولیت کی وجہ سے یہ شیر مین ایک سو پچیس روپیہ میں بازار میں بیچے جاسکتے ہیں، تو کیا اس شیر مین کی رقم پر بھی زکوٰۃ دی جائے گی اگر ہاں تو کس رقم پر جس پر میں نے خریدے یا مجھے جو بازار میں مل سکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ بھی تجارت کی ایک شکل ہے جس وقت سے آپ حصہ دار ہوئے سال گذرنے پر اس کی جو قیمت بازار میں ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کمپنی کے حصص پر زکوٰۃ

سوال:- مذکورہ بالا کمپنیوں سے شیئر پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اگر واجب ہے تو اصل اور نفع دونوں پر واجب ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

سال بھر پورا ہونے پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اصل کے ساتھ نفع بھی ملا کر کے زکوٰۃ ادا کی

[1] إذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مائتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فإن أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وإن ادى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب (هنديه كوئٹه ص ١٧٩ ج ١ كتاب الزكاة، الباب الثالث الفصل الثانى، تاتارخانية كراچى ص ٢۴٢ ج ٢ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، محيط برهانى ص ١٦٨ ج ٣ كتاب الزكاة، الفصل الثالث، طبع مجلس علمى گجرات.

جائے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۶/۱۴۰۰ھ

کرایہ پر لگے ٹرک کی زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال:-(۱) اگر کسی شخص کے پاس دو یا تین ٹرک ہیں اور وہ صرف اس ٹرک پر ہی کام کرتا ہے یعنی مثلاً مرادآباد تا دہلی یا کہیں اور مال ڈھونے پر ہی رہتا ہے، تو آیا اسی ٹرک کی آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا بذات خود کل ٹرک کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۲) کیا کرایہ مکان اور ٹرک کا ایک ہی حساب ہوگا یا کچھ فرق ہوگا۔

(۳) تجارت کے مال کا کیا حساب ہے اور کس طرح سے حساب لگا کر زکوٰۃ نکالی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) وہ ٹرک فروخت کرنے کے لئے نہیں ہے، اس پر زکوٰۃ نہیں[2]، اس کی آمدنی اگر بقدر نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر) حاجت اصلیہ سے زائد سال بھر رہے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی[3]۔

---

[1] وشرط وجوب ادائها حولان الحول على النصاب الاصلي واما المستفاد في اثناء الحول فيضم الى مجانسه الخ، مراقي الفلاح على الطحاوي ص:۵۸۸ مطبوعه مصر، اول كتاب الزكاة، هدايه ص۱۹۳ ج۱ كتاب الزكاة، باب صدقة السوائم، فصل في الغنم، طبع ياسر نديم، بحر كوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل في الغنم.

[2] وشرطه أى شرط افتراض ادائها ثمنية المال كالدراهم والدنانير لتعينها للتجارة بأصل الخلقة او السوم اونية التجارة في العروض الخ الدر المختار علىٰ الشامي ص:۱۸۶، ج:۳، مطبوعه زكريا ديوبند، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً، هنديه كوئٹه ص۱۷۴ ج۱ كتاب الزكاة، الباب الاول، بحر كوئٹه ص۲۰۹ ج۲ كتاب الزكاة.

[3] وسببه اى سبب افتراضها نصاب حولى تام فارغ عن حاجته الاصلية، الدرالمختار علىٰ الشامي زكريا ص:۱۷۴و۱۷۸، ج:۳، اول كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ كتاب الزكاة، طبع دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص۲۰۲ ج۲ كتاب الزكاة.

(۲) دونوں کا حال ایک ہی ہے جو کہ نمبر ا رمیں مذکور ہوا۔

(۳) سال بھر پورا ہونے پر کل مال اور نقد کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کیا جائے یعنی ڈھائی روپیہ کی مقدار سو روپیہ میں سے دی جائیں[۱]۔ اگر کچھ قرض ہو تو اتنی مقدار کو قرض میں محسوب کر دی جائے باقی کی زکوٰۃ دی جائے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۱۰/۹۹ھ

ایک لاری کی آمدنی سے تین لاریاں خریدیں زکوٰۃ نہیں

سوال:- زید کے پاس ایک موٹر لاری ہے، جو کرایہ پر چلتی ہے اس لاری کی آمدنی سے اس نے سال بھر میں تین چار لاریاں خریدیں آخر سال میں اس کے پاس اپنی کمائی سے کوئی نقد رقم باقی نہیں رہی آیا ان تمام لاریوں پر سال کے اخیر میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ لاریاں کرایہ پر چلانے کیلئے ہیں تجارت کیلئے نہیں انپر زکوٰۃ واجب نہیں[۳]۔ واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فی عروض التجارة یجب ربع العشر إذا بلغت قیمتها من الذهب او الفضة نصابا (تبیین ص۲۷۹ ج۱ کتاب الزکاة باب زکاة المال، امدادیه ملتان بحر کوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زکاة المال، تاتارخانیة کراچی ص۲۳۷ ج۲ کتاب الزکاة، الفصل الثالث.

[۲] فلا زکاة علی مکاتب ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد، الزائد إن بلغ نصابا (الدر مع الرد کراچی ص۲۶۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً هدایه مع الفتح ص۱۶۰ کتاب الزکوٰة، دار الفکر، مجمع الأنهر ص۲۸۷ ج۱ کتاب الزکاة طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

[۳] وشرطه ای شرط افتراض ادائها ثمنیة المال کادراهم والدنانیر لتعینها للتجارة اوا لسوم اونیة التجارة فی العروض الخ. الدرالمختار علیٰ الشامی زکریا ص:۱۸۶، ج:۳، اول کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، هندیه کوئٹه ص۱۷۴ ج۱ کتاب الزکاة، الباب الاول، بحر کوئٹه ص۲۰۹ ج۲.

مشتبہ مال کی زکوٰۃ ادا کرے

سوال:- مشتبہ مال پرزکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں کیا زکوٰۃ دینے سے مال حرام بھی پاک ہوجاتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جو مال مشتبہ ہواسکی حرمت پر دلیل نہ ہواسپر بھی زکوٰۃ لازم ہوگی حرام مال پر جب کہ ملک ہی ثابت نہ ہوتو اس پرزکوٰۃ بھی لازم نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

گھر کے سامان میں زکوٰۃ

سوال:- زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ صرف زیور پرواجب ہے، سونے کی شکل میں ہو یا چاندی کی صورت میں لیکن بکر کہتا ہے کہ زیور پر، کپڑوں پر ہے چاہے استعمال کے ہوں یا نئے رکھے ہوں، اور برتنوں پرجو کہ استعمال میں آرہے ہیں، یا وہ برتن جو یوں ہی رکھے ہوئے ہیں یا گھر کے استعمال کی الماریاں ہوں یا صندوق غرضیکہ جوبھی اشیاء ہوں سب پرزکوٰۃ واجب ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

چاندی، سونا، نقد، (نوٹ) اور مالِ تجارت پرزکوٰۃ واجب ہوتی ہے گھر کے استعمالی سامان

---

[۱] ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله ملكه فتجب الزكاة فيه ويورث عنه لأن الخلط استهلاک (إلى قوله) كما لو كان الكل خبيثاً (قال الشامى) فى القنية لوكان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة لان الكل واجب التصدق عليه فلا يفيد ايجاب التصدق ببعضه (الدر مع الرد كراچى ص۲۱۹ ج۲ باب زكاة الغنم، مطلب فى التصدق من المال الحرام النهر الفائق ص۴۱۳ ج۱ اول كتاب الزكاة، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه، تاتارخانية كراچى ص ۲۸۹ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل العاشر فى بيان ما يمنع وجوب الزكاة.

کپڑوں، برتنوں، صندوقوں وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں، اگرچہ وہ ویسے ہی رکھے ہوں استعمال میں نہ ہوں: **قولہٗ فارغ عن حاجۃ الاصلیۃ وفسّرہ ابن مالک بما یدفع عنہ الھلاک تحقیقاً او تقدیراً ای فسر المشغول بالحاجۃ الاصلیۃ والاولیٰ فسرھا وذٰلک حیث قال وَھی مایدفع الھلاک عن الانسان تحقیقاً کالنفقۃ ودور السکنیٰ واٰلات الحرب والثیاب المحتاج الیھا لدفع الحر اوالبرد او تقدیراً کالدَّین وکاٰلات الحرفۃ واثاث المنزل ودواب الرکوب وکتب العلم لاھلھا اھ درمختار وشامی ص:۶، ج:۲۔[۱] فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۹۰ھ

غلّہ پر زکوٰۃ

سوال:-زید کے پاس دوسومن دھان موجود ہیں اس پر حولان حول بھی گذر گیا لیکن تجارت کی نیت نہیں کیا اس دھان پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں، اگر زید کے پاس دوسرا روپیہ موجود ہو اس دھان کے علاوہ تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

جب کہ وہ دھان تجارت کے لئے نہیں، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں خواہ اس پر حولان حول ہو یا نہیں اس کے علاوہ جو روپیہ موجود ہے وہ اگر مقدارِ نصاب ہے تو اس روپیہ میں زکوٰۃ واجب ہوگی دھان پر روپیہ کے ساتھ بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] شامی کراچی ص۲۶۲ ج۲ کتاب الزکاۃ النھر الفائق ص۴۱۵ ج۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت عالمگیری ص۱۷۲ ج۱ مطبوعہ کوئٹہ. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

گھڑی کی زکوٰۃ

سوال-ہاتھ کی گھڑی اور گھر میں الارم گھڑی کی زکوٰۃ نکالی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ گھڑی سونے چاندی کی نہیں اور تجارت کے لئے بھی نہیں تو اس کی زکوٰۃ نہیں[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کرایہ کے مکانات پر زکوٰۃ

سوال:- ہماری اپنی رہائش اور پریس کے مصرف میں جو مکان ہے اس کے علاوہ جو مکانات ہیں اسکا کرایہ درج آمدنی ہوجاتا ہے، اور تقریباً اسکے قریب قریب دوسرے دکانوں کا کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے، جو پریس کی ضروریات کیلئے کرایہ پر لینے پڑتے ہیں، نیز یہ کہ مکانات سال بھر کرایہ پر چڑھتے نہیں رہتے بلکہ کبھی چڑھ گئے اور کبھی خالی بھی رہتا ہے، کہ ایک مکان سال بھر تک چڑھا رہے، بہرحال متعین نہیں ایسی صورت میں زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فلس فى دور السكنى وثياب البدن وأثاث المنازل ودواب الركوب الى قوله وكذا طعام اهله وما يتجمل به من الاوانى اذا لم يكن من الذهب والفضة الى قوله إذا لم يكن من التجارة، عالمگیری ص۱۷۳ ج۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول فی تفسیرها الخ مطبوعه کوئٹه، حاشية الشلبى ص۲۵۳ کتاب الزکاۃ، مطبوعه امدادیه ملتان.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] فارغ عن الدين وعن حاجته الأصلية كثيابه المحتاج اليها لدفع الحر والبرد وكالنفقة ودور السكنىٰ وآلاب الحرب والحرفة وأساس المنزل الخ مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۵۸۸ اول کتاب الزکاۃ مطبوعه مصری، شامی کراچی ص۲۶۲ ج۲ عالمگیری ص۱۷۲ ج۱ کتاب الزکاۃ، مطبوعه کوئٹه.

الجواب حامداً ومصلیاً

ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کی آمدنی کا روپیہ اگر مقدارِ نصاب کو پہنچ کر اس پر سال بھر گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ وہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہوں[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

[1] ولو آجر عبده أو داره بنصاب ان لم يكونا للتجارة لا تجب مال لم يحل الحول بعض القبض الخ البحر ص۲۰۸ ج۲ كتاب الزكاة، مطبوعه ماجديه كوئٹه.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

﴿باب چہارم﴾

جانوروں میں زکوۃ

بھینس پر زکوٰۃ ہے یا دودھ پر

سوال:-ہماری بھینس جو کہ تجارت کی غرض سے ہے جس کا دودھ فروخت کیا جاتا ہے، لیکن اس کی گھاس اور مختلف قسم کے دانے تیل وغیرہ کا انتظام خود کیا جاتا ہے، وہ چرتی نہیں تو کیا اس صورت میں زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر بھینسوں کی بھی تجارت ہوتی ہے تب تو دیگر مالِ تجارت کی طرح ان میں بھی زکوٰۃ لازم ہوگی[1]۔ یعنی سال بھر گذرنے پر جتنی قیمت کی بھینس موجود ہوگی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کریں گی، درمیان سال جو کچھ ان کو کھلایا پلایا یا ان سے کما کر کھایا خرچ کرڈالا اس کا کوئی حساب زکوٰۃ میں نہیں ہوگا، اگر تجارت بھینسوں کی نہیں بلکہ ان کی دودھ کی تجارت ہوتی ہے تو بھینسوں پر زکوٰۃ لازم

[1] فان كانت للتجارة فحكمها حكم العروض يعتبر أن تبلغ قيمتها نصاباً سواء كانت سائمةً أو علوفة. الهندية. ص:۱۷۸، ج:۱، الفصل الخامس فيما لاتجب الزكاة. كتاب الزكاة، مطبوعه كوئٹه، مجمع الأنهر ص ۲۹۲ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب زكاة السوائم، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعي ۲۵۹ ج ۱ باب صدقة السوائم، مطبوعه امداديه ملتان.

نہیں ہوگی، بلکہ دودھ کی قیمت کا جو روپیہ سال پورا ہونے پر موجود ہو اس میں زکوٰۃ لازم ہوگی[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۹۴ھ

تجارت کے جانورں کی زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص نے تجارت کیلئے بکرے اونٹ گھوڑے وغیرہ خریدے، یہ جانور ایک سال میں کئی دفعہ بک جاتے ہیں اور خریدے بھی جاتے ہیں تو اب ان کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ سال ختم ہونے پر ادا کیا جائے پھر چاہے قیمت دیدی جائے اور چاہے اس قیمت کا جانور دیدیا جائے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۸۷ھ

نصاب سے کم جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

سوال:- زید کے پاس ۳۵/ بھیڑ اور دو گائے ہیں اور ایک بھینس بھی ہے کل ۴۰/ عدد ہیں

---

[1] سبب افتراضها ملک نصاب حولی تام فارغ عن دين له مطالب من جهة العباد وعن حاجته الاصلية الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۸/۱۷۴ ج ۳ کتاب الزکاة زیلعی ص ۲۵۲ ج ۱ کتاب الزکاة، مطبوعه امدادیه ملتان، طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۸ کتاب الزکاة مطبوعه مصر.

[2] يجب ربع العشر في عروض التجارة الى قوله وكل شئ فهو عرض سوى الدراهم والدنانير فيدخل الحيوان، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۲۸ ج ۲ باب زكاة المال فتاوی هنديه كوئٹه ص ۱۷۸ ج ۱ كتاب الزكوٰة الفصل الخامس.

دن میں جنگل میں چرایا جاتا ہے ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حساب سے ادا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے پاس بھیڑ ۳۵ / گائے ۲ / بھینس ایک اس مجموعہ میں زکوٰۃ واجب نہیں[۱]، کسی کا بھی نصاب پورا نہیں، اور ایک جنس کو دوسری جنس کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کرنے کا حکم نہیں[۲]۔ ہاں اگر یہ جانور تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہوگی[۳]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۹/۸۸ھ

---

[۱] ولا تجب الزكاة عندنا في نصاب مشترك من سائمة الدرالمختار على ردالمحتار ص:۳۰۴، ج:۲، مطبوعه كراچي. باب زكوة المال، كتاب الزكوة، شامي زكريا ص۲۳۵ ج۳ باب زكاة المال، بدائع الصنائع زكريا ص۱۲۶ ج۲ فصل في صفة نصاب السائمة، طحطاوي مع المراقي ص۵۸۸ كتاب الزكاة مطبوعه مصر.

[۲] واما السوائم إذا اختلف اجناسها لا يضم البعض إلى البعض لتكميل النصاب، الفتاوىٰ التاتارخانية ص۲۳۳، ج۲، كتاب الزكاة الفصل الثاني في زكاة المال، مطبوعه ادارة القرآن كراچي، البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۲ ج۲ فصل في الغنم، شامي زكريا ص۲۱۴ ج۳ باب زكاة الغنم.

[۳] لو أسامها للحم فلا زكوٰة فيها كما لو أسامها للحمل والركوب ولو للتجارة ففيها زكاة التجارة الدرالمختار على ردالمحتار ص:۲۷۵، ج:۲، مطبوعه كراچي. مطبوعه زكريا ص:۱۹۷، ج:۳، كتاب الزكوة. باب السائمة، يجب ربع العشر في عروض التجارة إلى قوله وكل شئ فهو عرض سوى الدراهم والدنانير فيدخل الحيوان البحر الرائق كوئٹه ص۲۲۸ ج۲ باب زكاة المال، الفتاوىٰ الهنديه كوئٹه ص۱۷۸ ج۱ كتاب الزكاة الفصل الخامس.

باب پنجم:- زکوٰۃ کی ادائیگی

زکوٰۃ کی ادئیگی انفراداً ہے یا اجتماعاً

سوال:- زکوٰۃ انفرادی طور پر ادا کی جاسکتی ہے، یا نہیں اگر اجتماعی طور پر ادا ہو تو اطمینان کی صورت کیا ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ فرمانا ’’میں اس منبر سے پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ صرف یہ ہی نہیں کہ یہ زکوٰۃ جو انفرادی طور پر ادا کی گئی ہے، درست نہیں ہے، بلکہ صحیح اور اصح یہ ہے کہ وہ زکوٰۃ ہی نہیں، کوئی دوسرا نام دیا جاسکتا ہے، زکوٰۃ کا نام نہیں دیا جاسکتا تصریحات مذہب اور جمہور علماء امت کے خلاف ہے، غالباً اس کا منشاء یہ ہے کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا مخاطب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: ’’**خذ من اموالهم صدقة**‘‘[1] (الآیۃ) اور آپ ﷺ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک یہ ہی معمول رہا کہ اموال ظاہرہ وباطنہ دونوں کی زکوٰۃ امام کا مقرر کردہ ساعی وصول کرتا تھا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی حالت میں تغیر پایا تو پھر اموال باطنہ کی زکوٰۃ کے لئے ارباب اموال کو خود ادا کرنے کے لئے فرمایا اور اب تک یہ ہی معمول ہے، یہ امر کہ یہ حکم کیا تھا اور اس کے خلاف کیوں کیا گیا اس کی جواب دہی ہمارے ذمہ نہیں۔

حضرات صحابہ قرآن وحدیث کو خوب سمجھتے تھے، انہوں نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ حق ہے، اس لئے اس قسم کے ظواہر نص سے استدلال کرنا اور اجماع اصحاب کو نظر انداز کر کے اپنی ذمہ داری پر لوگوں کو عمل کی تلقین کرنا عوام کے لئے نہ صرف مغالطہ ہے، بلکہ اصلاح کے ساتھ ساتھ ایک اور

[1] سورۂ توبہ آیت: ۱۰۳، **ترجمہ**:- آپ انکے مال میں سے صدقہ لے لیجئے۔ (بیان القرآن)

نقد عطیہ کا دروازہ کھولنا ہے، جیسا کہ ارباب بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

اس وقت ہم تفصیلی گفتگو نہیں کرنا چاہتے صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ صاحب مال خود ادا کرے، یا امام کا آدمی اس سے وصول کرے، بہرصورت ادا ہو جاتی ہے، اور انفرادی طور سے عدم جواز کا فتویٰ صحابہ کے خلاف ہے: قال المحقق فی الفتح: علی ص:۴۸۷، ج: ۱ تحت قول صاحب الهدایه: وان کان ماله اکثر من دینه زکّی الفاضل الٰی ان قال ولابی یوسف فی الثانی علٰی ماروی عنه لان له مطالبًا وهو الامام وذٰلک ان ظاهر قوله تعالٰی خذ من اموالهم صدقة (الآیة)توجب من اخذ الزکاة مطلقا للامام وعلٰی هٰذا کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم والخلیفتان بعده فلما ولّی عثمان وظهر تغیّر الناس کره ان تفتّش السعاة علٰی الناس مستور اموالهم. ولم تختلف الصحابة فی ذٰلک وهٰذا لا یسقط طلب الامام اصلاً ولذا لو علم ان اهل بلدة لایؤدون زکوٰتهم طالبهم بها الخ[1] بلکہ موجود زمانہ میں خود ہی ادا کرنا افضل ہے: وفی الظهیریة: الافضل لصاحب المال الظاهر ان یؤدی الزکوٰة الٰی الفقراء بنفسه لان هؤلآء لا یضعون الزکٰوة مواضعها بحر[2] ج: ۱، ص: ۲۲۳. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ متفرق اور پیشگی ادا کرنا

سوال:-(۱) ایک شخص ماہ رمضان آتے ہی اپنے مال اور روپیہ کا حساب کر کے رقم کتاب میں درج کر لیتا ہے مثلاً دوسو روپیہ اور سال آئندہ تک بتفریق خرچ کرنے لگتا ہے، کچھ اسی رمضان میں فوراً اور کچھ آئندہ مہینوں میں جس وقت مستحقین نظر آویں اور کچھ ماہوار مقررہ مسکینوں کو بطور وظیفہ کسی کو ماہوار دو روپیہ کسی کو ایک علیٰ ہذا القیاس اس مذکورہ بالا طریق سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے یا کل مبلغ فوراً رمضان ہی میں صرف کرنا ہوگا؟

---

[1] فتح القدیر ص: ۱۶۲، ج: ۲، مطبوعه دار الفکر بیروت، کتاب الزکاة.
[2] البحرالرائق ص: ۲۲۳، ج: ۲، فصل فی الغنم مطبوعه کوئٹه پاکستان.

(۲) بعض دفعہ بسبب نہ ملنے مستحقین کے کچھ رقم بچ رہتی ہے اور دوسرا رمضان آجاتا ہے، تو یہ شخص عادت کے موافق زکوٰۃ درج کرلیتا ہے، مثلاً گذشتہ سال کی بچت تیس روپیہ موجودہ سال کی دوسو جملہ دوسوتیس روپیہ ہوئے اور اب جیسا ا ر میں ذکر ہوا ویسا خرچ کرنے لگتا ہے، کیا یہ درست ہے کسی صورت سے ممنوع تو نہیں؟

(۳) اگر کسی وجہ سے زکوٰۃ کی رقم حساب سے زیادہ صرف ہوگئی بجائے دوسو کے دوسوبیس خرچ ہوگئے کیا یہ بیس روپیہ آئندہ سال کی زکوٰۃ میں سے وضع کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کل رقم کا فوراً رمضان میں صرف کرنا ضروری نہیں بلکہ طریقۂ مذکورہ سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے البتہ دیتے وقت نیت کا ہونا ضروری ہے[۱]۔ اور جلد ادا کرنا احوط ہے۔

(۲) یہ بھی درست ہے، لیکن ادائے زکوٰۃ میں دیر مناسب نہیں بلکہ مکروہ ہے[۲]۔

(۳) اگر آئندہ بھی اتنا نصاب ہے، تو یہ زائد رقم آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرنا شرعاً درست ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

---

[۱] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له ولو حكماً أو مقارنة بعزل ماوجب شامی نعمانیه ص:۱۲، ج:۲، کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول کتاب الزکاة، دار الکتب العلمية بيروت، مجمع الأنهر ص۲۹۰ ج۱ اول کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمية بيروت.

[۲] فيأثم بتاخيرها بلا عذر شامی نعمانی ص:۱۳، ج:۲، کتاب الزکاة شامی کراچی ص:۲۷۲، ج:۲، حاشية الشلبی ص۲۵۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان، المحيط ص۱۵۴ ج۳ الفصل الاول فی کيفية وجوبها مطبوعه ڈابهيل.

[۳] ولو عجل ذو نصاب زکاته لسنين أو لنصب صح لوجود السبب. شامی نعمانیه ص:۲۷، ج:۲، مطلب استحلال المعصية القطعية کفر باب زکاة الغنم. شامی کراچی ص:۲۹۳، ج:۲، ولو مر بأصحاب الصدقات فاخذ وامنه أکثر مما عليه، ظناً منهم أن ذلک عليه لما أن ماله أکثر يحتسب الزيادة للسنة الثانية، المحيط البرهانی ص۲۲۶ ج۳ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة مطبوعه ڈابهيل، طحطاوی ص۵۸۸ کتاب الزکاة مطبوعه مصری.

زکوٰۃ کا بتفریق ادا کرنا

سوال:- ایک شخص کے پاس مال وزیور ہے جس کی زکوٰۃ سالانہ ۱۲۰/روپیہ ہے، اس کی آمدنی یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کے قابل نہیں اور بارگراں ہے اور بعض اوقات یکمشت زکوٰۃ ادا کرنے کی طاقت بھی نہیں ہوتی، ایک دفعہ ادا کرنا گراں بھی گذرتا ہے، آیا تھوڑا تھوڑا ماہانہ زکوٰۃ دے سکتا ہے یا خاص رمضان ہی میں ادا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تھوڑا تھوڑا دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۳۰/۷/۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبداللطیف ۴/شعبان ۶۱ھ

زکوٰۃ تھوڑی تھوڑی ادا کرنا

سوال:- کسی نے زکوٰۃ کا حساب کیا مگر جو رقم واجب الادا ہوتی پوری موجود نہیں، تو ایسی صورت میں کیا طریقہ ادائیگی زکوٰۃ کا ہوگا؟ آیا کما کر تھوڑی تھوڑی رقم ادا کرتے رہنے سے ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب نصابِ زکوٰۃ پر سال گذر گیا تو اس نصاب کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں جلدی کرنا بہتر ہے،

---

[۱] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أى للأداء ولو حكما أومقارنة بعزل ما وجب كله او بعضه الدرالمختار على الرد كراچى ص:۲۶۹، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، عالمگيرى ص۱۷۰ ج۱ الباب الاول فى تفسيرها وصفتها وشرائطها مطبوعه كوئٹه، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمية بيروت.

اوراگرمتفرق طور پرمثلاً سال کے اندر فقراء کوتھوڑا تھوڑا ابنیتِ زکوٰۃ دیدیا جائے تو یہ بھی درست ہے:

وقيل فورى اى واجب على الفور وعليه الفتوىٰ فيأثم بتاخيرها بلا عذر ظاهر الاثم بالتاخير ولوقل كيومٍ اويومين الىٰ ان قال وقد يقال المراد ان لا يؤخر الى العام القابل شامى ص١٧ ج٢. [1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۲۸/۷/۸۸ھ

زکوٰۃ کو جمع رکھنا

سوال :- ماہِ رمضان میں جو زکوٰۃ کا روپیہ جمع کیا ہے کیا وہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کو نماز سے پہلے (حقدار تک) یعنی ضرورت مند نہ ملنے پر سال کے آخر تک یا ایک عرصہ تک کسی اور امدادی مصرف کے لئے جمع رکھا جا سکتا ہے، مندرجہ بالا سوال کی تفصیل اس طرح ہے کہ میں کوئی مسلم انجمن کا سیکریٹری ہوں، پچھلے دو سال سے ہماری انجمن نے ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کے نام پر کل ایک سوستر ہیرے جمع کئے تھے، اس مال میں سے صرف ۳۷/۲۵/ دو ضرورت مندوں کو دیئے گئے تھے، اور باقی رقم ۱۳۲/۷۵/ ابھی تک انجمن کیپاس جمع ہیں، اس سال پھر انجمن ماہِ رمضان میں زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، میں نے بحیثیت سیکریٹری انجمن کے اس ارادے کی مخالفت کی، انجمن عاملہ کے چند ممبران میری اس مخالفت کو ماننے کے لئے تیار نہیں، ان کا کہنا ہے کہ یہ جمع شدہ روپیہ ہم اپنے پاس رکھ کر کسی اور امدادی مصرف کے لئے صرف کر سکتے ہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ زکوٰۃ کا روپیہ عید کی نماز سے پہلے ضرورت مندوں کو دیدیا جائے، لیکن میرا یہ کہنا ہے کہ جب ہماری انجمن کے ممبران میں کوئی ایسا ضرورت مند نہیں ہے جو حقیقی زکوٰۃ کا حقدار ہے، تو جب تک کہ پہلے جمع شدہ زکوٰۃ کا روپیہ حقیقی حقداروں کو نہ پہنچ جائے اس سال زکوٰۃ جمع نہ کی جائے جو ممبران زکوٰۃ دینے

---

[1] شامی کراچی ص:۲۷۱، ۲۷، ج:۲، مطلب فی زکاۃ ثمن المبیع وفاءً، حاشیة الشلبی ص۲۵۱ ج۱ اول کتاب الزکاۃ، طبع امدادیه ملتان، فتح القدیر ص۱۵۵ ج۲ اول کتاب الزکاۃ، مطبوعه دار الفکر بیروت.

کی حیثیت رکھتے ہیں یا زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں وہ اپنے قریبی رشتہ داروں یا پڑوسی یا محلّہ کی مسجد میں دیدیں، اب آپ ہی ہماری اس الجھن کو اسلام کی روشنی میں سلجھایئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مستحق کو زکوٰۃ جلد از جلد پہنچا دینا بہتر ہے، تاکہ فریضہ جلد ہی ادا ہوجائے، مگر یہ ضروری نہیں کہ عید کی نماز سے پہلے ہی دیدی جائے اگر مستحق موجود نہ ہوں تو تاخیر بھی کی جاسکتی ہے لیکن سال بھر پورا ہونے سے پہلے ہی ادا کردی جائے[1] کسی اور مد میں اس کو صرف کرنا جائز نہیں، انجمن کے پاس جب زکوٰۃ کے صحیح مصرف موجود نہیں ہیں، تو زکوٰۃ وصول نہ کرے بلکہ اس کے سب ممبر اپنے اپنے قریبی مستحق رشتہ داروں بھائی بہن خالہ پھوپی چچا ماموں اور ان کی اولاد کو خود ہی حسبِ صواب دیدیدیا کریں، اس امانت کو محفوظ رکھنے اور اس کو مستحقین پر صرف کرنے کی ذمہ داری نہ لیں۔ فق

ط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ١٤/١/٩٣ھ

حساب کرنے سے پہلے مختلف اوقات میں زکوٰۃ دینا

سوال:- زکوٰۃ کے سالانہ حساب سے بےغم رہنے کی غرض سے اگر زکوٰۃ کی نیت سے مساکین کو نقد اور غیر نقد اتنا دیا جاتا رہے، جو زکوٰۃ کے حساب سے بگمانِ غالب بلکہ یقیناً زیادہ ہو تو کیا اس طرح بھی ادائیگی زکوٰۃ سے سبکدوشی ہوسکتی ہے؟

---

[1] وافتراضها عمری ای علیٰ التراخی وقیل فوری ای واجب علی الفور وعلیه الفتویٰ فیأثم بتاخیره قال الشامی المراد ان لا یؤخر الی العام القابل درمختار مع ا لشامی زکریا ص: ١٩١، ج:٣، اول کتاب الزکاة، حاشیة الشلبی ص ٢٥١ ج ١ اول کتاب الزکاة مطبوعه امدادیه ملتان، فتح القدیر ص ١٥٥ ج ٢ اول کتاب الزکاة مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس قدر بہ نیتِ زکوٰۃ غرباء کووقتاً فوقتاً دیا جائے اور مجموعہ زکوٰۃ واجب ہوجائے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی[۱]۔ بار بار اگر حساب میں الجھن ہوتی ہو تو ایک دفعہ حساب لگا کر مقدارِ واجب کو الگ الگ رکھ لیا جائے اس میں سے دیدیا کریں، حساب نہ کرنے سے اندیشہ ہے کہ اگر کبھی کمی ہوئی تو ذمہ بری نہ ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۴/۵/۸۷ھ

اگر ایک سال زکوٰۃ نہیں دی کیا آئندہ سال دوسال کی زکوٰۃ دے گا؟

سوال:- اگر ایک نصاب کا مالک سال پورا ہوجانے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کی، دوسرا سال بھی پورا ہوگیا، تو اب ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرے یا دو سال کی؟ اسی طرح اگر چار سال ہوجائیں تو صرف سالِ اول کی زکوٰۃ واجب ہوگی یا ہر سال کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دوسال کی ادا کرے، اگر ایک سال کی ادا کرنے کے بعد بھی مقدارِ نصاب باقی رہے ورنہ صرف ایک سال کی واجب ہوگی یعنی جب کہ اس کے پاس صرف ایک نصاب ہے اس سے زائد نہیں، تو اس میں سے بقدرِ زکوۃ سال پورا ہونے پر دَین ہوگیا اور سال آئندہ کے لئے نصاب باقی نہیں رہا تو سال آئندہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی: ومدیون للعبد بقدر دینه فیزکی الزائد ان بلغ

[۱] وشرط صحة أدائها نية مقارنة له أی للأداء لو حكماً أو مقارنة بعزل ماوجب الدرالمختار کراچی ص:۲۷۰، ج:۲، کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول کتاب الزکاة، دار الکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۰ ج۱ الباب الاول فی تفسیرها الخ.

نصاباً اھ درمختار قوله ومديون للعبد الاولىٰ ومديون بدين يطالبه بهٖ العبد ليشمل دين الزكوة والخراج لانّهٗ للّٰه تعالىٰ مع انهٗ يمنع لان له مطالباً من جهة العباد كما مرَّ شامی[1] ص:۷، ج:۲ چار سال کا حکم اسی سے ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍۴؍۹۵ھ

دو ہزار کی گذشتہ بارہ سال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا طریقہ

سوال:- میں نے زید کو دو ہزار روپیہ دیا تھا تا کہ وہ میرے لئے زمین خرید کر دیں، وہ زمین خرید کر نہیں دے سکے، اب بارہ سال کے بعد مذکورہ دو ہزار روپیہ زید مجھ کو واپس دے رہا ہے دریافت طلب یہ ہیکہ اس روپیہ کی زکوٰۃ بارہ سال بعد مجھ پر واجب ہے یا نہیں، زکوٰۃ کس طرح واجب ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حسب قواعد شرعیہ اس واپس شدہ روپیہ کی زکوٰۃ واجب ہے[2] چالیسواں حصہ پہلے سال کا (۵۰؍روپیہ) ادا کریں پھر ۱۹۵۰؍روپیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں، اسی طرح ہر سال کا واجب شدہ روپیہ محسوب کر کے بقیہ کا چالیسواں حصہ ادا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴؍۳؍۹۷ھ

زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر

سوال:- اگر مال زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، یا نہیں؟ کیونکہ

---

[1] الدر المختار على الشامي زكريا ص۱۸۰ ج۳ كتاب الزكوٰة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء، سكب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۲۸۷ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، حاشيه شلبي مع تبيين الحقائق ص۲۵۴ ج۱ كتاب الزكاة، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اذا قبض الدين زكاه لما مضىٰ الخ البحر الرائق ص:۲۰۷، ج:۲، مطبوعه الماجديه كوئٹه، اول كتاب الزكاة، شامي زكريا ص۲۳۷ ج۳ باب زكاة المال، قبيل مطلب في وجوب الزكاة في دين المرصد، تاتارخانية كراچي ص۳۰۵ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث عشر في زكاة الديون.

فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ روپیہ بذریعہ منی آرڈر نہیں بھیجنا چاہئے اسمیں سود کا شائبہ ہے اور درمختار میں لکھا ہے کہ اگر وکیل روپیہ زکوٰۃ کو قبل از اداء خرچ کر لیوے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وکیل زکوٰۃ دو موکلوں کو خلط کرے گا تو وکیل خائن ہوگا یعنی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، گو شامی لکھتا ہے کہ زکوٰۃ مخلوط باعتبار عرف کے اگر مالک کو علم ہوا ادا ہوجائے گی، مگر یہ صورت صرف خلط زکوٰۃ موکلوں میں گفتگو ہے نہ کہ عام مخلوط مال میں پس ان صورتوں سے معلوم ہوا کہ اگر زکوٰۃ بذریعہ منی آرڈر بھیجی جاوے تو ادا نہ ہوگی کیونکہ اول تو وہ اصل روپیہ جاتا نہیں دوسرے وہ روپیہ اسی وقت دیگر اقوام میں مخلوط ہوجاتا ہے تیسرے قبل از پہنچنے منی آرڈر یہ روپیہ مرسلہ زکوٰۃ اسی جگہ خرچ ہوجاتا ہے اور نہ اس میں وکیل کی کچھ نیت ہے اور نہ اس کو علم ہے، چوتھے یہ وکیل آئندہ تقسیم کنندہ کو بلا نیت وکیل کرتا ہے سو یہ بھی چیز درست ہے بروے کتب معتبرہ مفصل تحریر فرمادیں تاکہ طمانینت ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

آپ کے سوال میں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ منی آرڈر ناجائز ہے، دوم یہ کہ منی آرڈر سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، جس کی وجوہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ اداء زکوٰۃ کے لئے وکیل ہے اور وہ منصبِ وکالت کے خلاف کرتی ہے۔

سو امر اول کے متعلق عرض ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ میں بھی مذکور ہے کہ منی آرڈر ناجائز ہے،[۱] اور مولانا تھانوی مدظلہم کے پہلے فتاویٰ میں بھی یہی ہے لیکن بعد کے ایک فتویٰ میں جواز تحریر فرمایا ہے۔

چنانچہ حوادث[۲] الفتاویٰ حصہ ثانیہ ص: ۵۵ مطبوعہ مجتبائی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں لکھا ہے کہ منی آرڈر مرکب ہے دو معاملہ سے ایک قرض جو اصل رقم سے متعلق ہے دوسرے اجارہ جو فارم کے لکھنے اور روانہ کرنے پر بنام فیس کے دی جاتی ہے، اور دونوں معاملے جائز ہیں پس دونوں کا

---

۱ فتاوی رشیدیہ ص ۴۸۸ باب سود کے مسائل کا بیان، مطبوعہ مکتبہ محمودیہ سہارنپور.

۲ امداد الفتاوی ص ۱۴۶ ج ۳ کتاب الربوا، تحقیق منی آرڈر، مطبوعہ زکریا دیوبند.

مجموعہ بھی جائز ہے، اور چونکہ آپس میں ابتلاء عام ہے اس لئے یہ تاویل کر کے جواز کا فتویٰ مناسب ہے۔

امر ثانی کے متعلق گذارش ہے کہ جو روپیہ منی آرڈر کے متعلق سے بھیجا جاتا ہے سرکار اس روپیہ کے حق میں وکیل نہیں جیسا کہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روپیہ کو قرض فرمایا ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کیونکہ وکیل امین ہوتا ہے اور اس کو امانت میں تصرف کا حق نہیں ہوتا: **المال الذی قبضه الوکیل بالبیع والشراء وایفاء الدین واستیفائه وقبضه العین من جهة الوکالة فی حکم الودیعة فی یده اهـ مرأة المجلة[1] ج: ۲، ص: ۲۷۰.**

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ایک قرض ہے کہ روپیہ بھیجنے والا مصرف زکوٰۃ کو فارم کے ذریعہ سے امر کرتا ہیکہ سرکار سے میرے اس دین پر قبضہ کرلو اور خود اس میں اداء زکوٰۃ کی نیت کرلیتا ہے۔

اور مال موجود کی زکوٰۃ اس طرح ادا کرنا درست ہے جیسا کہ فقہاء نے اس جزئیہ کی تصریح کی ہے: **لو امر فقیراً بقبض دین له علٰی اٰخر نواه عن زکٰوة عین عنده جاز اهـ بحر الرائق[2] ص: ۲۱۱، ج: ۲.**

نیز اداء زکوٰۃ کیلئے تملیک ضروری ہے اور تسلیط بھی تملیک کی ایک صورت ہے جو کہ منی آرڈر میں یقیناً متحقق ہے پس بوقت منی آرڈر اداء زکوٰۃ کی نیت کافی ہے: **تملیک الدین ممن لیس علیه الدین باطل الا فی ثلث حوالة ووصیة واذا سلطه ای سلط المملک غیر المدیون علی قبضه ای الدین فیصح حینئذٍ ومنه مالو وهبت من ابنها ما علٰی ابیه فالمعتمد الصحة للتسلیط اهـ درمختار قال الشامی: قال السائحانی: وحینئذٍ یصیر وکیلا فی القبض عن الأمرثم اصیلا فی القبض لنفسه ومقتضاه صحة عزله عن التسلیط قبل القبض واذا قبض بدل الدراهم**

---

[1] شرح المجلة ص ۴۷ ج ۳ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۱ ج ۲ قبیل باب صدقة السوائم مطبوعه پاکستان، عالمگیری کوئٹه ص ۱۷۱ ج ۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیره الخ، شامی زکریا ص ۱۹۰ ج ۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء.

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Zakat ki Adaygi

دنانیر صح لانه صار الحق للموهوب له فملک الاستبدال واذا نویٰ فی ذلک التصدق بالزکوٰۃ اجزأہ کما فی الاشباہ اھـ رد المحتار[1] ج:۲، ص:۱۷.

اس صورت میں اصل رقم کا مصرف کے پاس نہ پہنچانا بلکہ اس جگہ مخلوط اور خرچ ہوجانا کچھ مضر نہیں، گورنمنٹ کو ادا زکوٰۃ کے لئے وکیل قرار دینے میں جس قدر اشکالات تھے، وہ سب مرتفع ہوگئے اگر منی آرڈر کو جائز نہ کہا جاوے بلکہ ناجائز ہی مانا جائے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں ہے تب بھی زکوٰۃ کے ادا کرنے میں کوئی تامل نہیں۔

۱-**تنبیہ**:- اداءِ زکوٰۃ کے لئے وکیل کی نیت اور علم ضروری نہیں بلکہ صرف مؤکل کی نیت کافی ہے: **اونوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلا نیة اودفعها لذمی لیدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نیة الاٰمر اھـ درمختار.**[2]

۲-**تنبیہ**:- جب وکیل کی نیت اور علم ضروری نہیں تو وکیل الوکیل کی نیت اور علم بطریق اولیٰ ضروری نہیں، نیز وکیل کو یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے شخص کو وکیل بنادے۔ **للوکیل بدفع الزکوٰۃ ان یؤکل بلا اذن ولا یتوقف اھـ**[3] **بحر ص:۲۱۲، ج:۳.** فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: عبداللطیف ۲۶/صفر ۵۷ھ

---

[1] رد المحتار نعمانیة ج:۴، ص: ۵۲۱، مطبوعه زکریا دیوبند (فصل فی مسائل متفرقه من کتاب الهبة، مطبوعه زکریا ص۵۱۸/۸)

[2] الدر المختار علی الشامی نعمانیة ص:۱۱، ج:۲، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، عالمگیری کوئٹه ص۱۷۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیره الخ، طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ کتاب الزکاة. مطبوعه مصر

[3] البحرالرائق ص:۲۱۲، ج:۲، قبیل باب صدقة السوائم، شامی زکریا ص۱۸۹ ج۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، قاضی خان علی الهندیة کوئٹه ص۳۵۵ ج۳ کتاب الاضحیة، فصل فی مسائل متفرقة.

زکوٰۃ کی ادائیگی رسید پر موقوف نہیں

سوال:- زید نے مہتمم کے نام زکوٰۃ کا روپیہ بھیجا اور مہتمم نے جب زکوٰۃ کا روپیہ وصول کر کے اپنے رجسٹر میں جمع کرلیا تو وصول کر کے جمع کے بعد معطی کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا جب مہتمم رسید دے جب ادا ہوگی، اور اگر کسی وجہ سے ایک مرتبہ رسید نہ دیں بلکہ علیحدہ علیحدہ سالانہ رسید دے تھوڑی تھوڑی کی بھجوادے تو رسید سے ادا ہوگی، دریافت طلب یہ ہے کہ وصول کر لینے کے بعد معطی زکوٰۃ دینے والا ہی ہوگیا یا جب کل رسیدات پہنچے گی جب زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اور وصول یابی مہتمم کے کرنے سے ادا نہیں ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا ادا ہونا رسید پر موقوف نہیں ہے مہتمم مصالح مدرسہ کے تحت رسید چاہے یکدم دے یا تدریجاً دے بلکہ معطی نے جب مہتمم کو رقم زکوٰۃ دے کر اپنی ملک ختم کردی اور مہتمم نے وصول کرلی تو معطی بری ہوگیا اور اس کے ذمہ سے زکوٰۃ ادا ہوگئی اور معطی مستحق ثواب ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم جمادی الثانی ۹۰ھ

مہتمم سے زکوٰۃ ضائع ہوجانے پر زکوٰۃ کا حکم

سوال:- زکوٰۃ کی رقم مہتمم مدرسہ یا اسکے نائب سے کسی ناگہانی حادثے یا کسی اور وجہ سے تلف ہوجائے تو کیا ضمان واجب ہوگا؟ اور زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر بالفرض زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اور ضمان واجب

---

[1] ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۸۹ ج ۳، مطبوعه کراچی ص: ۲۷۰، ج: ۲، کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، طحطاوی مع المراقی مصری ص ۵۸۸ کتاب الزکاة، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۱۱ ج ۲ کتاب الزکاة.

ہوااور ضمان کی ادائیگی مہتمم کے امکان سے باہر ہے تو اسکی تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر باوجود حفاظت کے و پوری سعی وانتظام کے ایسا ہوجائے تو ضمان لازم نہیں[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کی رقم کی جیب سمیت کٹ گئی، اس کا حکم؟

سوال:- ایک شخص نے اپنے مال وغیرہ کا حساب لگا کر جتنی زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی تھی نکال کر علیحدہ کردی، اب اس کی جیب کسی نے کاٹ لی یا کسی طرح اس کی زکوٰۃ کی رقم ضائع ہوگئی، اس شکل میں اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا دوبارہ ادا کرنا ہوگی؟ اسی طرح فطرہ کی گم شدہ رقم کا حکم بیان فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس طرح زکوٰۃ ادانہیں ہوئی نہ فطرہ ادا ہوا زکوٰۃ اور فطرہ ادا کریں، شامی[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] چونکہ مہتمم امین ہوتا ہے اور امین سے امانت میں کوتاہی نہ ہونے کی صورت میں امانت ضائع ہونے سے ضمان لازم نہیں: کما صرح الشامی اشتراط الضمان علی الأمین باطل به یفتی الخ الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص:۴۶۴، ج:۵، کتاب الایداع، البحر الرائق کوئٹه ص۴۷۴ج۷ کتاب الودیعة، مجمع الأنهر ص۴۶۸ج۳ کتاب الودیعة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولایخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء قوله ولا یخرج عن العهدة بالعزل فلو ضاعت لاتسقط عنه الزکاة شامی کراچی ص:۲۷۰، ج:۲، کتاب الزکاة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۰ج۲ کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۹ج۱ کتاب الزکاة، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

مستعمل چیز زکوٰۃ میں دی تو قیمت کیسے لگائی جائے؟

سوال:- غیر نقد شئ اگر نئی ہو تب تو اس کی قیمت معلوم ہوتی ہے اور اگر پرانی یا استعمال شدہ ہو تو اس کی قیمت لگانے میں دشواری ہے کہ مثلاً دس روپئے کی جوتی جس کو تین ماہ پہنا گیا اور وہ اتنی مضبوط کہ کم از کم دو سال چلے تو اس کو فروخت کا ارادہ کیا جائے تو نصف یا نصف سے بھی کم قیمت ملتی ہے اور از روئے انصاف کم از کم آٹھ روپے کی بکنی چاہئے تو زکوٰۃ کے حساب کے لئے کون سی قیمت لگائی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

مالیت تو وہ ہے جس کی اہل تجربہ قیمت تجویز کریں وہ اگر اس جوتی کو تین روپئے کی تجویز کریں تو یہی قیمت معتبر ہوگی۔[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۸۷/۵/۲۴ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۸۷/۵/۲۴ھ

چوری کی ہوئی رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا

سوال:- اگر رقم چوری ہو جائے بعد میں پتہ چل جائے، مگر رقم کی ادائیگی سے عاجزی ظاہر کی تو کیا اس رقم کو زکوٰۃ میں محسوب کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

چوری کی ہوئی رقم میں اب زکوٰۃ کی نیت کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، زکوٰۃ کے لئے حکم

[1] ویقدمها المالک فی البلد الذی فیه المال حتی لو بعث عبداً للتجارة إلی بلد آخر فحال الحول تعتبر قیمته فی ذالک البلد، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۸۰ ج ۱ الثالث فی زکاة الذهب والفضة الفصل الثانی فی العروض، المحیط البرهانی ص ۱۶۳ ج ۳ کتاب الزکاة الفصل الثالث بیان مال الزکاة، مطبوعه مجلس علمی ڈابهیل شامی زکریا ص ۲۲۹ ج ۳ باب زکاة المال.

ہے: ’’اٰتوا الزکٰوۃ ‘‘اوراس صورت میں ایتاءنہیں پایا گیا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ دارالعلوم ۱۴/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۴/۶/۸۷ھ

زکوٰۃ میں کھانا دینا

سوال:- زکوٰۃ میں اگرکوئی طالب علم کو دو وقت یا ایک وقت کھانا دے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یانہیں؟ اورکیا زکوٰۃ کا شعار سال بھرمیں ایک دفعہ ہونا ضروری ہے یا بس ایک دفعہ کے بعداندازہ کافی ہےاورسوروپیہ کی مالیت کی کیا زکوٰۃ ہوئی؟ فقط

الجواب حامداًومصلیاً

جتنی زکوٰۃ واجب ہے اگراتنا سامان خوردونوش لےکراس کا کھانا پکا کرکسی مستحق طالب علم کودیدیاجائے،تب بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی[۲]۔

اگرآمدنی میں کمی زیادتی کا تغیرہوتا رہتا ہےتب تو ہرسال اپنی آمدنی کا حساب کرنا ضروری ہےاگرایک رقم کسی کے پاس رکھی ہوئی ہے یا زیور رکھا ہےاورکوئی آمدنی ایسی نہیں کہ جس پرزکوٰۃ واجب ہوتو صرف ایک مرتبہ حساب کرلینا کافی ہےاس کے بعداسی حساب سے ہرسال زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

---

[۱] ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالأداء للفقراء فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة الدر المختار مع الشامی زكريا ص۱۸۹ ج۳، كتاب الزكوة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، وفی خلاصة الفتاویٰ رجل عزل زكوٰة ماله ووضعها فی ناحية بيته فسرقها سارق لا يقطع يده للشبهة وعليه أن يزكيها، خلاصة الفتاویٰ ص۲۳۸ ج۱ الفصل الخامس فی زكوٰة المال مطبوعه لاهور خانية على الهندية ص۲۶۳ ج۱ فصل فی اداء الزكاة مطبوعه كوئٹه.

[۲] واخرج بالتمليک الاباحة فلا تكفی فيها فلو أطعم يتيماناويابه الزكاة لا تجزيه الا اذا دفع اليه المطعوم طحطاوی على المراقی ص:۵۸۷، كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامی زكريا ص۱۷۱ ج۳ كتاب الزكوة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۰۱ ج۲ كتاب الزكوة.

زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ واجب ہوتا ہے[1] اس اعتبار سے سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ واجب ہوئے اب اس کو اختیار ہے کہ خواہ ڈھائی روپیہ دے خواہ ڈھائی روپیہ کے وزن کے برابر چاندی دیدے یا اس چاندی کی قیمت کی کوئی اور چیز دیدے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ
صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۷/۱۲/ ۵۶ھ

امام کو جوڑا بنا کر دیتے ہیں کیا وہ زکوٰۃ ہے؟

سوال:- اگر کوئی صاحب مسجد کے امام صاحب یا موذن صاحب کو ماہِ رمضان المبارک میں روپیہ یا کپڑا تحفہ دیا مگر یہ نہیں کہا کہ یہ زکوٰۃ کا مال ہے، اب تحفہ لینے والے کو کیا حکم ہے؟ وہ تحفہ بلا تحقیق لیں یا تحقیق کریں، اگر وہ مالِ زکوٰۃ ہی تھا اور لینے والا اس کا مستحق نہیں تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عام طور پر امام یا مؤذن کو رمضان المبارک میں جوڑا بنا کر جو لوگ دیتے ہیں زکوٰۃ کے پیسہ کا نہیں ہوتا، جب تک یہ ظن غالب نہ ہو کہ یہ زکوٰۃ کا ہے، اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں[2]
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] یجب فی مائتی درھم وعشرین دیناراً ربع العشر زیلعی ص۲۷۶ ج ۱ باب زکوۃ المال، مطبوعہ امدادیہ ملتان، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۲۴ ج۳ باب زکاۃ المال، النھر الفائق ص۴۳۶ ج ۱ کتاب الزکاۃ، باب زکاۃ المال مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت.

[2] إن قدم الیک طعاماً أو حمل الیک ھدیة أو اَردّت ان تشتری من دکانہ شیئاً فلا یلزمک السؤال عنہ بل یدہ المتصرفة فیہ وکونہ مسلماً دلالتان کافیتان فی الھجوم علی اخذہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ادارہ میں زکوٰۃ کی رقم سال بھر سے زیادہ پڑے رہنا

سوال:-ہمارے یہاں ایک قومی ادارہ ہے جو غریب، یتیم، بیواؤں کی امداد کے لئے قائم کیا گیا ہے، اور وہ اپنی خدمات ماشاء اللہ انجام بھی دیتا ہے، اسکی نوعیت یہ ہے کہ ہر سال رمضان المبارک میں زکوٰۃ، فطرہ اور عید الاضحیٰ کے موقع پر چرمِ قربانی جمع کرتا ہے اور سال بھر ماہانہ یتیم، بیواؤں کو ایک مقدارِ مقرر دی جاتی ہے، فی الوقت ادارہ کے پاس جمع شدہ کئی سال کی کچھ رقم موجود ہے، دریافت یہ کرنا ہے کہ اسطرح رقم زکوٰۃ، فطرہ کی جمع کر کے رکھنا درست ہے، یا سال بھر مکمل جتنی رقم جمع ہو صرف کر دی جائے؟ حکم شریعت سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ، فطرہ دینے والوں نے ادارہ کے ذمہ داروں کو وکیل بنایا ہے کہ ان کی زکوٰۃ وفطرہ کو صحیح جگہ پر صرف کردیں، جب تک وہ صرف نہیں کریں گے زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی نہ ہوگی، ذمہ بری نہیں ہوگا، واجب باقی رہے گا،[۱] ایسی رقوم پر سال بھر گذر جانا اچھا نہیں، اور واجب میں اتنی دیر نہ کی

(گذشتہ کا صفحہ بقیہ) الی قوله اذ كان صلى الله عليه وسلم لا يسأل عن كل ما يحمل اليه فى كل احيانه بل سأل فى اوّل قدومه الى المدينة مهاجراً عما يحمل اليه أصدقة أم هدية؟ لأن قرينة الحال وهو دخول المهاجرين الاوّلين الى المدينة وهم فقراء لكونهم خرجوا بانفسهم متجردين عن املاكهم فارين بدينهم يغلب على الظن ان ما يحمل اليهم من الطعام يحمل بطريق الصدقة لا غيره ثم اسلام المعطى ويده المتصرفة فيه لا يدل على انه ليس بصدقة وكان صلى الله عليه وسلم يُدعىٰ الى الضيافات فيجب اليها ولا يسأل أصدقة أم لا؟ لأن العادة ما جرت بالتصدق بالضيافة، اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين ص ۷۹/۸ کتاب الحلال والحرام الباب الثالث فى البحث والسؤال والهجوم والاهمال، مطبوعه دار الفكر بيروت، يجب أن يعلم بان العمل بغالب الرأى جائز فى باب الديانات وفى باب المعاملات، هنديه كوئٹه ص ۳۱۳ ج۵ كتاب الكراهية الباب الثانى فى العمل بغالب الرأى.

(صفحہ ہذا) [۱] ولا يخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء فلو ضاعت لا تسقط عنه الزكوٰة ولو مات كان ميراثاً عنه بخلاف ما اذا ضاعت فى يد الساعى لأن يده كيد الفقراء الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۱۸۹ ج۳ كتاب الزكوٰة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء طحطاوى مع المراقى ص۵۸۸ كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۱ كتاب الزكوٰة، دار الكتب العلمية بيروت.

جائے،[۱] درمیان میں حوادث کا بھی احتمال رہتا ہے، گذشتہ رقم جو کچھ باقی ہو اس کو حسبِ ضرورت غرباء اور مستحق کو دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۹۱ھ

وکیل نے زکوٰۃ دینے میں تاخیر کی

سوال:- زید نے عمر کو سو روپیہ زکوٰۃ کے دیئے کہ ان کو تقسیم کردے، مگر عرصہ دس سال گذر گیا، عمر نے تقسیم نہیں کئے بلکہ استعمال کرلئے، اب عمر ان کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو کیا صرف سو روپیہ زکوٰۃ کے نکال دے یا کچھ جرمانہ وغیرہ بھی ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر کو از خود سو روپیہ دینا کافی نہیں، بلکہ اس کے ذمہ ضمان لازم ہے، جو زید کو واپس کرنا ضروری ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

معاون کا مالک کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا کرنا

سوال:- میں میرے والد صاب اور تین بھائی پانچوں مل کر تجارت کرتے ہیں، تمام مال اور حساب

---

۱ فیاثم بتاخیرها بلا عذر إلی قوله وقد یقال المراد أن لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقٰی إذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد أساء وأثم، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۱۹۲ ج۳، بدائع الصنائع زکریا ص۷۷ ج۲ کتاب الزکاة، فصل کیفیة فرضیة الزکاة، مجمع الأنهر ص۲۸۴ ج۱ کتاب الزکاة، طبع دار الکتب العلمیة بیروت.

۲ ولو خلط زکاة موکلیه ضمن وکان متبرعاً الی قوله ولو تصدق ای الوکیل بدفع الزکاة إذا أمسک دراهم المؤکل ودفع من ماله لیرجع ببدلها فی دراهم المؤکل صح بخلاف ما إذا انفقها أولا علی نفسه مثلا ثم دفع من ماله فهو متبرع، الدر المختار شامی زکریا، ص:۱۸۸، ۱۸۹ ج۳، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، فتاوی التاتارخانیة ص۲۸۴ ج۲ فصل فی المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة طبع ادارة القرآن کراچی.

وکتاب میرے پاس ہی رہتا ہے، اور نفع ونقصان کو آپس میں تقسیم نہیں کرتے، بلکہ جو کچھ ہو وہ تجارت میں ہی لگا دیتے ہیں، اگر کسی کو روپیہ کی ضرورت ہو تو اسکی ضرورت کے مطابق روپیہ دیدیتے ہیں، باقی تمام مال کو تجارت میں لگا دتے ہیں جب زکوٰۃ کا نصاب آتا ہے، تو نصاب کے مطابق زکوٰۃ دینے کو والد صاحب اور باقی تینوں بھائی تیار نہیں، اس حال میں بندہ مجبور ہے اور حکمِ خداوندی کو پورا کرنا ضروری ہے، اس وجہ سے میں پورے دوسال سے مال کی زکوٰۃ نکال کر دے دیا ہوں حالانکہ ان کا بھی حق ہے، ان سے اجازت لئے بغیر ان سے چھپا کر زکوٰۃ نکالنا میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اصل رقم والد صاحب کی ہے، اس سے تجارت شروع کی گئی ہے، تو کل مال کے مالک والد صاحب ہیں، ان کے ذمہ زکوٰۃ ہے، آپ چاروں بھائی شریک اس کے مالک نہیں، بلکہ والد صاحب کے معاون ہیں، اس مال میں چاروں پر زکوٰۃ واجب نہیں[1]، بغیر والد صاحب کی اجازت کے آپ کو اس کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں اور اس طرح زکوٰۃ ادا بھی نہیں ہوتی[2]، آپ کو چاہئے کہ بہت نرمی اور ادب واحترام سے والد صاحب کو بتائیں اور سمجھائیں کہ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اس کے ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے مال محفوظ رہتا ہے، ضائع نہیں ہوتا اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے، وہ سانپ بن کر گلے کا طوق ہوگا، کاٹے گا،[3] نیز اس سونے چاندی کو تپا

---

[1] وشرطه أی شرط افتراض أدائها حولان الحول وهو فی ملکه. شامی کراچی ص:۲۶۵، ج:۲، کتاب الزکاة، شامی زکریا ص۱۸۶ ج۳ کتاب الزکوة، طحطاوی مع المراقی ص۵۸۸ کتاب الزکوة، مطبوعه مصر.

[2] ولو ادّی زکوٰة غیره بغیر امره فبلغه فاجاز لم یجز لانها وجدت نفاذا علی المتصدق لانها ملکه ولم یصر نائباً عن غیره فنفذت علیه، شامی زکریا ص۱۸۸ ج۳ کتاب الزکوة، فتاویٰ التاتارخانیة ص۲۸۴ ج۲ فصل المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی، البحر الرائق کوئٹه ص۲۱۰ ج۲ کتاب الزکوٰة.

[3] عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Zakat ki Adaygi

کر پیشانی پر، پہلو پر، کمر پر داغ دیا جائیگا[۱] کتاب فضائلِ صدقات ان کو سنائیں اور دعائیں بھی کریں، حق تعالیٰ دل میں اس کا احساس پیدا فرمائے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

وکیل نے مؤکل کی ہدایت کیخلاف دوسرے شخص کو زکوٰۃ دیدی

سوال:-مرسل زکوٰۃ نے یہ شرط لگائی تھی کہ یہ پہلے کاشتکاروں کو اسطرح دیئے جائیں کہ میری زکوٰۃ ادا ہوجائے، نمبر تین کے کارندوں کو یہ پیسے عمداً دیئے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی تو یہ گناہ کس کے ذمہ ہوگا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

وکیل امین ہوتا ہے ہدایتِ موکل کے خلاف تصرف کرنے کا اس کو حق نہیں خلاف کرنے سے وکیل کے ذمہ ضمان لازم آئے گا، اور زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) من اٰتاه الله مالاً فلم يؤدّ زكاته مثّل له ماله يوم القيامة شجاعاً اقرع له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعنى بشدقيه ثم يقول انا مالک انا كنزک الحديث الخ، بخارى شريف ص۱۸۸ ج۱، كتاب الزكوٰة، باب اثم مانع الزكوٰة، مطبوعه مكتبۂ اشرفيه ديوبند.

(صفحہ ہذا) [۱] فى حديث ابى هريرة يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما من صاحب ذهبٍ ولا فضةٍ لا يؤدى منها حقها الا إذا كان يوم القيامة صفّحت له صفائح من نارٍ فأُحمى عليها فى نار جهنم فيُكوٰى بها جَنْبُهُ وجَبِيْنُهُ وظَهْرُهُ كلّما ردّت اعيدت له فى يوم كان مقداره خمسين الف سنة الى اخر الحديث مسلم شريف ص۳۱۸ ج۱ كتاب الزكوٰة، باب اثم مانع الزكوٰة، مطبوعه رشيديه دهلى، مشكوٰة المصابيح ص۱۵۵ ج۱، كتاب الزكاة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[۲] سئل عمر الحافظ عن رجل دفع إلى الاخر مالاً فقال له، هذا زكاة مالى فادفعها الى فلان، فدفعها الوكيل إلى آخر هل يضمن؟ قال: نعم، وله التعين، فتاوى التاتارخانية ص۲۸۴ ج۲ فصل المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة، مطبوعه ادارة القرآن كراچى، شامى زكريا ص۱۸۹ ج۳ كتاب الزكاة، البحر الرائق كوئٹه ص۲۱۲ ج۲ كتاب الزكوٰة، قبيل باب صدقة السوائم.

اداءِ زکوٰۃ کے وکیل کو زکوۃ کا خود رکھ لینا

سوال:- ایک شخص مسمّٰی حمید جو صاحبِ نصاب ہے اس نے مالِ مملوکہ کی زکوٰۃ ایک سال گذشتہ کی یا ایک سال آئندہ کی بطور پیشگی کئی سو یا کئی ہزار کی رقم نکال کر ایک غیر ذی نصاب مسمّٰی رشید مفلس کے حوالہ یہ کہہ کر دی ہے کہ یہ تمام رقم جو میں آپ کے سپرد کر رہا ہوں مد زکوٰۃ کی ہے اس رقم کا کوئی جز کسی ذی نصاب کی ملکیت میں ہرگز نہیں پہونچنا چاہئے اور بھائی رشید صاحب آپ بھی چونکہ غیر ذی نصاب ہیں حد شریعت کے اندر آپ بھی اس رقم میں سے لے سکتے ہیں، پس مسمّٰی رشید مفلس نے وہ رقم زکوٰۃ کئی سو یا کئی ہزار کی اپنے قبضہ میں لے لی اور پچاس روپیہ اس رقم زکوٰۃ میں سے خود لیکر اپنی زوجہ کو جو پہلے سے وہ صاحبِ نصاب تھی اس کو ہبہ کر دیئے، اس کے بعد باقی ماندہ رقم زکوٰۃ میں سے پھر پچاس روپیہ رشید نے خود لیکر اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کر دیئے، اور بایں صورت اس رقم زکوٰۃ میں سے بار بار مسمّٰی رشید پچاس پچاس روپیہ خود لیتا رہا اور ہر بار اپنی اسی زوجہ کو ہبہ کرتا رہا، اور یہ کام ایک ہی دن میں بیک وقت رقمِ زکوٰۃ کو ختم کر دینے کا رشید نے پورا کر کے تمام رقم زکوٰۃ اپنی زوجہ کی حوالگی میں بصورتِ مذکورہ بالا دیدی، اور مسمّٰی حمید رقم زکوٰۃ کو رشید کے سپرد کر دینے کے وقت خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ میں مسمّٰی رشید کو جس قدر زکوٰۃ کی رقم سپرد کروں گا اس رقم میں رشید ایسا عمل کریگا جو اوپر ذکر کیا گیا ہے، پس رشید ایسا عمل کرنے کے بعد اپنی زوجہ کی ہمراہ بہ نیت ہجرت یا بلا نیت ہجرت حرمین شریفین چلا گیا یا پاکستان جانے کا ارادہ رکھتا ہے، لہٰذا اس میں دریافت طلب یہ ہے (۱) کہ صورتِ مذکورہ میں مسمّٰی حمید جو صاحبِ نصاب ہے اسکی زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟ اور اگر زکوٰۃ ادا ہوگئی تو اس ادائیگی میں کراہتِ شرعیہ داخل رہی یا بلا کراہت حمید کی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

(۲) اگر صورتِ مذکورہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کراہت باقی رہ گئی ہو تو وہ کراہت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ ہے، یا حضرات صحابہ کرام یا حضرات تابعین یا حضرات

تبع تابعین کی بتلائی ہوئی ہے یا ائمہ اربعہ یعنی حضرت امام اعظم، حضرت امام مالک، حضرت امام حنبل، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کی ارشاد کردہ ہے۔ ۱۹/ صفر ۱۳۲۷ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ تو ادا ہوگئی مگر یہ فعل فقہا کے نزدیک مکروہ ہے[۱]۔

(۲) یہ کراہت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے حضرت سلیک غطفانی رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کا قصہ کتبِ صحاح میں مذکور ہے[۲] وہ اس کراہت کا ماخذ ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۳/۶۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۳/۶۷ھ

اداءِ زکوٰۃ کے وکیل کو زکوٰۃ خود رکھنا

سوال:- زکوٰۃ یا صدقہ کوئی کسی کو اس واسطے دے کہ جہاں مصرف ہوا اور جسکو مستحق دیکھے دیدے، درحقیقت وہ جن کو ادائیگی کے لئے دی جاتی ہے، وہ خود مستحق ہے، لیکن اس دینے

---

[۱] کرہ اعطاء فقیر نصاباً أو اکثر، الدر المختار مع الشامی نعمانیة ص۶۸ ج۲ کتاب الزکوٰة، باب المصرف، طحطاوی مع المراقی ص۵۹۴ کتاب الزکوٰة باب المصرف مطبوعه مصر بدائع الصنائع زکریا ص۱۶۰ ج۲ فصل مصارف الزکوة.

[۲] عن عیاض بن عبد الله سمعت أبا سعید الخدری یقول جاء رجل یوم الجمعة والنبی صلی الله علیه وسلم یخطب بهیاة بذة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم أصلیت قال لا قال صلّ رکعتین وحثّ الناس علی الصدقة فالقوا ثیاباً فاعطاه منها ثوبین الی اخر الحدیث، نسائی شریف ص۱۵۸ ج۱ باب حث الامام علی الصدقة یوم الجمعة فی خطبته، مکتبهٔ فیصل دیوبند، عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه قال بینما النبی صلی الله علیه وسلم یخطب یوم الجمعة اذ جاء رجل فقال النبی صلی الله علیه وسلم اصلّیتَ قال لا قال فقم فارکع (قوله إذ جاء رجل هو سلیک الغطفانی) قوت المغتذی علی هامش الترمذی ترمذی شریف ص۱۱۴ ج۱ ابواب الجمعة باب فی الرکعتین اذ جاء الرجل والامام یخطب، مطبوعه مکتبهٔ بلال دیوبند.

والے کو اس کے مستحق اور مصرف ہونے کا علم نہیں کیا وہ مستحق رقمِ زکوٰۃ خود لے سکتا ہے یا نہیں یا صرف دوسرے مستحقین پر تقسیم کردے؟ اس بات کا اس کو اختیار تھا کہ جس کو چاہے دے اور جتنا دے لیکن مستحق کو دے۔

الجواب حامداًومصلیاً

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں اس کو خود رکھنا درست نہیں: **لو قال لرجل ادفع زکٰوتی الٰی من شئت او اعطها من شئت فدفعها لنفسه لم یجز وفی جوامع الفقه جعله قول ابی حنیفة رحمة اللّٰه علیه وقال عند ابی یوسف رحمة اللّٰه علیه یجوز ولو قالو ضعها حیث شئت جاز وضعها فی نفسهٖ شلبی هامش زیلعی**[1] **ج: ۱، ص: ۳۰۵. باب المصرف.** فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ بذریعۂ غیر مسلم

سوال :- زکوٰۃ کی ادائے گی مسلم غیر مسلم کے ذریعہ پہونچانے کے متعلق زید کہتا ہے کہ کسی پہونچانے والے نے ذمہ لے لیا ہے کہ میں یہ زکوٰۃ مستحق کو پہونچادونگا، اور زکوٰۃ دینے والے نے زکوٰۃ دینے کی نیت سے رقم دیدی تو دینے والے کی زکوٰۃ ادا ہوگئی پہونچانے والا پہونچائے یا نہ پہونچائے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، جب کہ بکر کہتا ہے کہ جس طرح زکوٰۃ ادا کرنا واجب وفرض ہے اسی طرح اس کی تحقیق اور مستحق کو برابر پہونچنے کی تحقیق بھی واجب وفرض ہے، اگر مستحق تک رقم نہیں پہونچی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، البتہ جس کے ذریعہ پہونچائی جائے وہ شخص عالم دین یا کوئی صاحب دین ہو جس پر پورا بھروسہ ہو کہ صاحب مستحق تک پہونچائیں گے تو پھر انکے ذریعہ پہونچانا درست ہے، لیکن غیر مسلم کے ذریعہ زکوٰۃ مصیبت زدوں آفت زدہ علاقہ کے مسلمانوں کو پہونچانا

[1] شلبی علی هامش الزیلعی ص: ۳۰۵، ج: ۱، مطبوعه امدادیه ملتان. باب المصرف.

بالکل پسند نہیں کرتا کیوں کہ ایک غیر مسلم ہے پھر پتہ نہیں کس نیت سے انکا مشن امداد کرتا ہے، اور اپنا نام کرتا ہے، بلکہ ایمان میں گڑبڑی پیدا کرتا ہے اور یہ کہ وہ زکوٰۃ کو کیا جانیں، لہٰذا زکوٰۃ اپنے ہاتھ سے یا کسی ذریعہ سے جو صاحب دین ہونیکے علاوہ زکوٰۃ کے مسائل سے واقف ہو خاموشی سے ادا کرنا بہتر ہوگا۔ نجم الحسن تھانوی محلہ مفتی سہارنپور

الجواب حامداًومصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لئے قابلِ اعتماد غیر مسلم کو بھی وکیل بنا دینا درست ہے، مگر صرف وکیل کے حوالے کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، جب تک وہ مصرف کو نہ پہنچا دے۔ ادائے فرض میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے: **وشرط صحة ادائها نية مقارنة لادائها للفقير اووكيله. (مراقی الفلاح ص: ۵۸۸) وكيل المزكى فيصح ولودفع الوكيل بلانية او دفعها بذمّى ليدفعها للفقراء جاز لان المعتبر نية الآمر. (كذا فى الدر[۱] المختارعلى هامش الشامى نعمانية ومراقى الفلاح والطحاوى ص: ۵۸۸[۲])** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۵/۲/۲۸ھ

مقروض کو قرض سے زکوٰۃ کے لئے بری کر دینا

سوال:- زید پر عمر کا قرض ہے، زید فی الحال مستحقِ زکوٰۃ ہے، اگر عمر زید سے کہہ دے کہ میں نے رقم تجھ کو دیدی تو اس صورت میں عمر زکوٰۃ کی نیت کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو رقم بطور قرض واجب الاداء ہو اس سے مقروض کو بری کر دینا ادائے زکوٰۃ کیلئے کافی نہیں البتہ اگر

[۱] الدر مع الشامی کراچی ص۲۶۸ ج۲ كتاب الزكاة مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، بحر كوئٹه ص۲۱۰ ج۲ كتاب الزكاة.

[۲] مراقی الفلاح مع الطحطاوى ص۵۸۸ مطبوعه مصرى اول كتاب الزكاة.

مقروض کو زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے پھر اس سے قرض میں وصول کر لی جائے تو درست ہے[۱] کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ کو اگر قرض کے نام سے دیدی جائے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے[۲] مگر پھر اس کو واپس نہ لے جس کا قرض ذمہ میں ہوا اور وہ اب مستحقِ زکوٰۃ ہو تو اسکو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، لیکن اسی سے اسکا قرض ختم نہیں ہوگا، وہ بدستور باقی اور واجب الاداء رہے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۲/۲۴ھ

قرض کو زکوٰۃ میں محسوب کرنا

سوال:- زید نے عمر کو دوسو روپیہ قرض دیئے اب زید قرض کو معاف کرنا چاہتا ہے، لیکن اس طرح کہ زید کے ذمہ دوسو روپیہ زکوٰۃ ہے تو ہر سال ۲۵/۲۵/روپیہ عمر کے ذمہ سے قرض ساقط ہو جائے اور وہی ۲۵/روپیہ زکوٰۃ کے طور پر ادا ہو جائیں تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، بلکہ دوسو روپیہ یکدم یا متعدد بار اسکو دے کر اپنے قرض میں اس سے وصول کرے اسطرح زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی اور قرض بھی وصول ہو جائیگا[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذهاعن دينه (درمختار) قوله وحيلة الجواز أى فيها اذا كان له دين على معسر شامى كراچى ص: ۲۷۱، ج:۲، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص۵۸۹ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص ۲۱۱ ج۲، اول كتاب الزكاة.

[۲] ولا يشترط علم الفقير أنها زكوة على الاصح حتى لو اعطاه شيأ وسماه هبةً أو قرضاً ونوى به الزكاة، صحت مراقى الفلاح على الطحطاوى ص۵۸۹ كتاب الزكاة مطبوعه مصرى، مجمع الانهر ص۲۹۰ ج۱ اول كتاب الزكوة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، شامى كراچى ص۷۳۳ ج۲ مسائل شتى، بحر كوئٹه ص۲۱۲ ج۲ اول كتاب الزكاة.

[۳] وحيلة الجواز أن يعطى مديونه الفقير زكاته ثم ياخذها عن دينه (در مختار) قوله وحيلة الجواز) أى فيما إذا كان له دين على معسر رد المحتار كراچى ص ۲۷۱، ج۲ مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء كتاب الزكاة، بحر كوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ اول كتاب الزكاة، طحطاوى على المراقى ص ۵۸۹ مطبوعه مصرى.

رقمِ زکوٰۃ بطور قرض لینا اور خرچ کرنا

سوال:- یہ بات تو ظاہر ہے کہ صدقات وغیرہ کا مصرف صرف یتیم ومسکین ہیں، تو کیا کوئی شرعاً ایسی صورت بھی ہے کہ جس مدرسہ میں کھانے والے بچے نہ پڑھتے ہوں اس مدرسہ میں ان مدّات کو خرچ کیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ درست ہے کہ مدرسہ بطور قرض کے لے کر خرچ کرے، اس میں کوئی گناہ نہیں، اگر کوئی صورت جواز کی ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رقم واجبُ التملیک میں مالکوں کی طرف سے خلط وتصرف کی اجازت ہو تو وقتِ ضرورت ان کو بطورِ قرض دوسرے مدات میں خرچ کیا جاسکتا ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کا پیسہ خادم مدرسہ کو قرض دینا

سوال: مہتمم مدرسہ کو بوجہ وکیلِ قوم ہونیکے ادارہ کے خادم کو مدرسہ سے زکوٰۃ کے روپیہ سے قرض دینا درست ہے، یا نہیں؟ جب کہ معطی یہ بھی لکھ دے کہ اگر مناسب ہو تو قرض دیدیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معطی کی اجازت کے بعد مہتمم کو حسبِ صواب دید زکوٰۃ کا روپیہ قرض میں دینا درست ہے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۸/۹۰ھ

---

[1] ویتصل بهذا العالم اذا سأل للفقراء شيئا وخلط يضمن، لووجد العرف فلا ضمان لوجود الأذن حينئذ دلالةً والظاهر أنه لابدمن علم المالك بهذا العرف ليكون اذنا دلالةً شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاء، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة، طبع مكة مكرمة بحر كوئٹه ص ۲۱۱ ج۲ كتاب الزكاة. (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

توبہ سے واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں

سوال:-توبہ کی صورتوں میں کیا سابقہ سالوں کی زکوٰۃ بھی دینی پڑتی ہے، اگر طاقت ہو؟ اور اگر طاقت نہ ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً

توبہ سے گذشتہ واجب شدہ زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی، حسب استطاعت اسکوادا کرنالازم ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۷/۹۵ھ

زکوٰۃ میں موجودہ نرخ کا اعتبار

سوال:-ایک کتب فروش نے مثلاً دس ہزار کتابیں فی سیکڑہ دس روپے کے حساب سے ایک ہزار روپے میں طبع کرائیں یا خریدیں، اب اس نے فی سیکڑہ چار روپے نفع لینا طے کر کے اس کو فروخت کرنا شروع کیا، سال بھر میں پانچ ہزار کتابیں (جن کی اصل قیمت پانچ سوروپے ہے) فروخت ہوئیں جن پر چار روپے سیکڑہ کے حساب سے دوسوروپے نفع ملا اور پانچ ہزار کتابوں کا اسٹاک اس کے پاس موجود ہے، اختتامِ سال پر زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں فروخت شدہ پانچ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۲] کما یستفاد ولو خلط زکاۃ موکلیه ضمن قال الشامی إلا إذا جدد الإذن أو اجاز المالکان الخ، شامی کراچی ص ۲۶۹ ج ۲ کتاب الزکاۃ تاتارخانیة ص ۲۸۶ ج ۲ کتاب الزکاۃ الفصل التاسع الخ مطبوعه کراچی.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وان کانت (ای التوبة) عما فرط فیه من حقوق الله کصلوات وصیام وزکوات فتوبته ان یندم علی تفریطه اولاً ثم یعزم علی ان لایفوت ابداً ولو بتأخیر صلوۃ عن وقتها ثم یقضی مافاته جمیعاً الخ شرح فقه اکبر ص: ۱۹۴، مطبوعه مجتبائی دهلی، بحث التوبة.

ہزار کتابوں کی اصل قیمتِ خرید جو پانچ سو روپے ہے، اس کے ساتھ نفع کی رقم دو سو روپے بھی شامل کر کے کل سات سو روپے کی زکوٰۃ ادا کی، اب باقی ماندہ پانچ ہزار کتابوں کا جو اسٹاک اس کے پاس موجود ہے، جس کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے سلسلہ میں موجود اسٹاک کی اصل قیمت خرید پانچ سو روپے اور قیمت فروخت سات سو روپے میں سے کونسی قیمت شرعاً معتبر ہوگی؟ اگر اس وقت قیمت فروخت ہی معتبر اور ضروری ہو تو کتب فروش پر دوگنا بوجھ پڑیگا، کیونکہ آئندہ سال کے اختتام پر مذکورہ اسٹاک کے فی سیکڑہ چار روپے نفع سے فروخت ہو جانے کی صورت میں اسے قیمت فروخت (سات سو روپے) ہی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، اس لئے اس سال موجودہ اسٹاک کی زکوٰۃ اصل قیمت خرید (پانچ سو روپے) کے اعتبار سے ادا کرنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سال ختم ہونے پر بازاری نرخ سے (نہ کہ اصل خرید کے اعتبار سے) جتنی قیمت کا مال موجود ہو اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی، بہتر یہ ہے کہ اسی نرخ کے اعتبار سے زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ کتابیں ہی دیدے۔ تاکہ اصل مال اور زکوٰۃ کا نرخ کی وجہ سے تناسب[۱] قائم رہے۔ **وھٰذا ظاھر لایخفیٰ**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲ھ

---

[۱] اذا كان له مائتا قفيز حنطة للتجارة تساوى مأتى درهم فتم الحول ثم زاد السعر أو انتقص فان أدى من عينها أدى خمسة اقفزة وان أدى القيمة تعتبر قيمتها يوم الوجوب. الهنديه ص:۱۷۹، ج:۱ كتاب الزكاة، الباب الثالث، الفصل الثانى فى العروض. مطبوعه كوئٹه، ولو ازدادت قيمتها قبل الحول تعتبر قيمتها وقت الوجوب بالاجماع (تاتارخانية كراچى ص۲۴۲ ج۲ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان زكاة عروض التجارة، محيط برهانى ص۱٦۸ ج۳ كتاب الزكاة، الفصل الثالث فى بيان مال الزكاة جئنا إلى بيان زكاة عروض التجارة، طبع مجلس علمى گجرات.

زکوٰۃ کا لحاف طلبہ کو دیکر واپس لینا

سوال:۔ایک مدرسہ کیلئے زکوٰۃ کے مال سے رقم آئی مہتمم صاحب نے طلبہ کے لئے لحاف و بستر وغیرہ بنائے اب مدرسہ کا سالانہ امتحان ہوگیا وہ لحاف و بستر جو طلباء کو مہتمم صاحب نے دیئے تھے مدرسہ کے صدر مدرس صاحب نے طلباء سے واپس فرمالئے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ طلبہ گھر سے اس مدرسہ میں واپس نہ آئیں جو طلبہ آئندہ سال آئیں گے وہ ان کے کام آئیں گے واپس لئے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے۔زکوۃ کے روپیہ سے لحاف تھے جو اہل خیر حضرات نے مدرسہ کے لئے دئے تھے صدر مدرس نے ایسا کرلیا کہ لحاف طلباء سے جاتے وقت واپس لے لئے تو کیا صدر مدرس صاحب ڈاکو یا خائن یا گنہ گار ہے واپس لینے کی اجازت ہوئی یا نہیں؟ اگر صدر مدرس صاحب ڈاکو یا خائن نہیں ہوئے تو لحاف طلباء سے واپس کرنے کی وجہ سے لوگوں نے ان کو خائن یا ڈاکو یا فاسق کہا تو کہنے والے گنہ گار ہیں یا نہیں؟ ان کا گناہ کس طرح معاف ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً!

زکوۃ ادا ہونے کیلئے مالک بنادینا ضروری ہے محض مستعار دینے سے زکوۃ ادا نہیں[1] ہوئی اگر کوئی مدرسہ کا ذمہ دار مال زکوۃ کو عاریۃً دیکر واپس لیتا ہے ان کو مالک نہیں بناتا ہے تو ایسے ذمہ دار کو ہرگز زکوۃ نہیں دی جائے بلکہ خود طلباء کو یا جس کو مستحق سمجھیں لوگ زکوۃ دے دیا کریں اب تک جس قدر لحاف وغیرہ اسی طرح طلباء کو دیکر واپس لے لئے ان کی ذمہ داری صدر مدرس صاحب پر ہے۔ مہتمم مدرسہ صاحب کو چاہئیے کہ صدر مدرس صاحب کو اس طرز عمل سے روک دیں۔مہتمم صاحب نے جو لحاف طلباء کو تملیکاً دے دئے تھے طلباء ان کے مالک ہوگئے تھے اور زکوۃ ادا ہوگئی تھی پھر صدر

[1]...... ویشرط ان یکون تملیکا لا اباحة الخ در مختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ کتاب الزکاة باب المصرف. مجمع الانهر ص ۱/۳۲۸، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه بیروت، بحر کوئٹه ۲/۲۴۳، کتاب الزکاة، باب المصرف.

مدرس صاحب نے طلباء سے جبراً اگرلحاف واپس لے لئے تو یہ طلباء سے زیادتی ہوئی اس کی مکافات لازم ہے وہ لحاف ان کوواپس کریں[1]، اوران سے معافی مانگیں تب ان کا یہ گناہ معاف ہوگا اوران کوڈاکو یاخائن کہنے کی اجازت نہیں ہوگی[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند

found.

[1]...... صرح الفقهاء بان من اکتسب مالا بغير حق الى قوله ففی جميع الا حوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه ان وجد المالک الخ بذل المجهود ص۳۷ ص ۱ مطبوعه رشيديه سهارنپور، کتاب الطهارة باب فرض الوضوء، شامی زکریا ص۳/۲۱۸، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم، قبيل مطلب فی التصدق من المال الحرام، عالمگيری کوئٹه ص ۵/۳۴۹، کتاب الکراهية، الباب الخامس عشر فی الکسب.

[2] قال ابن قتيبة يجوز ان يقال عصى آدم ولايجوز ان يقال آدم عاص لانه يقال عاص لمن اعتاد فعل العصيان الاترى انه من خاط ثوبه يقال خاط فلان ولايقال فلان خياط حتى يعاود ذالک ويعتاده (تفسری مظهری ص ۶/۱۷۰، سورۂ طهٰ آيت: ۱۲۱، مطبوعه رشيديه کوئٹه.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ششم

﴿مصارف کا بیان﴾

فصل اول: مصارف زکوۃ وصدقات

فقیر کی تعریف

سوال:- زید مسلکِ شافعیہ وحنفیہ کے اصول کے مطابق صاحبِ نصاب نہیں، زید پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، زید کو زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو زید کا شمار کس فرقہ میں ہوا؟ اگر مساکین میں تو مساکین کی تعریف وتشریح کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص مقدار نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کا مالک نہ ہو وہ مستحق زکوٰۃ ہے ایسے شخص کو شرعاً فقیر کہتے ہیں بعض نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] فقیر وهو من له ادنی شئ أی دون نصاب أوقدر نصاب ومسكين من لا شئ له علی المذهب وفی الشامية: قيل علی العكس والأول أصح شامی كراچی ص: ۳۳۸، ج: ۲، باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۰ ج۲ باب المصرف، ملتقی الابهر مع مجمع الأنهر ص ۳۲۴ ج۱ باب فی بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مسکین کی تعریف

سوال:- مسکین کی کیا تعریف ہے، مفصل تحریر کیجئے۔

الجواب حامداًومصلیاً

جس کے پاس کچھ نہیں، کھانے اور بدن چھپانے کے لئے بھی سوال کی حاجت پیش آئے:

مسکین من لا شئ لهٗ فیحتاج الی المسئلة لقوته ومایواری بدنه اھ (درمختار وشامی[۱]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۰/۱۰/۶۷ھ

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/شوال ۶۷ھ

زکوٰۃ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے؟

سوال :- زکوٰۃ کے روپیہ کا سب سے بہتر مصرف کیا ہے سنا جاتا ہے کہ دینی تعلیم اوراشاعت میں کرنا فی زمانہ بہتر ہے، یہ کہاں تک صحیح ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کا بہترین مصرف اپنے دیندار اقرباء ہیں جب کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں[۲] اس کے ساتھ

---

[۱] شامی کراچی ص: ۳۳۹، ج: ۲، شامی نعمانیة ص: ۵۹، ج: ۲. باب المصرف، عالمگیری کوئٹه ص۱۸۷ ج۱ الباب السابع فی المصارف، تاتارخانیة کراچی ص۲/۲۶۷، الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع فیه الزکوة.

[۲] والأفضل فی الزکاة والفطر والنذور الصرف أولاً الی الاخوة والأخوات ثم الی اولادهم ثم الی الأعمام والعمات ثم الٰی اولادهم ثم الی الأخوال والخلات الخ. الهندیة ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، فتح القدیر ص۲۸۰ قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الفکر بیروت، مجمع الانهر ص۱/۳۳۳، قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، شامی زکریا ص۳۴ ج۳ باب المصرف، مطلب فی الحوائج الأصلیة.

ساتھ اگر وہ دین میں مشغول ہوں تو اس میں رشتہ داری اور تعلیم دین کی رعایت ہوسکتی ہے، فساق وفجار کو دینے سے تعلیم میں مشغول ہونے والوں کو دینا بہر حال افضل ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصارفِ زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کن کن لوگوں کو دی جائے گی، اس کے بارے میں بھی واضح فرمادیں تو بہتر ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ ایسے مسلمانوں کو دی جائے جو غریب فقیر ہوں سید نہ ہوں اپنے عزیز قریب مقدم ہیں، لاوارث بچے، نادار طالب علم، بیوائیں سب مستحق ہیں مگر اپنے والدین، دادا دادی، نانا نانی، شوہر بیوی کو نہ دی جائے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۹/۹۱ھ

زکوٰۃ وعشر کا مصرف

سوال:- (۱) زکوٰۃ اور عشر کی رقم سے فساد زدہ مسلمانوں کی امداد کی جاسکتی ہے، یا نہیں؟
(۲) کسی یتیم بچے کو میں اپنی پرورش میں رکھ لوں اور اس سے اپنی خدمت بھی کراؤں تو ایسے

---

[1] التصدق على الفقير العالم أفضل من التصدق على الجاهل الهندية ص: ١٨٧، ج:١، الباب السابع فى المصارف، الدر المختار على الشامى زكريا ص٣٠٤ ج٣ باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية، سكب الانهر على مجمع الانهر ص٣٣٣ ج١، قبيل باب صدقة الفطر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] مصرف الزكاة والعشر هو فقير ومسكين الى قوله ولا الىٰ من بينهما ولاد أوبينهما زوجية ولا الىٰ بنى هاشم الدرالمختار على الرد ص: ٣٣٩، تا ٥٠، ج:٢، مطبوعه كراچى، باب المصرف، عالمگيرى كوئٹه ص١٧٨، ١٨٩ ج١ الباب السابع فى المصارف، مجمع الانهر ص٣٢٤، ٣٣١ ج١ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

بچے کو زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی رقم سے کپڑا اور علاج کرا سکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ کی رقم واجب التملیک ہے، جو لوگ مستحقِ زکوٰۃ ہیں تو انکو تملیکاً دیدی جائے[1]۔ پھر وہ جہاں چاہیں صرف کریں۔ یا ان کو اس رقم کا سامان ضرورت خرید کر دیدیا جائے۔

اس طرح صرف نہ کریں کہ اُن کی ملک نہ ہوسکے، مثلاً اگر ان کا مقدمہ ہو تو عدالت کے اخراجات میں اُن کی طرف سے از خود خرچ نہ کریں، قانون کے موافق ان اطراف میں زمینداروں کی ملک ختم کر کے سب زمین ملک حکومت قرار دیدی گئی ہیں اس لئے عشر واجب نہیں رہا، تاہم جو کچھ بھی دیدیں وہ باعثِ خیر وبرکت ہے اس کے خرچ کرنے میں اتنی تنگی نہیں جتنی زکوٰۃ میں ہے۔

(۲) کپڑے بنا کر زکوٰۃ کی رقم سے اس کو دینا درست ہے علاج کے لئے اس کو پیسے دیدیں کہ وہ خود چاہے دوا میں خرچ کرے، چاہے فیس وغیرہ میں دیدے یہ بھی درست ہے[2]۔

مگر یہ یاد رہے کہ خدمت کے معاوضہ میں دیدینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس لئے خدمت کا معاوضہ جداگانہ اس کو دیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۶/۲۶ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۶/۲۶ھ

مستحقِ زکوٰۃ کون

سوال:- خیرات لینا دینا، اور خیرات مانگنے کا کس کو حق ہے۔

---

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لاإباحة الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص: ۶۲، ج: ۲. باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] وجاز دفع القیمة فی الزکاة الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۱۰ ج۳ باب زکاة الغنم، عالمگیری کوئٹه ص ۱۸۱ ج ۱ الفصل الثانی فی العروض، مسائل شتی، هدایه علی فتح القدیر ص ۱۹۱ ج ۲ کتاب الزکاة، فصل فی الفصلان، مطبوعه دار الفکر بیروت.

الجواب حامداً ومصلیاً

ہر صاحب وسعت اپنی حیثیت کے موافق خیرات کرسکتا ہے، وجوب زکوٰۃ کے لئے نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے یا ساڑھے سات تولہ سونا شرط ہے، اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے جو شخص مالک نصاب نہ ہو اس کو خیرات زکوٰۃ وغیرہ دینا درست ہے[1] اور صدقۂ نافلہ مالک نصاب کے لئے بھی جائز ہے[2] جس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو خیرات مانگنا اور سوال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر ایک وقت کا کھانا بھی نہ ہو تو اس کو سوال کرنا درست ہے، بشرطیکہ کمانے پر بھی قادر نہ ہو[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوۃ کا مستحق کون

سوال:-فریضہ اداء زکوۃ سے تو سب ہی لوگ غافل ہیں، زید کی بہن ہندہ بیوہ ہوگئی، ہندہ کو زید اپنے گھر لے آیا، ہندہ کے ساتھ تین لڑکے ہیں، زید لکھ پتی آدمی ہے، تقریباً سو بیگہ زمین ہے، جس میں باغ پرورش ہوگیا، اور پیپوں کی تجارت ایسی بڑی کہ پورب تک ٹرک جاتے ہیں، مگر یہ شخص زکوۃ نہیں نکالتا، اور جب کہا جاتا ہے تو یوں کہہ دیتے ہیں، ہم تو اپنی بہن ہندہ کا خرچہ اٹھاتے

---

[1] ویجوز دفعها الى من يملک اقل من النصاب وان كان صحيحا عالمگیری کوئٹه ص۱۸۹ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، هدايه علی فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ قبيل باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف.

[2] وقيد بالزكاة لان النفل يجوز للغنى البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف، ثم قال من اصحابنا الصدقة على الغنى والهبة سواء الى قوله ثم التصدق على الغنى يكون قربة يستحق به الثواب الخ تبيين الحقائق ص۱۰۴ ج۵ قبيل كتاب الاجارة، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگیری کوئٹه ص۴۰۶ ج۴ كتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة، البحر الرائق کوئٹه ص۲۹۶ /۷ قبيل كتاب الاجارة.

[3] وفى التنوير وشرحه: ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل كا لصحيح المكتسب طحطاوی علی مراقی الفلاح ص: ۵۹۴، باب المصرف. مطبوعه مصر، الدر المختار على الشامی زکریا ص۳۰۶ ج۳ باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص۲۵۰ ج۲ قبيل باب صدقة الفطر.

ہیں، اور دیتے ہیں، یہ مصدقہ امر ہے، کہ ہندہ کو کبھی بالحساب زکوۃ نہیں دی گئی، اور ہندہ ایسی ہے کہ روپیہ دے کر کسی دوسرے شخص سے تجارت بھی کرالیتی ہے، بھینس کی کیا زید کا یہ کہنا درست ہے اور زکوۃ ادا ہوجاتی ہے، جب کہ ہندہ کا زید پر باپ کی میراث میں شرع سے حصہ ہے، اور ایسی صورت میں ہندہ زکوۃ کی مستحق بھی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار ہندہ کو بہ نیت زکوۃ دیجائے، اور وہ نہ تو خدمت کا معاوضہ ہو، نہ اسکے حق پدری کے معاوضہ میں ہو، نہ اسکے دباؤ میں ہو (کہ وہ میراث کا مطالبہ نہ کر بیٹھے) اور ہندہ مستحق زکوۃ بھی ہو کہ وہ ساڑھے باون تولہ چاندی، ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت کے روپئے نوٹ وغیرہ کی مالک نہ ہوتو اتنی مقدار زکوۃ ادا ہوجائیگی، باقی زکوۃ ذمہ میں باقی رہیگی، جو کھانا ہندہ ساتھ کھاتی ہے، اسکو زکوۃ میں محسوب کرنا درست نہیں[1] اگر وہ مالک نصاب ہوتو اسکو زکوۃ دینا درست نہیں، جو کچھ معاوضہ خدمت میں دیا جائے، یا حصہ پدری کے ذیل میں دیا جائے، اسکو زکوۃ میں شمار نہیں کیا جا سکتا[2] میراث میں جب اسکا حصہ ہے تو وہ اس کی حق دار ہے، اس کے حق کو روکنا اور نہ دینا ظلم اور غصب ہے[3] اسکی ہرگز اجازت نہیں، قرآن پاک میں نماز اور زکوۃ کو ایک ہی طرز پر بیان فرمایا گیا

[1] هی تملیک خرج الاباحة فلو اطعم یتیما ناویا الزکاة لا یجزیه إلا إذا دفع الیه المطعوم (الدر مع الرد کراچی ص۲۵۷ ج۲ اول کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ ج۲ اول کتاب الزکاة، تبیین الحقائق ص۲۵۲ ج۱ اول کتاب الزکاة، امدادیه ملتان.

[2] هی تملیک جزء مال من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ (شامی کراچی ص۲۵۸ ج۲ کتاب الزکاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ ج۲ اول کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۲۱۴ ج۱ اول کتاب الزکاة، طبع مکه مکرمه.

[3] قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنة یوم القیامة مشکوة شریف ص: ۲۶۶، باب الوصایا، الفصل الثالث، یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ:– رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا قیامت کے روز خداوند تعالیٰ جنت میں اسکی میراث کاٹ لے گا، (یعنی بہشت میں اسکو نہ جانے دیگا)

ہے ”**واقیموا الصلوۃ واٰتوا الزکوٰۃ**“ (الایۃ[۱]) حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان لوگوں سے قتال کیا، جنہیں نے زکوۃ دینے سے انکار کردیا تھا[۲]، جس مال کی زکوۃ نہ دیجائے وہ مال نہایت زہریلے سانپ کی شکل میں بناکر صاحب مال پر مسلط کردیا جائیگا، جواسکو برابر ڈستا رہے گا، اور کہے گا ”**انا مالک انا کنزک**“ **کذا فی المشکوٰۃ[۳] شریف، ص ۱۵۵**۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۲/۸۷ھ

گداگروں کو زکوٰۃ

سوال:- دیہاتوں میں جو فقیر بھیک مانگتے پھرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں ایسے لوگوں کو زکوٰۃ وغیرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ صاحبِ نصاب ہیں تو ان کو دینا جائز نہیں[۴]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۰/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۸ھ

---

۱ سورۂ بقرہ آیت: ۴۳، **ترجمہ**:- قائم رکھو نماز اور ادا کرو زکوۃ۔

۲ **عن ابی هريرة رضى الله عنه قال لما توفى النبى ﷺ واستخلف ابو بكر بعده وكفر من العرب قال عمر بن الخطاب لابى بكر كيف تقاتل الناس الى قوله فقال ابو بكر والله لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة الخ مشكوة ج: ۱، ص: ۱۵۷، كتاب الزكوة.**

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرمایا کہ جس وقت نبی کریم ﷺ نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر خلیفہ مقرر ہوئے عرب کے بعض قبائل نے کفر اختیار کرلیا، حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے جنگ کریں گے، حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا، جو نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق ڈالتے ہیں۔

۳ **قال رسول الله ﷺ من آتاه الله مالا فلم يود زكوته مثل له ماله يوم القيامة شجاعاً اقرع له زبيبتان يطوقه يوم القيامة ثم ياخذ بلهزمتيه يعنى شدقيه ثم يقول انا مالك انا كنزك مشكوة شريف، ص ۱۵۵، كتاب الزكوة، ياسر نديم ديوبند.**

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسکو اللہ نے مال دیا سو اسنے اسکی زکوۃ ادا نہ کی (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

جن کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

سوال:-زکوٰۃ جن لوگوں کو نہ دی جائے ان کے نام تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

''اصول'' ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ ''فروع'' بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسہ نواسی وغیرہ ''زوجین'' شوہر بیوی، ان رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہ دی جائے، بقیہ رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، ساداتِ کرام کو بھی زکوٰۃ نہ دی جائے، نیز صاحبِ نصاب کو زکوٰۃ نہ دی جائے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۸/۲۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ) تو اسکا یہ مال اسکے لئے گنجا سانپ بنایا جائیگا، جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہونگے، اور وہ سانپ قیامت کے دن اسکی گردن مین بطور طوق ڈالا جائیگا، پھر سانپ اسکے منھ کے دونوں کناروں کو یعنی باچھوں کو پکڑ لیگا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

[۲] ولایصح دفعها أى الزكاة لكافر وغنى يملك نصاباً. مراقى الفلاح على الطحاوى ص: ۵۹۳، باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف، الدر المختار على الشامى زكريا ص۲۹۵ ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۹ ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولا الٰى من بينهما ولاد أو بينها زوجية ولا الٰى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال ولا الٰى بنى هاشم الدرعلى الرد ص: ۳۴۶، ج:۲، كراچى، باب المصرف، ولا يعطى من الزكاة والداً وان علا ولا ولدا وان سفل وفى الخانية من قبل الذكور والاناث، تاتارخانية كراچى ص۲۷۱ ج۲ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، تبيين الحقائق ص۳۰۱، ۳۰۳ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان، مجمع الانهر ص۳۲۹، ۳۳۱ ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

سادات کوزکوٰۃ

سوال:-سیدوں کوزکوٰۃ،عشر،صدقات واجبہ مثل فطرہ نذرنیاز دینی جائز ہے یانہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

جائز نہیں: **ولا الٰی بنی ہاشم وجازت التطوعات من الصدقات الخ قید بہا لیخرج بقیۃ الواجبات کالنذر والعشر والکفارات اھ (درمختار شامی)**[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ گنگوہی عفااللہ عنہ

بینک کا سوداورزکوٰۃ سادات کودینا

سوال:- پچھلے دنوں شری وردھن سے ایک استفتاء بھیجا گیا تھا، اس سلسلہ میں چند باتیں دریافت طلب ہیں،سوال یہ تھا کہ بینک جوسود دیتا ہے، وہ لیا جائے یانہیں؟ لینے کی صورت میں کیا کیا جائے؟ ضائع کیا جائے یاغرباءکودیا جائے؟ غرباءمیں سادات کودیا جاسکتا ہے یانہیں؟ یا اسکول کی تعمیر یا اسکول کے لئے پیشاب خانہ، بیت الخلاء یاعام لوگوں کے لئے پیشاب خانہ بیت الخلاء بنایا جاسکتا ہے، یانہیں؟ جواب کا ماحصل یہ ہے کہ بینک سے ملنے والاسودلیا جائے،غرباءکودیا جائے،غرباءمیں سادات اوردینی مدارس کے طلباءکودینا بالکل درست ہے،لیکن اسکول کی تعمیر، اسکول کے لئے پیشاب خانے، بیت الخلاء بنانا بالکل درست نہیں، اب سوال یہ ہے کہ بینک جو سود دیتی ہے، کیاوہ اس سودکی تعریف میں نہیں آتا جوقرآن میں مذکور ہےیعنی بینک کا سودسود ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کی حرمت کےفتوے دیئے جاتے تھے،اگر بینک کا سودحرام ہے بلکہ اشدفی الحرمۃ

---

[1] درمختار مع الشامی ص: ۳۵۰، ج:۲، کراچی، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی مصری ص۵۹۳، باب المصرف، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۸۹ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

ہے تو سادات اور علوم دینیہ کے طلباء کے لئے بالکل درست اور اسکول اور اس کی ضرورت کے لئے ناجائز کیوں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سود کی حرمت منصوص بنص قطعی ہے بینک کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا، اسلئے وہ حرام ہے، بینک سے اگر سود وصول نہ کیا جائے تو وہ خلافِ اسلام مواقع میں استعمال کیا جاتا ہے، جس کا ضرر ظاہر ہے، اس ضرر سے تحفظ کے لئے وہاں سے وصول کر لیا جائے، پھر خود استعمال نہ کیا جائے، کیونکہ حرام ہے، حرام مال واجبُ التصدق ہوتا ہے، جو شخص ایسے واجب التصدق مال کا مستحق ہو اس کو دیدیا جائے، جو غرباء طلباء وغیرہ ایسے ہوں کہ ان کے گذارے کی کوئی صورت نہ ہو وہ اس کے مستحق ہیں[1] سادات کا اکرام واحترام لازم ہے اس لئے ان کو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ دینے سے احتراز کا حکم ہے، کیونکہ ایسا مال اوساخ الناس کہلاتا ہے، لیکن جو سادات اس قدر حاجت مند ہوں کہ گذارے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہو جائیں، ان کے حق میں حنفیہ میں سے امام طحاوی اور شافعیہ میں سے امام رازی نے زکوٰۃ کو درست قرار دیا ہے، کہ زکوٰۃ لینے میں جس قدر ان کے احترام پر زد پڑتی ہے، اس سے زیادہ تر بھیک مانگنے میں ہے، یہ سب کی نگاہوں میں بڑی ذلت ہے، اس بڑی ذلت سے بچانے کے لئے اگر ان کو زکوٰۃ دیدی جائے، تو یہ اہون ہے، اگرچہ یہ قول ظاہر الروایت نہیں ہے اور عامۃً اس کو فتوے کے لئے اختیار نہیں کیا جاتا، لیکن سخت مجبوری اور محتاجگی

---

[1] صرح الفقهاء بان من اكتسب مالا بغير حق فاما ان يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة والاستيجار على المعاصى والطاعات او بغير عقد كالسرقة والغصب والخيانة والغلول ففى جميع الاحوال المال الحاصل له حرام عليه ولكن ان اخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه ان يرده على مالكه ان وجد المالك والا ففى جميع الصور يجب عليه ان يتصدق بمثل تلك الاموال على الفقراء فان الحديث دال على حرمة التصدق بمال الخبيث، بذل المجهود ص۳۷ ج۱ باب فرض الوضوء، مطبوعه رشيديه سهارنپور، شامى زكريا ص ۳۰۱ باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراما، عالمگيرى كوئٹه ص ۳۴۹ ج۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر فى الكسب.

کی حالت میں اس پر عمل کرنے کی دیگر اکابر کے کلام میں گنجائش معلوم ہوتی ہے، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے کلام کا خلاصہ فیض الباری[۱] اور العرف[۲] الشذی میں منقول ہے، تاہم جہاں تک ہو سکے سادات کرام کو اس سے بچانا اعلیٰ وافضل ہے، اور ان کے احترام کا تقاضا ہے اسکول کی تعمیر اور پیشاب خانے وغیرہ۔ مستحق نہیں ہوتے جو کہ تصدق کا حاصل ہے، اسلئے اس سے منع کیا گیا ہے، مستحق کو مالک بنا کر دیدیا جائے، پھر وہ جو دل چاہے جہاں چاہے خرچ کرے، سابقہ فتویٰ ۵۰۵۴، ۱۱/۹۲-۲۵ میں اختصار کی وجہ سے تفصیل نہیں آسکی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند

سید کو زکوٰۃ

سوال:- (۱) اس زمانہ میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) کیا حضرت امام ابوجعفر و امام فخر الدین رازی نے اپنے زمانوں میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینی جائز کر دی تھی، یا نہیں؟ شرح ترمذی میں کہیں لکھا ہے یا نہیں؟

(۳) کیا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کوئی روایت شامی و فتح القدیر میں سیّدوں کو زکوٰۃ دینے کے جواز میں ہے یا نہیں؟

(۴) **من لم یکن عالماً بعرف زمانه فهو جاهل**. یہ کوئی فقہ حنفیہ میں بنیادی یا اصولی

---

[۱] ونقل الطحاوی عن أمالی ابی یوسف أنه جازدفع الزكاة الٰی آل النبی ﷺ عند فقدان الخمس وفی البحر عن محمد بن شجاع الثلجی عن أبی حنیفة أیضاً جوازه وفی عقد الجید أن الرازی أیضًا أفتی بجوازه قلت: وأخذ الزكاة عندی أسهل من السؤال فأفتی به أیضاً الخ مختصراً فیض الباری ص: ۵۲، ج:۳، (باب مایذکرفی الصدقة للنبی ﷺ، خضر راه بک ڈپو دیوبند)

[۲] العرف الشذی علی هامش الترمذی ص:۱۴۳، ج:۱، باب کراهیة الصدقة للنبی ﷺ و اهل بیته وموالیه، ابواب الزکوة. (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) شرح معانی الاثار ص ۳۰۱ ج ۱ کتاب الزکاة، باب الصدقة علی بنی هاشم، مطبوعه کلکته، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۴۷ ج ۲ باب المصرف.

مسئلہ ہے، زمانۂ حال کے بموجب ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مجتہد یا مفتی بعض احکام میں رد وبدل کر سکتے ہیں، یا نہیں؟ اس کے قبل مجتہدوں ومفتیوں نے کچھ احکام میں ردوبدل کیا ہے۔

(۵) اگر کسی شخص نے بعض مفتی علماء کے کہنے پر سیّدوں کو زکوٰۃ دیدی اور کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ سیدوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں تو وہ دی ہوئی زکوٰۃ کو دوبارہ دے یا نہ دے، اگر نہ دے تو گناہ ہوگا یا نہیں اور ایسے علماء جیسے مولانا انور شاہ صاحب، حضرت مولانا شفیع الدین صاحب مہاجر مکی خلیفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب ودیگر علماء مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب دیوبندی ندوۃ المصنّفین، مولوی محمد معصوم صاحب، مولوی عبدالغفور صاحب مدنی جیسے حضرات نے سیّدوں کو زکوٰۃ دینی جائز فرمائی تو اس کو دی ہوئی زکوٰۃ کو لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟ اگر نہ لوٹائے تو بتائیے گنہگار رہوگا یا نہیں؟

(۶) بہشتی زیور میں یہ مسئلہ ہے کہ ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی تھی، پھر معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہے، یا سیّد ہے، یا اندھیری رات میں کسی کو دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں یا میری لڑکی تھی، یا اور کوئی رشتہ دار تھا، جس کو زکوٰۃ دیدی جس کو دینا درست نہ تھا، ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں، اگر دینے کے بعد معلوم ہوا کہ جس کو دیا ہے، وہ کافر ہے، تو زکوٰۃ دوبارہ ادا کرے۔ درمختار جلد۲، ص:۱۰۸، ہدایہ جلد ا، ص:۱۸۹،

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) سیّد کو زکوٰۃ دینا درست نہیں: **اوهاشمى اى لا يجوز دفعها الٰى بنى هاشم لقوله عليه السّلام ان هٰذه الصدقات انما اوساخ الناس وانها لاتحل لمحمد وَلا لِاٰل محمد رواه مسلم وقال عليه الصّلٰوة والسّلام نحن اهل بيت لاتحل لنا الصّدقة روَاه البخارى اهـ زيلعى[1] ص: ۳۰۳، ج: ۱.**

[1] زيلعى ص:۳۰۳، ج:۱، (مطبوعه امداديه ملتان) باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۴۶ ج۲ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۳۱ ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

(۲) جی ہاں عقد الجید[1] سے نقل کیا ہے لیکن ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح معانی الآثار[2] میں تین ورق کے قریب بنی ہاشم کے لئے زکوٰۃ کے ناجائز ہونے پر تحریر فرمائے ہیں اور اسی شرح ترمذی[3] میں ہے باب كراهة الصَّدقة للنبى صلى الله عليه وسلم و سلم واهل بيته ومواليه المسئلة متفق عليها. اور امام رازی شافعی المذہب ہیں۔

(۳) فتح القدیر[4] اور شامی[5] وغیرہ میں ابوعصمۃ کی روایت امام اعظمؒ سے جواز کی نقل کی ہے، جو کہ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔

(۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ جن احکام کا مدار عرف پر ہوتا ہے وہ عرف کے بدلنے سے بدلتے رہتے ہیں، لہٰذا مفتی کو عرف کا پہچاننا ضروری ہے تا کہ اس کے موافق خود عمل کرے اور دوسروں کو بتلائے، اگر عرف کو نہیں[6] پہچانے گا تو غلطی کا احتمال زیادہ ہے، اس کی نظیریں زمانہ گذشتہ اور موجودہ میں بکثرت موجود ہیں۔

---

[1] وفی عقد الجید افتی الطحاوی من الحنفية وفخر الدين الرازی من الشافعية بجواز الزكاة للهاشمی فی هذه الصورة العرف الشذی علی هامش الترمذی ص ۱۴۳ ج ۱ ابواب الزكاة، باب كراهية الصدقة للنبی صلی الله عليه وسلم الخ مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] شرح معانی الآثار ص: ۲۹۷، ج: ۱، كتاب الزكوة . باب الصدقه علی بنی هاشم.

[3] العرف الشذی مع الترمذی ص: ۱۴۳، ج: ۱، ابواب الزكاة.

[4] قوله ولا يدفع الی بنی هاشم هذا ظاهرا الرواية وروی ابوعصمة عن أبی حنيفة أنه يجوزفی هذالزمان وان كان ممتنعاً فی ذالک الزمان. فتح القدير ص ۲۷۲،ج:۲، باب المصرف. مطبوعه دارالفكر بيروت، مجمع الأنهر ص ۳۳۱ ج ۱ باب فی بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[5] شامی زكريا ص: ۲۹۹، ج:۳، باب المصرف.

[6] وكذا لا بدله من معرفة عرف زمانه واحواله لان كثيرا من المسائل يجاب عنه علی عادات اهل الزمان فيما لا يخالف الشريعة الی قوله وقد قالوا من جهل باهل زمانه فهو جاهل. شرح عقود رسم المفتی ص ۱۷۹، ج ۱۸۱ امثلة الاحكام التی تتغير بتغير العرف، مطبوعه زكريا ديوبند. نشر العرف فی بناء بعض الاحكام علی العرف مع مجموعه رسائل ابدين ص ۱۲۸ ج ۲ مطبوعه سهيل اكيڈمی لاهور.

(۵و۶) میں نے ان علماء کی کوئی تحریر اس مسئلہ میں ایسی نہیں دیکھی جس سے معلوم ہوتا ہو کہ سیّد کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، بلکہ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کی عبارت جواب ۲ر میں منقول ہے، تاہم اگر کسی ناواقف نے ان حضرات سے فتویٰ لے کر سیّد کو زکوٰۃ دی ہے اور اس کا یہی اعتقاد ہے کہ ان حضرات نے صحیح بتایا ہے تو اس کے ذمہ اس زکوٰۃ کا اعادہ ضروری نہیں رہا، ان حضرات کا گنہگار رہونا نہ ہونا تو یہ سائل کا سوال بے محل ہے سائل کو اس سے کچھ غرض نہیں، یہ حضرات اپنے علم کے مطابق جو کچھ فتویٰ دیتے ہیں اپنی ذمہ داری پر دیتے ہیں۔

۵ر کا حکم مستقلاً معلوم ہوگیا اس مسئلہ کو ۶ر والے مسئلہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اسلئے کہ ۶ر میں مسئلہ کا علم صحیح طور پر حاصل ہے، غلطی جو کچھ ہوئی وہ عمل میں ہوئی اور وہ بھی تحری کے بعد عملی غلطی شرعاً معاف ہے، اور ۵ر میں علم واعتقاد ہی غلط ہے اور عمل جو کچھ کیا ہے اعتقاد کے مطابق کیا ہے اور اعتقادی غلطی نیز ایسی غلطی جو کہ اعتقادی غلطی پر مرتب ہو شرعاً معاف نہیں۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور ۹؍۱۰؍۶۱ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبداللطیف مظاہر علوم سہارنپو ۱۲؍شوال ۶۱ھ

سید کو زکوٰۃ دینا

سوال:-سیّد کو زکوٰۃ دینی ناجائز ہے جب کہ آج کل ہندوستان بھر میں کہیں بھی بیت المال کا سلسلہ نہیں تو ان کی امداد کیسے ہوسکتی ہے، وہ بیچارے کہاں جاویں، کیا وہ اس صورت میں زکوٰۃ کے مستحق ہوسکتے ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اغنیاء کو ان کی خدمت تبرعات سے کرنا چاہئے، زکوٰۃ تو میل کچیل ہے، سادات کی شان اس

سے ارفع ہے کہ ان کو میل کچیل کھلایا جائے: ولا تدفع الٰی بنی ھاشم لقوله علیه السلام یا بنی ھاشم ان اللّٰہ قد حرم علیکم غسالة الناس واوساخھم اھـ ھدایه[1]

قال فی البحر اطلق الحکم فی بنی ھاشم ولم یقیده بزمان ولا بشخص للاشارة الی رد روایة ابی عصمة عن الامام انه یجوز الدفع الی بنی ھاشم فی زمانه وللاشارة الی ردالروایة بان الھاشمی یجوز له ان یدفع زکٰوته الٰی ھاشمی مثله لان ظاھر الروایة المنع مطلقاً[2] اھـ. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح: عبداللطیف۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۴/۱۰/۵۶ھ

سید کی زکوٰۃ سیّد کو

سوال:- کیا سید مالدار اپنے غریب مسکین سید رشتہ داروں کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں اگر سید طالب علم سفر میں ہوتو کیا زکوٰۃ کے مال سے کچھ کھا پی سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ناجائز ہے یہی صحیح اور صواب ہے: ولا الٰی بنی ھاشم ظاھر المذھب اطلاق المنع وقول العینی والھاشمی یجوز له دفع زکٰوته لمثله صوابه لا یجوز نهر اھـ (درمختار[3] ج: ۲، ص: ۱۰۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ھدایة ص:۲۰۶، ج:۱، باب من لایجوز دفع الصدقات، مطبوعه دار الکتاب دیوبند، مجمع الأنھر ص ۳۳۱ ج ۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تبیین الحقائق ص ۳۰۳ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] البحر کوئٹه ص:۲۴۷، ج:۲، باب المصرف، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۹ ج ۳ باب المصرف، النھر الفائق ص ۴۶۶ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ۳ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ سے سیّد کا قرض ادا کرنا

سوال:-زید جونسباً سیّد ہے، اور عمر کا مقروض ہے، بکر صاحبِ نصاب ہے، وہ اگر زکوٰۃ کے روپیہ سے زید کا قرض ادا کردے اس طرح سے کہ زکوٰۃ کا روپیہ عمر کو دیدے اور زید کو اس کی خبر کردے تو کیا یہ جائز ہے؟ اور بکر کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح قرض ادا ہوجائے گا، مگر زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی [۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱/۶/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۶/۹۱ھ

سیّد سے تملیکِ زکوٰۃ

سوال:-سید جب کہ غریب ہو اس سے مدرسہ کی تملیک کراسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سادات کرام کی خدمت پورے ادب واحترام کے ساتھ زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ دوسرے طرق سے کی جائے، صدقاتِ واجبہ ان کے لئے جائز نہیں، ان سے تملیک بھی نہ کرائی جائے [۲]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۱۱/۸۵ھ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۳] درمختار کراچی ص: ۳۵۰، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۶ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۷ ج ۲ باب المصرف.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولا الى بنى هاشم ، درمختار كراچى ص: ۳۵۰، ج:۲، باب الصرف، بدائع الصنائع زكريا ص ۱۶۲ ج ۲ فصل مصارف الزكاة، تاتارخانية كراچى ص ۲۷۴ ج ۲ الفصل الثامن بمسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة. (حاشیہ [۲] اگلے صفحہ پر)

سادات وانگریزی طلبہ کوزکوٰۃ

سوال:- کیا اس زمانہ میں سادات کوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے، انگریزی تعلیم پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

ابوعصمہ رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہیکہ کہ بیت المال سے حصہ (خمس الخمس) نہ ملنے کی وجہ سے بنو ہاشم کیلئے زکوٰۃ درست ہے۔ (کذا[1] فی الدرالمختار ج: ۱، ص: ۹۱) امام طحاویؒ نے بھی اس کو اختیار کیا ہے کذا فی مراقی الفلاح[2] ص: ۲۹۳، لیکن ظاہر روایت یہ ہے کہ درست نہیں[3] اگر مستحق کو تملیک کردی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اگرچہ وہ انگریزی پڑھتا ہولیکن دیندار کودینا افضل ہے[4] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۲] ولا يدفع الى بنى هاشم وهٰذا فى الواجبات كالزكوة والنذر والعشر والكفارة فاما التطوع فيجوز الصرف اليهم الخ عالم گيرى كوئٹه ص: ۱۸۹، ج: ۱، الباب السابع فى المصارف، طحطاوى على المراقى مصرى ص۵۹۳ باب المصرف، تاتارخانية كراچى ص۲۷۴ الفصل الثانى بمن توضع فيه من الزكاة.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وروى أبوعصمة عن الامام أنه يجوز الدفع الى بنى هاشم فى زمانه لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل اليهم لاهمال الناس أمر الغنائم وايصالها الى مستحقيها. رد المحتار كراچى ص: ۳۵۰، ج:۲، مطبوعه زكريا ص: ۲۹۹، ج:۳، شامى نعمانية ص:۲٦، ج:۲، باب المصرف.

[۲] واختار الطحاوى دفعها لبنى هاشم الخ مراقى الفلاح على الطحطاوى مطبوعه مصر ص:۵۹۳. باب المصرف.

[۳] ولا يدفع الى هاشمى وهو ظاهر الرواية ، مجمع الانهر ص۳۳۰، ۳۳۱ ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، فتح القدير ص۲۷۲ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه، مطبوعه دار الفكر بيروت.

[۴] وكره نقلها الا الى قرابة أو أصلح أو اورع أوانفع للمسلمين التصدق على العالم الفقير افضل الخ شامى نعمانية ص:۲۸، ج:۲، مطبوعه زكريا ص:۳۰۴، ج:۳، شامى كراچى ص:۳۵۴، ج:۲. باب الصرف، مراقى الفلاح على الطحطاوى مصرى ص۵۹۴ باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص۲۵۰ ج۲ قبيل باب صدقة الفطر.

جس بچہ کی ماں سیّد ہو اس کو زکوٰۃ

سوال:- میرے ایک تایازاد بھائی تھے، ان کا انتقال ہوگیا وہ خود سیّد نہیں تھے، لیکن بیوی جو انہوں نے چھوڑی وہ سیّدہ ہے، انکے تین چار نابالغ بچے بھی ہیں، کیا شرعاً انکوزکوٰۃ دی جاسکتی ہے اگر نہیں تو کیا شرعی حیلہ سے دی جاسکتی ہے، ان لوگوں کی حالت بہت قابل رحم ہے، نہ بچوں کو ٹھیک سے روٹی مل سکتی ہے نہ کپڑا فی زمانہ یہ ممکن نہیں کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی کسی کی مالی امداد کی جاسکے امید ہیکہ اس امر پر خصوصی توجہ دے کر ان کیلئے کوئی راستہ سمجھائیں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

ان بچوں کوزکوٰۃ دینا درست ہے نسب باپ سے چلتا ہے ان بچوں کا باپ سید نہیں تھا[1]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ جمعیۃ علماءِ اسلام کو دینا

سوال:- زکوٰۃ کی رقم جمعیۃ علماءِ اسلام کے فنڈ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۲) اگر وہ غرباء ومساکین پر بطور تملیک صرف کرے تو اسکو دینا درست ہے ورنہ نہیں، مالک اگر خود کسی غریب کو دیدے اور وہ مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد از خود جمعیۃ مذکورہ کو دیدے تو درست ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۳/۸۹ھ

---

[1] من كانت أمها علوية مثلاً وابوها عجمي يكون العجمي كفواً لها وان كان لها شرف ما لأن النسب للأباء ولهذا جاز دفع الزكاة إليها الخ. شامي زكريا ص: ۳۱۰، ج:۴، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اولاد بالغین پر زکوٰۃ کا صرف

سوال:- یہاں ایک مدرسہ اسلامیہ ہے، جس کا خرچ آمد سے زیادہ ہے، اس لئے چندہ کیا جاتا ہے، کچھ لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں ویسے ہم خود زکوٰۃ کا روپیہ لینے سے احتیاط برتتے ہیں، تملیک کو ہم بہتر نہیں سمجھتے، اس لئے زکوٰۃ کم ہی آتی ہے، آپ ہمیں بتائیں کہ اگر اتفاق سے زکوٰۃ آجائے تو ہم اس کو کسی ایسے آدمی کے بچوں پر خرچ کر سکتے ہیں، جو بظاہر صاحبِ نصاب نہیں ہے اور خوددار بھی ہے، اگر اس سے کہا جائے کہ تمہارے بچوں کے سلسلہ میں کتابوں کا روپیہ اتنا ہو گیا ہے وہ ادا کردو اور وہ مجبوری ظاہر کرے، اس پر اگر ہم اس سے کہیں کہ ہم ان کتابوں کا روپیہ زکوٰۃ کی مد سے ادا کردیں تو وہ اپنی خودداری کی وجہ سے اس پر آمادہ بھی نہ ہو، تو ہم بغیر اس پر ظاہر کئے اسکے بچوں کو ماہانہ وظیفہ مدرسہ سے دے سکتے ہیں یا مدرسہ کے نام پر آئی ہوئی زکوٰۃ بیواؤں لاچاروں وتنگ دست کو دے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً

زکوٰۃ لینے سے جب آپ احتیاط کرتے ہیں تو بہتر یہی ہے کہ جو شخص دے اس کو بھی انکار کردیں، تاہم نادار طالب علم کو زکوٰۃ کا پیسہ یا مد زکوٰۃ سے قاعدہ پارہ تملیکاً دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی جب کہ وہ طالب علم سمجھ دار ہو، اور مالکانہ قبضہ کی اہلیت رکھتا ہو، بالکل چھوٹا ناسمجھ نہ ہو[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) شامی کراچی ص:۸۷ ج۳، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ مطبوعہ زکریا ص ۲۱۰ ج۴.

[۲] وأنفع للمسلمين بتعليم قال في المعراج التصدق على العالم الفقير أفضل أى من الجاهل الفقير طحطاوى مع المراقى ص۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، فتاوى الهنديه كوئٹه ص۱۸۷ ج۱ الباب السابع فى المصارف، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۳۰۴ ج۳ باب المصرف مطلب فى الحوائج الاصلية.

(صفحہ ہذا) [۱] وفى التمليك اشارة الى أنه لا يصرف الى مجنون وصبىّ غير مراهق الا إذا قبض لهما من يجوز له قبضه إلى قوله ويصرف الى مراهق يعقل الاخذ، شامى زكريا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف فتاوىٰ الهندية كوئٹه ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فى المصارف، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن فى مسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه طبع ادارة القرآن كراچى.

مدرسہ میں خرچ کرنے کے لئے جو زکوٰۃ آئے اس کو بیواؤں اور مدرسہ سے غیر متعلق لاچاروں پر صَرف کرنے کا حق نہیں[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۷/۴/۹۲ھ

بچوں کو زکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ زکوٰۃ کے مستحق بچوں کو دے کر اسے مالک بنا دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ قبضۂ مالکانہ کرنیکے اہل ہوں اور سمجھ دار ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱۰/۹۰ھ

فی الحال زکوۃ کی ضرورت نہ ہونیکے باوجود زکوۃ وصول کرنا

سوال:- زکوٰۃ کے پیسوں کی فی الحال ضرورت نہیں ہے، مگر مدرسہ کے ابقاء اور ارتقاء

---

[1] وقد أمره بالدفع الی فلان فلا یملک الدفع الی غیره. شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج:۲. کتاب الزکاة. مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاء، شامی زکریا ص ۱۸۹ ج۳ المصدر السابق، الفتاوی الهندیة ص ۴۰۸ ج ۴ کتاب الهبة الباب الثانی عشر فی الصدقة طبع کوئٹه تاتارخانیة ص ۲۸۵/۲۸۴ ج ۲ الفصل التاسع المسائل المتعلقة بمعطی الزکاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

[2] ولو قبض الصغیر وهو مراهق جاز وکذا لو کان یعقل القبض بأن کان لایرمی ولا یخدع عنه. الهندیه ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، تاتارخانیة ص ۲۷۳ ج ۲ الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع الزکاة فیه طبع ادارة القرآن کراچی شامی زکریا ص ۱۷۱ ج ۳ اول کتاب الزکاة.

اور استحکام کے پیش نظر بطور پیش بنی زکوٰۃ کی رقم سے لی جاتی ہے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہے، مستحقین زکوٰۃ کی حق تلفی تو نہیں۔

اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصول کر کے حیلۂ تملیک کرے اور پھر حسب مصالح صرف کرتا رہے تو حیلۂ تملیک سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، اگر مہتمم مدرسہ زکوٰۃ لینے سے انکار کردے تو وقت ضرورت زکوٰۃ ملنا دشوار ہے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

مدرسہ کے بقاء وارتقاء اور استحکام کے لئے صورت مسئولہ اختیار کرنا درست ہے، تملیک سے زکوٰۃ فوراً ادا ہو جائے گی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

تعمیر میں زکوٰۃ

سوال:- ایک پرائمری اسکول ہے جہاں اکثر یتیم وغریب بچے پڑھتے ہیں، سرکاری نصاب کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے حکومت کی طرف سے اس کی تعمیر کے لئے کوئی امداد نہیں ملتی، ایسے اسکول کی تعمیر کے لئے عشر وصدقات وغیرہ دینا اور خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقات واجبہ کو براہِ راست تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

---

[1] من عليه الزكاة أراد صرفها الى بناء المسجد أو القنطرة لا يجوز فان اراد الحيلة فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء ثم الفقراء يدفعونه الى المتولي ثم المتولي يصرف الى ذالک. الهندية كوئٹه ص۴۷۳ ج۲، الباب الثانى عشر كتاب الوقف، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ كتاب الزكوٰة، باب المصرف، طبع مكه مكرمه. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ وفطرہ تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا

سوال:- ایک موضع میں قریب بارہ برس سے ایک مسجد تیار ہے مگر اسکی چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار نہ ہوسکا، علاوہ اس کے اب مسجد ہی منہدم ہوچکی ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی مالی حالت نہایت نازک ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد اب تک اسی حالت میں ہے مالی حالت خراب ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی ہمت پست ہوگئی ہے، اب رہا یہ کہ ان لوگوں کا مصمم ارادہ ہے کہ جو رقم مثلاً فطرہ وقربانی وزکوٰۃ وغیرہ کی رقم ہو اس کو وہ مسجد میں لگانا چاہتے ہیں اور اس رقم سے مسجد کی مرمت، چہار دیواری اور دروازہ وغیرہ تیار کرانا چاہتے ہیں، اور مفصل کیفیت سے مطلع فرمائیں کہ یہ رقم مسجد میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں، اور عیدگاہ وغیرہ میں مرمت ہوسکتی ہے، یا نہیں، اور برادری کے مصرف کی چیزیں مثلاً فرش وسیع بنواسکتے ہیں یا نہیں؟ اور دیگر سامان بنواسکتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

رقوم مذکورہ کا تصدق واجب ہے، یعنی کسی غریب کو جو کہ سید نہ ہو مالک بنادینا ضروری ہے، بغیر مالک بنائے مسجد یا عیدگاہ یا برادری کیلئے فرش وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے اگر کسی غریب کو بطور تملیک دیدی جائے اور وہ اپنے قبضہ کے بعد خود مواقع مذکورہ کے لئے دیدے تو پھر مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے: **وکذا من علیه الزکوٰة لو اراد صرفها إلی بناء المسجد او القنطرة لا یجوزفان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی، علی**

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ۲؎ ویشترط أن یکون المصرف تملیکاً لا اباحة ولا یصرف الی بناء نحو مسجد. شامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف، تبیین الحقائق ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف امدادیه ملتان، مجمع الانهر ص۳۲۸ ج ۱ باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت.

الفقراء ثم يدفعونه الى المتولي ثم المتولي يصرف الى ذالك كذا في الذخيرة اهـ (عالمگیری[۱] ص: ۴۷۳، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۱۲/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۳/۱۲/۵۹ھ

زکوٰۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا

سوال:- (۱) کسی مدرسہ میں مدرسہ کی طرف سے زکوٰۃ وصدقات کا مال وصول کرنیوالا در صورتیکہ محصل محتاج ہو اور مصرفِ زکوٰۃ ہو، اگر اپنی اجرت سے زائد کچھ روپیہ خرچ کر ڈالے پھر اس کو اپنی آمدنی سے بعد میں پورا کر دے کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۲) زکوٰۃ کا مال مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا بغیر تملیک کے جس مدرسہ میں مطبخ ہو کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مدرسہ کی طرف سے جو شخص محصل مقرر کیا گیا ہے وہ امین ہے، جتنا روپیہ زکوٰۃ وصدقات کا وصول کرتا ہے وہ امانت ہے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں، ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اور لازم ہوگا کہ اس کا ضمان معطی کو دے[۲] اور کہہ دے کہ آپ کا دیا ہوا روپیہ میں نے

[۱] عالمگیری ص:۴۷۳، ج:۱، الباب الثانی عشر. کتاب الوقف . مطبوعه کوئٹه، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، طبع عباس احمد الباز مکه مکرمه، الدر مع الشامی کراچی ص ۳۴۵ ج ۲ باب المصرف. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

خرچ کرلیا، زکوٰۃ ادانہیں ہوئی، اس لئے یہ روپیہ بطور ضمان دے رہا ہوں، ہاں اگر معطی کی طرف سے صرف کرنے کی اجازت ہوتو بطورِ قرض اس کوصرف کرسکتا ہے، پھر قرض مدرسہ کو واپس کر کے مصارفِ زکوٰۃ پرصرف کردیا جائے [۱]

(۲) تنخواہ میں زکوٰۃ کا روپیہ لینا دینا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ادانہیں ہوگی [۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۹/ ۹۰ھ

تبلیغی جماعت کوزکوٰۃ

سوال:- زکوٰۃ کی رقم تبلیغی جماعت کے افراد پرخرچ کرسکتے ہیں یانہیں، اور یہ کہنا کہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف تبلیغی جماعت ہے، کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہیں تو ان پرصرف کرنا درست ہے، لیکن مصرف صحیح کو ان میں منحصر کرنا صحیح نہیں [۳]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی دارالعلوم دیوبند

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] رجل دفع إلى رجل عشرة وقال تصدق بها على فلان الفقير فتصدق بعشرة من عند نفسه وأمسک تلک العشرة قال القاضی بديع الدين يضمن بالاتفاق (هنديه كوئٹه ص۴۰۸ ج۴ كتاب الهبة، الباب الثانی عشر فی الصدقة.

(حاشیہ صفحہ ھذا) [۱] ولو خلط زكاة موكليه ضمن إلا إذا وجد الإذن أو اجاز المالكان .الدر المختار على الشامی ص: ۱۱، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فی زكوة ثمن المبيع وفاءً، مكتبه نعمانيه، محيط البرهانی ص۳/۲۲۶، الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكوة، مطبوعه المجلس العلمی گجرات، تاتارخانيه كراچی ص۲/۲۸۶، الفصل التاسع،

[۲] ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا اباحة. الدر المختار على الشامی ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف. مكتبه نعمانيه، تبيين الحقائق ص۳۰۰ ج۱، باب المصرف، امداديه ملتان، مجمع الانهر ص۱/۳۲۸، باب المصرف. مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، (حاشیہ [۳] اگلے صفحہ پر)

صاحب نصاب کا زکوٰۃ لینا اس نیت سے کہ اسکے عوض میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اور اب بھی کسی مجبوری کی وجہ سے مدرسہ کا کھانا کھائے یہ نیت کر کے کہ میں بعد میں کسی لڑکے کو پڑھادوں گا، اتنے سال جتنے کہ میں پڑھا ہوں یہ صورت جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غیر مستحق باوجود نیت مسئولہ کے کھانا زکوٰۃ وغیرہ کا نہ کھائے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۰/۹۰ھ

تاجر مقروض کو زکوٰۃ دینا

سوال:- زید بزنس مین پچاس ساٹھ ہزار روپیہ کا قرض دار ہوگیا اور ساری پونجی ختم ہوگئی اب بکر مد زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا چاہتا ہے، اور زید کے گھر میں تقریباً دس ہزار کا زیور بھی ہے، کیا بکر مذکورہ رقم ایسی صورت میں زید کو دے سکتا ہے؟

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۳] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ دون نصاب أو قدر نصاب غير نام مستغرق في الحاجة ومسكين من لا شئ له الخ. الدر المختار كراچی ص: ۳۳۹، ج: ۲، باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۲۹۶ ج ۱ باب المصرف، امداديه ملتان، بحر كوئٹه ص ۲۴۰ ج ۲ باب المصرف.

(صفحہ ہٰذا) [۱] ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية. شامی كراچی ص: ۳۴۷، ج: ۲، باب المصرف، بحر كوئٹه ص ۲۴۴ ج ۲ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف، امداديه ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کے گھر میں دس ہزار کا زیور ہے وہ اس کی بیوی کا ہوگا اور قرض خود زید کے ذمہ ہے، اسلئے زید مستحق زکوٰۃ ہے اور اگر خود وہ زیور زید کی ملک ہو، تب بھی وہ حاجت اصلیہ سے زائد نہیں ہے، قرض اس سے بہت زیادہ ہے، تب بھی وہ مستحق زکوٰۃ ہے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

مقروض کب مستحق زکوٰۃ ہے

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے، لیکن وہ قرض دار ہے وہ کسی مدرسہ میں پڑھتا ہے اس کے لئے مدرسہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مقروض ہے اور مقدارِ قرض کے علاوہ صاحب نصاب ہے، تو زکوٰۃ وغیرہ کا کھانا مدرسہ سے نہ لے، اگر مقدارِ قرض کے علاوہ صاحبِ نصاب نہیں تو اس کیلئے اجازت ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

---

[۱] ومديون لا يملك نصاباً فاضلاً عن دينه وفي الظهيرية الدفع للمديون أولى منه للفقير. شامی نعمانية ص: ۶۱، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج: ۲. باب المصرف، بحر کوئٹه ص ۲۴۱ ج ۲ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۲۹۸ ج ۱ باب المصرف، امداديه ملتان.

[۲] ومديون لا يملك نصاباً فاضلا عن دينه. شامی نعمانية ص: ۶۱، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۴۳، ج: ۲. باب المصرف، بحر کوئٹه ص ۲۴۱ ج ۲ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۲۹۸ ج ۱ باب المصرف، طبع امداديه ملتان.

مقروض کو زکوٰۃ

سوال:- (۱) جو کسان قرض میں ڈوبے ہوئے ہیں، مثلاً کوئی تین ہزار کوئی پانچ ہزار کا قرض دار ہے، اب ایسے کسانوں کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جائے اور فوراً اسی جگہ قبضہ کر کے سوسائٹی میں قرض کے عوض جمع کرادیں تو ایسا کرنے سے صاحب زکوٰۃ کی زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں جب کہ کاشتکار قبضہ کر کے اپنے ہی ہاتھ سے جمع کرائے گا۔

(۲) ایک قرض دار کو ایک دو تین نصاب کی مقدار مال دیا گیا مثلاً ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت چھ سو روپے اور چھتیس سو روپے کے قرض دار کو چاندی کے چھ نصاب کی مقدار مال دیا گیا تو آیا یہ جائز ہے؟

(۳) چند حضرات دوکان چلانے کیلئے یا زمین بڑھانے کیلئے یا مکانات بنانے کیلئے رقم صرف کرتے ہیں اور خود کو قرض دار سمجھتے ہیں، تو آیا ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) مدیون کو اتنی زکوٰۃ دینا درست ہے، کہ وہ اس کے ذریعہ دین ادا کردے پھر بقدرِ نصاب اس کے پاس باقی نہ رہے اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، مصرفِ زکوۃ اس پر مالکانہ قبضہ کر کے اپنا دَین ادا کردے اور سبکدوش ہوجائے۔

(۲) یہ بھی درست ہے[۱]۔

---

[۱] فان كان مديونا فدفع اليه مقدار مالو قضى به دينه لا يبقى له شيء او يبقى دون المأئين لا بأس به. عالمگیری کوئٹه ص:۱۸۸، ج:۱، الباب السابع فى المصارف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه الخ دار الفكر، عناية على الفتح ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه، دار الفكر.

(۳) ان کے حوائجِ اصلیہ دَین وغیرہ سے فاضل اگر مقدارِ نصاب ان کی ملک میں نہیں تو وہ مستحق زکوٰۃ ہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مالکِ اراضی کے لئے زکوٰۃ

سوال:- ایک شخص جو نصابِ زکوٰۃ کا مالک نہیں مقروض ہے، لیکن اراضی اور مال نامی از قسم جانوراں رکھتا ہے، لیکن وہ جانور نصاب کے برابر نہیں البتہ ان کی قیمت نصابِ چاندی کے برابر ہے، اسی طرح اراضی زرعی کی پیداوار فصلی بھی اس کو مکتفی نہیں، لیکن اس اراضی کی اگر قیمت کی جائے تو نصابِ چاندی سے کئی گنا زیادہ ہے، کیا وہ شخص زکوٰۃ یا صدقۂ فطر یا چرم قربانی لے سکتا ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ غریب بالکل تنگدست اور مفلس ہے، قرضہ کا بوجھ رکھتا ہے، دوسری صورت وہ شخص جو اراضی اور مال نامی کا مالک ہے، لیکن مقروض اور تنگدست ہے، سرکاری نوکری سے تین چار سو روپے یا اس سے کچھ زیادہ ماہوار تنخواہ پاتا ہے، لیکن حالت نہایت تنگی کی ہے، کثیر العیال ہونے کی وجہ سے روزی اس کی پوری نہیں ہوتی قرض دار رہتا ہے، نصاب سونا چاندی کی بھی کوئی چیز نہیں رکھتا، کیا وہ شرعاً زکوٰۃ یا صدقۂ فطر لے سکتا ہے، یا نہیں؟

خلاصہ یہ کہ مفلس غریب آدمی کے لئے اس کی اراضی ملکیت اور تنخواہ معین اس کو استحقاقِ زکوٰۃ میں مانع ہے، یا نہیں؟ جب کہ وہ صاحبِ تنخواہ بالکل غریب اور تنگدست مقروض ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں شخصوں کو صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی قیمت لینا درست ہے[۲]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینه. شامی کراچی ص ۲/۳۴۳، باب المصرف، بحر کوئٹہ ص ۲/۲۴۱ باب المصرف، تبیین الحقائق ص ۲۹۸ ج ۱ باب المصرف، امدادیہ ملتان. (حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)

کیا زمیندار مستحقِ زکوٰۃ ہے؟

سوال:-زید صاحبِ نصاب ہے، لیکن قرضدار نہیں ہے، اگر وہ مدرسہ میں پڑھنا چاہے اپنے خرچ سے تو اسکو زمین بیچنی پڑے گی اور جو مال ہے، اسمیں اسکا تکفل نہیں ہوگا اب زید کیلئے مدرسہ کا کھانا جائز ہوگا، یا وہ زمین بیچکر پڑھے گا اس کیلئے کونسی صورت جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس زمین کی پیداوار پر اس کا گذارہ ہے اسکے علاوہ کوئی آمدنی نہیں اور سال بھر کے خرچ کے بعد پیداوار اور مقدارِ نصاب نہیں بچتی لیکن اور نصاب جداگانہ اس کے پاس باقی رہتا ہے، تو بھی زکوٰۃ کا کھانا مدرسہ سے لینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جس کے پاس زمین ہو کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے

سوال:-ایک شخص کی بہت سی زمین ہے، مگر وہ آباد نہیں، تو اس شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ ان زمینوں سے اس کی حوائج پوری نہیں ہوتی، اور وہ مالِ نامی بھی نہیں، تو اس کو زکوٰۃ

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولاتكفى لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وان كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوىٰ. شامی کراچی ص:۳۴۸، ج:۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۸ ج۲ باب من يجوز دفع الصدقة اليه ومن لا يجوز، دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

(صفحہ ہذا) [1] ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أى مال. شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج:۲، باب المصرف، فتح القدير ص۲۷۷ ج۲ كتاب الزكاة، باب من يجوز دفع الصدقة إليه، دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

دینا درست ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غنی کو زکوٰۃ کا استعمال کرنا

سوال:- زکوٰۃ میں اگر کوئی چیز کسی مسکین کو دی گئی تو عبارات فقہاء اور حدیث بریرہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوتا ہے کہ غنی کیلئے استعمال جائز نہیں تو کیا ایسی صورت میں مسکین پر یہ لازم ہوگا کہ وہ غنی دوست کو یہ بتلا دے کہ یہ زکوٰۃ میں ملی ہوئی چیز ہے آپ اسکو استعمال نہ کریں، اگر بتانا ضروری ہے تو کیا یہ زکوٰۃ دینے والے پر بھی ضروری ہوگا کہ وہ مسکین کو بتلا دے کہ یہ مدز کوٰۃ سے ہے تاکہ وہ غنی کو عاریۃً دینے میں احتیاط کرے یا زکوٰۃ دہندہ نے مسکین کو نہیں بتلایا تھا مگر اس کے سامنے کوئی غنی اس چیز کو استعمال کرنے لگا تو کیا اس پر لازم ہوگا غنی کو بتلا دے یا کہ سکوت کی اجازت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غنی کی زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے تو یہ شرط نہیں کہ فقیر ومسکین کو علم ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے: **ولا یشترط علم الفقیر انها زکوٰۃ علی الاصح اھ (مراقی[۲] الفلاح ص: ۵۸۹.)**

لیکن جب مسکین کو معلوم ہو کہ یہ زکوٰۃ ہے اور پھر کوئی غنی اسکو بطور اباحت استعمال کرنا چاہے تو مسکین کو چاہئے کہ بتلا دے کہ یہ زکوٰۃ ہے[۳] جیسا کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ثابت ہوتا ہے

۱؎ له أرض یزرعها أوحانوت یستغلها أو دار غلتها ثلاثة آلاف ولاتكفی لنفقته ونفقة عیاله سنة یحل له أخذ الزكاة وان كانت قیمتها تبلغ ألوفا وعلیه الفتویٰ . شامی كراچی ص:۳۴۸، ج:۲، باب المصرف، فتح القدیر ص۲۷۸ ج۲ باب من یجوز دفع الصدقة إلیه الخ طبع دار الفكر، بحر كوئٹه ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف.

۲؎ مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص: ۵۸۹، (مطبوعه مصری) اول كتاب الزكاة، شامی كراچی ص۲۶۸ ج۲ اول كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص۲۹۰ ج۱ اول كتاب الزكاة، دار الكتب العلمیة بیروت.

۳؎ یہ حکم اسوقت ہے جبکہ وہ غنی مسکین کی ملکیت میں ہوتے ہوئے اسکو بطور اباحت کے استعمال کرے لیکن اگر وہ مسکین کسی غنی کو ہدیہ کردے اور وہ غنی اسکو قبول کرکے مالک ہوجائے، پھر اسکو اسکے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر غنی نے مسکین کو نہیں بتلایا اور اسکے سامنے اس مسکین کی چیز کو کوئی غنی استعمال کرنا چاہتا ہے تو انکو بتلا دینا چاہئے تا کہ وہ غلط استعمال سے بچ جائے، سکوت کرنے سے وہ غلط استعمال میں مبتلا ہو جائے گا اگر چہ عدم علم کی بنا پر گنہ گار نہ ہوگا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۸۹ھ

جس کا گذر تنگی سے ہوتا ہے کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال:- بکر کی آمدنی کم ہے تنگی سے گذر اوقات ہوتے ہیں اس صورت میں بکر زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

لے سکتا ہے۔[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جسکی ضروریات تنخواہ سے پوری نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہے

سوال:- اسلم ایک دینی مدرسہ یا مسجد کا خادم ہے اس کی ضروریات اس کی تنخواہ سے پوری نہیں ہوتیں، اس صورت میں اسلم زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] وعن عائشةؓ قالت كان فى بريرةؓ ثلث سنن (إلى قولها ودخل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم والبردمة تفور بلحم فقرب إليه خبز وادم من ادم البيت فقال الم أر برمة فيها لحم قالوا بلى ولكن ذالک لحم تصدق به على بريرةؓ وأنت لا تاكل الصدقة قال هو عليها صدقة ولنا هدية، مشكوٰة ص ۱۶۱ باب من لا محل له الصدقة، طبع ياسر نديم ديوبند.

[2] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ أى دون نصاب أوقدر نصاب. شامى كراچى ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۲۴ ج ۱ باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۴۰ ج ۲ باب المصرف.

الجواب حامداً ومصلیاً

لے سکتا ہے[۱]۔ مگر معاوضہ خدمت میں نہ ہو[۲] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

ایضاً

سوال:- خالد ایک مسجد کا خادم تھا اپنی سال بھر کی ضروریات جو تنخواہ سے پوری نہیں ہوسکتی تھیں، مالِ زکوٰۃ سے پوری کرتا تھا، اب ایک دینی مدرسہ میں اس کو خدمت کا موقع ملا، اب آمدنی کچھ بڑھ گئی معمولی تنگی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کرسکتا ہے، مگر صاحبِ نصاب نہیں بنا، اس صورت میں خالد حسبِ معمول زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسکی قیمت حاجتِ اصلیہ سے زائد اسکے پاس نہ ہو وہ مستحق زکوٰۃ ہے[۳] مگر جب اللہ تعالیٰ نے آمدنی میں اضافہ فرمادیا ہے تو زکوٰۃ لینے سے بچنا بہتر ہے کہ اضافۂ آمدنی کا شکریہ ہے اس سے مزید ترقی کی توقع ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] مصرف الزكاة والعشر هوفقير وهو من له أدنىٰ شئ أى دون نصاب اوقدر نصاب. شامی کراچی ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۴ج۱ باب المصرف، مطبوعه بيروت، کوئٹه ص۲۴۰ باب المصرف.

[۲] هى تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير الى قوله مع قطع المنفعة عن الملک من كل وجه، تنوير الابصار مع الدر المختار على الشامى زکريا ص۱۷۰-۱۷۳ج۳ اول كتاب الزكاة، بحر کوئٹه ص۲۰۱ج۲ اول كتاب الزكاة، مجمع الانهر ص۲۸۴ج۱ اول كتاب الزكاة، مطبوعه بيروت.

[۳] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له أدنى شئ أى دون نصاب أوقدر نصاب. شامی کراچی ص: ۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، البحر ص۲۴۰ج۲ باب المصرف، مطبوعه الماجديه کوئٹه، مجمع الانهر ص۳۲۴ج۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Masarife Zakat & Sadqat-2

جس کی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں کیا وہ مستحق زکوٰۃ ہے؟

سوال:- خالد جو مستحق زکوٰۃ تھا زکوٰۃ لیتا تھا اب اسکی آمدنی مسجد اور مدرسہ کی خدمت میں جو ہوتی ہے، کسی طرح پوری ہوسکتی ہے، اب اگر وہ مالِ زکوٰۃ لیکر اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا ہے، تو جو لوگ اس کو دیتے ہیں وہ بلا مانگے دیتے ہیں، اب وہ لیکر دوسرے مستحقِ زکوٰۃ کو پہنچا سکتا ہے، یا نہیں؟ یعنی جو لوگ پہلے سے دیتے آئے ہیں وہ دیتے ہیں، خالد لیکر اپنے استعمال میں نہیں لایا دوسرے جو مستحق ہیں انکو پہنچا دیا، ایسا کرنا خالد کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب بغیر زکوٰۃ لئے اسکی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں تو اچھا ہیکہ زکوٰۃ دینے والوں سے کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری ضروریات اب پوری ہوجاتی ہیں، آپ کسی ضرورت مند کو دیدیں[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

کھاتا پیتا مالکِ مکان ہو اس کیلئے زکوٰۃ کا حکم

سوال:- ایک شخص صاحبِ نصاب تو نہیں لیکن آسودہ اور فارغ البال ضرور ہے، ذاتی مکان بھی ہے اور کھانے کپڑے وغیرہ کی کل ضروریات بآسانی پوری ہوتی ہیں، کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ وصدقات دینا درست ہے اگر ہے تو کیوں؟ جو شخص ایسے کو زکوٰۃ دے اس کی طرف سے ادا ہوگی یا نہیں؟

---

[1] یجوز أخذها لمن ملک أقل من النصاب کما یجوز دفعها نعم الاولیٰ عدم الأخذ لمن له سداد من عیش کما صرح به فی البدائع، البحر الرائق ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف، مطبوعه کوئٹه، بدائع ص۱۵۹ ج۲ کتاب الزکاة، مصارف الزکاة مطبوعه زکریا دیوبند.

الجواب حامداً ومصلیاً

کسی ایسے شخص کو سوال کرنا تو حرام ہے[1] مگر مالکِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ لینا درست ہے، اور خود اس کے ذمہ زکوٰۃ فرض نہیں، آسودہ ہونے کی وجہ سے سوال کرنا حرام ہے، اور صاحبِ نصاب نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا لینا درست ہے، اور خود اس پر زکوٰۃ فرض نہیں: وَالاولٰی ان یفسر الفقیر من لہٗ مَادون النصاب کما فی النقایۃ اخذاً من قولھم یجوز دفع الزکوٰۃ الٰی من یملک مَادون النصاب اوقدر نصاب غیر تام وھُوَ مستغرق فی الحاجۃ اھ (بحر[2] ج:۲،ص:۲۴۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

اقرباء کو زکوٰۃ

سوال:-اگر کسی کا حقیقی بھائی اس قدر غریب ہو کہ جس قدر غریب ہونے پر دینا جائز ہوتا ہے تو کیا بھائی کو بھی زکوٰۃ دیا جا سکتا ہے، یا نہیں، اور اگر جائز نہیں تو اپنے کنبہ میں سے کس کس کو دینا جائز ہے برائے مہربانی تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

بھائی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جب کہ وہ مستحق ہو اور اصول وفروع وزوجین کے علاوہ سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جب کہ وہ مصرف زکوٰۃ ہوں: ولا الٰی من بینھما ولاد او

---

[1] وأما الغناء الذی یحرم به السؤال فهو ان یکون له سداد عیش بأن کان له قوت یومه، بدائع زکریا ص ۱۶۱ ج۲ کتاب الزکاۃ، شرائط ما یرجع إلی المؤدی الیه، کونه مسلماً، البحر الرائق ص ۲۵۰ ج۲ باب المصرف قبیل باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه المحیط ص ۲۱۹ ج۳ کتاب الزکاۃ الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاۃ مطبوعه ڈابھیل.

[2] البحر الرئق کوئٹه ص: ۲۴۰، ج:۲، باب المصرف، عالمگیری ص ۱۸۹ ج ۱ کتاب الزکاۃ الباب السابع فی المصارف مطبوعه کوئٹه، در مختار علی الشامی زکریا ص۲۸۳ ج۳، باب المصرف.

زوجية تنوير قال الشامی[1] ص:٦٣ وقيد بالولاد لجوازه لبقية الاقارب كالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۱/۹/۵۳ھ

زکوٰۃ کیلئے ذوی القربیٰ میں کون مقدم ہے؟

سوال:- زید زکوٰۃ کا مبلغ بجائے انفرادی شکل میں پانچ دس روپیہ تقسیم کرنے کے کسی ایک رشتہ کے مستحق لڑکے کو چن کر مستقل طور سے اس کی پڑائی کی ذمہ داریاں پوری کرنا چاہتا ہے، ایسی صورت میں رشتہ داروں میں کس کا بیٹا یا بیٹی پہلے مستحق قرار پائے گی، از روئے شریعت بھائی کا بہن کا خالو کا یا ماموں کا؟ تفصیل سے لکھیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر حاجت میں اور نوعیتِ تعلیم میں سب مساوی ہوں تو بھائی کا لڑکا مقدم ہے پھر بہن کا پھر خالہ اور ماموں کا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۱ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دار العلوم دیوبند ۲۷/۷/۹۱ھ

داماد کو زکوٰۃ

سوال:- زید اپنے داماد بکر کو انگریزی تعلیم دلوانا چاہتا ہے، اور ان کے اخراجات کو مد زکوٰۃ

[1] شامی نعمانية ص: ٦٣، ج:٢، شامی کراچی ص: ٣٤٦، ج:٢. باب المصرف، فتح القدير ص ٢٦٩، ٢٧٠ ج ٢ باب من يجوز دفع الصدقة ومن لا يجوز، مطبوعه دار الفكر بيروت، البحر الرائق ص ٢٤٣ ج ٢ باب المصرف، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] والأفضل اخوته وأخواته ثم أولادهم ثم أعمامه وعماته ثم اخواله وخالاته الخ. شامی کراچی ص: ٣٥٤، ج:٢، مطلب فی الحوائج الأصلية باب المصرف، زيلعی ص ٣٠٥ ج ١ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان، عالمگيری ص ١٩٠ ج ١ الفصل السابع فی المصارف، مطبوعه كوئٹه.

سے پورا کرنا چاہتا ہے، کہ مثلاً ہر ماہ ایک سو روپیہ دیدینا چاہتا ہے، تو آیا اس طرح زید اپنے داماد کے اخراجات کو مدز کوٰۃ سے دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

داماد اگر غریب ہے یعنی صاحبِ نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی قیمت نقد کا مالک) نہیں ہے، نیز سید نہیں ہے، تو اسکو زکوٰۃ دینا درست ہے، اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[۱]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۴/۴/۹۰ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۰ھ

لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ فطرہ دینا

سوال:- زید اپنے لڑکے کی بیوی کو زکوٰۃ یا صدقۃ الفطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ لڑکا مفرور ہے چار بچے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

لڑکے کی بیوی کو اگر زکوٰۃ فطرہ دے تو درست ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

غریب بھائی کو زکوٰۃ

سوال:- کیا اپنے حقیقی غریب بھائی کو خوش حال بھائی زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

---

[۱] ویجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تحت قوله وإلى من بينهما ولادٌ، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن، من توضع الزكاة مطبوعه كراچی.

[۲] ويجوز دفعها لزوجة ابيه وابنه وزوج ابنته، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تاتارخانية ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن : من توضع الزكاة مطبوعه كراچی.

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا درست ہے بلکہ وہ غیروں سے مقدم ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۹/۱۰/۸۹ھ

بھائی کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک شخص مالدار ہے، اوراس کا ایک بھائی حقیقی وہ غریب دونوں ایک ساتھ نہیں رہتے، جدا جدا رہتے ہیں، مالدار بھائی اپنے غریب بھائی کو زکوٰۃ دے سکتا ہے، یا نہیں، ایک ساتھ دو چار ہزار روپیہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب بھائی کو زکوٰۃ دینا درست ہے بلکہ غیروں کے مقابلہ میں بھائی کو دینا افضل ہے، کتب فقہ، بحر[۲] عالمگیری[۳] شامی[۴] وغیرہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کسی مستحق زکوٰۃ کو اتنی مقدار زکوٰۃ دیدینا مکروہ ہے، جس سے وہ خود صاحب نصاب ہوجائے، مراقی الفلاح[۵] ودرمختار[۶] میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] والأفضل اخوته وأخواته الخ، شامی کراچی ص۳۵۴، ج۲، باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان، عالمگیری ص۱۹۰ ج۱ الفصل السابع فی المصارف، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[۲] البحر الرائق ص: ۲۴۳، ج:۲، (مطبوعه الماجدیه کوئٹه) کتاب الزکاة باب المصرف.

[۳] عالمگیری ص: ۱۹۰، ج: ۱، (مطبوعه کوئٹه) باب المصارف کتاب الزکاة.

[۴] وقید بالولادة لجوازه بقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاخوال الفقراء بل هم اولیٰ لانه صلة وصدقة الخ شامی زکریا ص: ۲۹۳، ج:۲، کتاب الزکاة باب المصرف.

[۵] مراقی الفلاح ص: ۱۱۷، (مطبوعه مصری) کتاب الزکاة باب المصرف.

[۶] وکره اعطاء فقیر نصاباً الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۳۰۳، ج:۳، کتاب الزکاة باب المصرف.

زکوٰۃ بھائی اوراس کی اولاد کو

سوال:- ہم دو بھائی چچا تایا کے ہیں اورایک دادی کی اولاد ہیں، ہمارے دونوں بھائیوں کے علیحدہ علیحدہ بچے ہیں اور ہماری تیسری نسل ہے ہم میں ایک کی اولاد تنگدست ہے اورایک کی اولاد زکوٰۃ نکالتی ہے،تو وہ زکوٰۃ کے روپے جوکہ تنگدست ہیں انکو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ شریعت کے مطابق آپ مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کے پیسے بھائی کواور بھائی کی اولاد کو دینا درست ہے جب کہ وہ مستحق ہوں[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح : بندہ نظام الدین عفی عنہ

زکوٰۃ کی رقم ماموں، سالے اوران کی اولاد کو دینا

سوال:- زکوٰۃ اورقربانی کے چمڑے کی قیمت نانی، ماموں، سالے یا ان تینوں کی اولاد کو بھی دی جاسکتی ہے، اگران کا گذراوقات بمشکل ہوتا ہے، احکامِ شرعیہ مع دلائل سلیس اردو میں تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

نانی کوتو جائز نہیں، ماموں اورسالے کو جائز ہے، ان دونوں کی اولاد کوبھی جائز ہے، نانی کی

---

[1] قوله والأفضل صرفها للأقرب فالأقرب الخ. قال في النهر، والأولٰى صرفها الى اخوته الفقراء ثم اولادهم، ثم أعمامه الفقراء. طحطاوى على المراقى ص: ۵۹۴، مطبوعه مصر. باب المصرف، شامى كراچى ص۳۵۴ ج۲ باب المصرف، زيلعى ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Masarife Zakat & Sadqat-2

اولاد میں سے والدہ کو جائز نہیں، خالہ ماموں اوران کی اولاد کو جائز ہے، وقوله واصله بالجر ای لایجوز الدفع الی ابیه وجده وان علا وفیه اشارة الی ان هٰذا الحکم لا یخص الزکوة بل کل صدقة واجبة لا یجوز دفعها لهم کاحد الزوجین کالکفارات وصدقة الفطر والنذور وقید باصله وفرعه لان من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهو اولی لما فیه من الصلة مع الصدقة کالاخوات والاعمام والعمات والاخوال والخالات الفقراء ولهٰذا قال فی الفتاوی الظهیریة ویبدأ فی الصدقات بالاقارب (بحر[1] ص: ۲۴۳، ج: ۴) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ گنگوہی

حاجت مند ماں باپ کو زکوٰۃ

سوال:- کسی شخص کی ایک لڑکی ہے جسکی شادی ہوگئی ہے، تو اب اس لڑکی پر اپنے ماں باپ کا نفقہ تو واجب ہے نہیں تو لڑکی اپنے باپ یا ماں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے، جبکہ اسکے ماں باپ محتاج ہوں اگر زکوٰۃ نہیں دے سکتی تو کیا اس لڑکی کے ذمہ انکی امداد واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ان کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے،[2] اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کا نفقہ بھی واجب ہے[3]، صلہ

---

[1] البحرالرائق ص: ۲۴۳، ج: ۲، باب المصرف، شامی کراچی ص ۳۵۴ ج ۲ باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۵ ج ۱ باب المصرف مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[2] ولایدفع المزکی زکوٰۃ ماله الیٰ ابیه وجده وان علا. هدایه ص: ۲۰۶، ج: ۱، باب من یجوز دفع الصدقات الیه ومن لا یجوز، مطبوعه دارالکتاب دیوبند، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، مطبوعه کوئٹه.

[3] قال ویجبر الولد الموسر علی نفقة الابوین المعسرین مسلمین (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رحمی کے طور پر بھی امداد کی جائے[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ادائے زکوٰۃ کے وکیل کا اپنی ماں کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ہندہ کے پاس بقدر نصاب زیور ہے، اس نے اپنے خاوند سے کہا کہ میرے زیور کی زکوٰۃ تم ادا کرو اور جہاں چاہو دیدینا، ہندہ کے خاوند نے منظور کرلیا ہندہ کے خاوند نے بھی اپنی بیوی ہندہ کے زیور کی زکوٰۃ لے کر روپے اپنی والدہ کو جو کہ زکوٰۃ کی مستحق ہے اس کو دیدئے، اب فرمادیں زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا ہوگئی[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین ۱/۴/۸۹ھ

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ) كانا أو ذميين قدراً على الكسب أو لم يقدرا، عالمگيری ص۵۶۴ ج ۱ باب النفقة، الفصل الخامس فی نفقة ذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه، خانية على الهندية ص۴۴۷ ج ۱ باب النفقة فصل فی نفقة الوالدين وذوی الارحام، مطبوعه کوئٹه.

(صفحہ ہذا) [۱] وقيد بالصدقة الواجبة لان صدقة التطوع الاولىٰ دفعها الى الاصول والفروع، كذا فی البدائع، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف مطبوعه کوئٹه شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، بدائع زکریا ص۱۶۲ ج۲ فصل وأما الذی يرجع إلى المؤدّى اليه، قبيل فصل وأما حولان الحول.

[۲] كما يستفاد من هذه العبارة وللوكيل أن يدفع لولده وزوجته الخ الدرالمختار علىٰ الشامی زکریا ص: ۱۸۹، ج:۳، اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ اول كتاب الزكاة مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، بحر ص۲۱۱ ج۲ اول كتاب الزكاة، مطبوعه کوئٹه هدايه ص۲۰۶ ج۱ باب من يجوز دفع الصدقات اليه الخ، مطبوعه دار الكتاب ديوبند، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه بيروت.

کیا نانا ماموں چچا مصرف زکوٰۃ ہیں؟

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اور اس کے نانا غریب ہیں، تو نانا کو یا ماموں، چچا کو زید زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

نانا غریب ہونے کے باوجود مصرفِ زکوٰۃ نہیں[1]۔ ماموں، چچا اور ان کی اولاد اگر غریب ہوں تو ان کو دے سکتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۶/۸۹ھ

والد اور سوتیلی والدہ کو زکوٰۃ

سوال:- ایک صاحب نصاب ہے وہ اپنے والدین سے علیحدہ رہتا ہے، والد اس کے ضعیف ہیں اور روزگار کچھ نہیں ہے، والد صاحب کے دوسری بیوی کے ۶/۷/ بچے ہیں جن میں صرف ایک بالغ ہے، وہ بھی جاہل اور بے روزگار ہے ذریعہ آمدنی کچھ نہیں، کیا ایسی صورت میں بیٹا والدین کو یعنی والد اور سوتیلی ماں کو جو کہ سادات سے نہیں، اگرچہ والد سید ہیں زکوٰۃ لے سکتا ہے، زکوٰۃ کے علاوہ جو پیسہ بمد خیرات اپنی کمائی میں سے نکالتا ہے وہ بھی دے سکتا ہے، یا نہیں؟

---

[1] قوله وأصله وان علا وفرعه ان سفل بالجر أی لا یجوز الدفع الی ابیه وجده وان علا البحر ص: ۲۴۳، ج:۲، باب المصرف، هدایه ص۲۰۶ ج۱ باب من یجوز دفع الصدقات الیه الخ مطبوعه دارالکتاب دیوبند، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه بیروت.

[2] من سواهم من القرابة یجوز الدفع لهم وهو أولی لما فیه من الصلة مع الصدقة کا لاخوة والأخوات والأعمام والعمات والأخوال والخالات الفقراء البحر ص:۲۴۳، ج:۲، باب المصرف (مطبوعه مصر) شامی کراچی ص۳۵۴ ج۲ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان.

الجواب حامداًومصلیاً

باپ کوزکوٰۃ دینا تو کسی حال میں درست نہیں[1] سوتیلی ماں کوزکوٰۃ دینا جبکہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو، یعنی صاحب نصاب اورسید نہ ہو درست ہے[2] خیرات غیر واجبہ دونوں کو دینا جائز ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح عبداللطیف

زکوٰۃ لے کر باپ کو دینا

سوال:- نیز بالغ اولاد زید کو دے اور زید اپنی اولاد کے مصرف میں لائے یہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر بالغ اولاد مصرفِ زکوٰۃ ہے تو اسکولیکر خود استعمال کرنا اور والد کو یا کسی دوسرے غیر مستحقِ زکوٰۃ کو دینا درست ہے، اور پھر ان کو لے کر خود استعمال کرنا اور اولاد وغیرہ کے صرف میں لانا بھی درست ہے[4]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور، ۶۹/۸/۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ صحیح: عبداللطیف

[1] لایجوز الدفع الی أبیه البحر ص: ۲۴۳، ج:۲، باب المصرف، هداية ص۲۰۶ ج۱ باب من یجوز دفع الصدقات الیه مطبوعه دیوبند، النهر الفائق ص۲۶۴ ج۱ باب المصرف مطبوعه بیروت.

[2] ویجوز دفعها لزوجة أبیه، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، تاتارخانیة ص۲۷۳ ج۲ الفصل الثامن من توضع الزکاة مطبوعه کراچی.

[3] وقید بالصدقة الواجبة لأن صدقة التطوع الأولی دفعها الی الأصول والفروع، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف، کوئٹه شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، بدائع زکریا ص۱۶۲ ج۲ فصل وأما الذی یرجع إلی المودی الیه. (حاشیہ ۴ اگلے صفحہ پر)

پھوپھی زاد بہن کو زکوٰۃ

سوال:-اگر زید نے اپنے پھوپھا اور پھوپھی کے انتقال ہوجانے کے بعد اپنی پھوپھی زاد بہن کو بطور پرورش اپنے مکان پر رکھ لیا ہو اور زید اپنی نابالغ بہن کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا چاہے تو بدیں صورت صحیح معنی میں ادائیگی ہوجائے یا نہیں؟

(۲) سوتیلی ماں کی طرف سے لڑکی کے حصہ کا روپیہ مل جانے کے بعد نابالغی یا بالغی ہر دو حالت میں لڑکی مذکور زکوٰۃ کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں۔ فقط السلام ۱۹/جنوری ۴۸ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ ہے یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اور اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اور اگر وہ مصرفِ زکوٰۃ نہیں یعنی اس کی ملک بقدرِ نصاب ہے جو کہ حاجتِ اصلیہ سے زائد ہے تو زکوٰۃ دینا درست نہیں[1] اس مسئلہ میں بالغ ونابالغ سب کا ایک حکم ہے، نابالغ کا باپ اگر زندہ ہو اور وہ صاحبِ نصاب ہو تو ایسے

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ودخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والبرمة تفور بلحم فقرب الیه خبز وادم من ادم البیت فقال اَلَمْ اَرَ برمة فیها لحم قالوا بلیٰ ولکن ذلک تصدق به علیٰ بریرة وانت لا تاکل الصدقة قال هو علیها صدقة ولنا هدیة مشکوة شریف ص: ۱۶۱، باب من لا تحل له الصدقة، الفصل الاول. مطبوعه دارالکتاب دیوبند، إذا تصدق علی المحتاج بشئ ملکه، وصار له کسائر ما یملکه ویستکسبه، فله أن یهدی به غیره کماله أن یهدی بسائر امواله بلا فرق. طیبی شرح مشکاة، ص ۵۰ ج ۴ باب من لا تحل له الصدقة مطبوعه ادارة القرآن، کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] ولا الیٰ غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الاصلیة من ای مال کان الخ الدر المختار علی الشامی نعمانیه ص: ۶۴، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج:۲. باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۲۹ ج ۱ باب المصرف، دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص ۳۰۲ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

نابالغ کو بھی زکوٰۃ دینا درست نہیں[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۹/ربیع ۲/ ۶۷ھ

اگر وہ لڑکی نابالغ ویتیم ہے تو زکوٰۃ دینا اسکو جائز ہے لیکن اسپر اول مال پر قبضہ کرانا ضروری ہے محض اپنے گھر کھانا کھلانا کافی نہیں ہے اِلّا یہ کہ کھانا دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کی جائے۔

(۲) میں جو ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہیکہ اسکے حصہ میں کچھ روپیہ موجود ہے، اگر وہ بقدرِ نصاب اور جلد وصول ہو سکنے کی امید ہے تو اسکو زکوٰۃ دینا جائز نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/ربیع ۱ ۶۷ھ

عالم کی اولاد کے لئے زکوٰۃ

سوال:- زید ایک عالم ہے اس کی بالغ اولاد کو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور اولاد خود اپنے خرچہ میں لائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اولاد مصرف زکوٰۃ ہے تو اس کو لینا درست ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا الٰی طفله ای الغنی فیصرف الی البالغ ولو ذکرا صحیحاً قهستانی فافاد ان المراد بالطفل غیر البالغ ذکراً کان او انثٰی فی عیال ابیه اَوْ لاَ عَلی الاصح لما انه یعد غنیا بغناه نهر شامی نعمانیه ص: ۶۲، ج:۲، کراچی ص:۳۴۹، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ ج۱ دار الکتب العلمیة بیروت، زیلعی ص۳۰۲ ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

[2] ولا یصح دفعها لکافر وطفل غنی قال الطحطاوی بخلاف ولده الکبیر. طحطاوی علی المراقی ص: ۵۹۳، مطبوعه مصر. باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ باب المصرف مطبوعه بیروت، زیلعی ص۳۰۲ ج۱ مطبوعه امدادیه ملتان.

امام اور عالم کو صدقاتِ واجبہ دینا

سوال:-ایک شخص امام مسجد مقرر ہوا ہے، درس دیتا ہے، بستی والے اس کو مقرر کر دیتے ہیں کہ تمام صدقات، خیرات مثلاً صدقۂ فطر شرعاً لے سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ خود صاحب نصاب ہے زکوٰۃ اس پر فرض ہے، لے لے تو دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ کتاب ''سلطان الفقہ'' ص:۱، ج:اول میں لکھا ہے: **اذا عینو لا مامهم شیئاً من اوقاف وَالصدقات وَالهدایا وغیرها لزمهم ادائها**. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر، چرم قربانی امام معین لے سکتا ہے، گذشتہ زمانوں میں علماء اور قاضیوں کو بیت المال سے وظائف ملتے تھے اور وہ بیت المال زکوٰۃ وغیرہ کے روپے اور اجناس کا فراہم شدہ مال ہوتا تھا، اس میں قاضی اور عالم جو خود بھی صاحب نصاب ہوتے تھے، لیتے تھے، جب وہ بیت المال کے جمع شدہ روپے سے وظائف لیتے تھے، تو اب بھی زکوٰۃ یا صدقاتِ واجبہ کا روپیہ کسی امام معین کو دیدیا جائے، تو منع کیوں ہے فتاویٰ جواہر ص۲۴۶، جلد اول میں لکھا ہے: **من اشتغل بتعلم العلم علی المسلمین کفافه واذا کان العالم والمتعلم فی بلد لیس لهٗ من بیت المال وظیفة یجب عَلٰی اغنیاء تلک البلدة نفقته وکسوتهٗ** یعنی عالم اور متعلم کو کفاف دینا اہل قریہ پر واجب ہے، ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو امام معین صدقہ وغیرہ لے سکتا ہے اور اگر امام معین اراضی اور مال نامی رکھتا ہے لیکن اس اراضی کی پیداوار اور مال کی آمدنی اس کو کفایت نہیں کرتی عوام کو بھی اس کے مستحق ہونے کا علم نہیں، اور وہ خود اپنے اس حال قرض وغیرہ تنگیٔ معاش کو لوگوں سے چھپاتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان دونوں شخصوں کو زکوٰۃ، صدقات واجبہ، زکوٰۃ وغیرہ کا لینا درست نہیں، اگر کسی نے ان کو زکوٰۃ وغیرہ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اول شخص میں عدمِ جواز کی دو وجہ ہیں، ایک یہ کہ وہ غنی

اور صاحبِ نصاب ہے اور ہدایہ[۱] درمختار[۲] زیلعی[۳] مجمع الانہر[۴] عالمگیری[۵] قاضی خان[۶] وغیرہ جملہ کتبِ فقہ میں تصریح ہے کہ **لاتدفع الیٰ غنی ا ھ** . دوم وجہ یہ ہے کہ اسکو امامت وتدریس کے عوض اُجرت میں زکوٰۃ جارہی ہے اور زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے کہ **بشرط قطع المنفعة عن الملک من کل وجه لله تعالٰی** ہو۔ دوسرے شخص میں اول وجہ موجود نہیں، البتہ دوسری وجہ موجود ہے، "**احصروا فی سبیل اللّٰه**" کے مصداق کو بھی اجرت میں دینا درست نہیں، سلطان الفقہ میرے پاس موجود نہیں اگر یہ کوئی معتبر کتاب ہے اور اس کے مسائل قابلِ اعتماد ہیں تب بھی عبارت مذکورہ استدلال کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اس میں صرف الصدقات ہے، واجبہ کی قید نہیں، اور چونکہ دیگر کتبِ معتبرہ میں صدقاتِ واجبہ کے عدمِ جواز کی تصریح ہے، لہٰذا یہاں صدقاتِ غیر واجبہ مراد ہوں گے، بیت المال سے جو وظائف علماء اور قضاۃ کو ملتے تھے، وہ زکوٰۃ سے نہیں بلکہ خراج اور جزیہ وغیرہ سے ملتے تھے: **وَالنوع الثالث الخراج والجزية ومَا يوخذ من صدقات بنى تغلب ومَا يأخذ العاشر من اهل الذمة ومن اهل الحرب اذا مروا عليه فهٰذا النوع مصروف الٰى نوائب المسلمين وَمنها اعطاء المقاتلة كفايتهم وكفاية عيالهم لانهم فرغوا انفسهم للجهاد ودفع شر المشركين عن المسلمين فيعطون الكفاية من اموالهم ومن هٰذا النوع ايجاد الكراع والاسلحة وسد الثغور واصلاح القناطر وَالجسور وسد البثق وكرىٰ الانهار العظام ومنه ارزاق القضاة والمفتين والمحتسبين**

---

[۱] هداية ص ۲۰۷، ج ا، باب من يجوز دفع الصدقات اليه ومن لا يجوز. دارالكتاب ديوبند.

[۲] درمختار شامی كراچی ص: ۳۴۷، ج: ۲، باب المصرف،

[۳] زيلعی ص: ۳۰۲، ج: ا، مطبوعه امداديه ملتان. باب المصرف،

[۴] مجمع الانهر ص: ۳۲۹، ج: ا، باب بيان احكام المصرف. مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت.

[۵] الهندية ص: ۱۸۹، ج: ا، باب المصرف.

[۶] فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندية ص: ۲۶۲، ج: ا، باب المصرف.

[۷] زيلعی ص ۲۵۱ ج ا اول كتاب الزكاة مطبوعه امداديه ملتان، شامی زكريا ص ۱۷۳ ج ۳ اول كتاب الزكاة، مجمع الأنهر ص ۲۸۵ ج ا اول كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

والمعلمین وکل من فرغ نفسه لعمل من اعمال المسلمین علٰی وجه الحسبة فالکفایة فی هٰذا النوع من المال اھ۔(مبسوط[۱] ص:۱۸،ج:۳) فتاویٰ جواہر کی عبارت میں تو صدقاتِ واجبہ دینے کا اشارہ تک بھی نہیں۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۰/ذیقعدہ ۶۰ھ

صحیح: عبد اللطیف ۱۱/ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ

امام کو زکوٰۃ دینا

سوال:-محلّہ کے بلا تنخواہ کے اماموں کو اہل محلّہ مل کر زکوٰۃ اور صدقہ فطر اس نیت سے دیں کہ نماز پڑھا دیں کیا ایسی صورت میں زکوٰۃ وصدقۂ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

معاوضہ امامت ہے اس سے نہ زکوٰۃ ادا ہوگی، نہ صدقہ فطر[۲]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

حج کے لئے زکوٰۃ لینا

سوال:-اگر کوئی حج کو جا رہا ہے اور اس کے پاس پیسہ کم پڑ جائے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

---

[۱] مبسوط سرخسی ص:۱۸، ج:۲، الجزء الثالث. باب مایوضع فیه الخمس مطبوعه دارالفکر بیروت، عالمگیری ص۱۹۰ ج۱ فصل ما یوضع فی بیت المال الخ مطبوعه کوئٹه الدر المختار علی الشامی کراچی ص۳۲۹ ج۳ مطلب فی مصارف بیت المال.

[۲] مع قطع المنفعة عن الملک من کل وجهٍ. شامی کراچی ص: ۲۵۸، ج:۲، مطلب فی احکام المعتوه کتاب الزکاة، زیلعی ص۲۵۱ ج۱ اول کتاب الزکاة، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۲۸۵ ج۱ اول کتاب الزکاة مطبوعه بیروت.

الجواب حامداًومصلیاً

جسکے پاس خرچ کم ہواسکو حج کیلئے زکوٰۃ کا پیسہ لینا جائز نہیں لیکن اگر پیسہ پورا تھااور چلا گیا مگر راستہ میں کوئی حادثہ پیش آ گیا کہ روپیہ ضائع ہوگیااور مکان سے منگا نیکی کوئی صورت نہیں، تو اس کو وہاں زکوٰۃ کا پیسہ بقدرِ ضرورت لے لینادرست ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۸/۸۹ھ

زکوٰۃ فطرہ سے کفنِ میت

سوال:-بیت المال میں جوزکوٰۃ فطرہ کی رقم جمع ہوتی ہے اس میں سے کسی غریب میت کے کفن دفن کے لئے خرچ کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

رقم فطرہ وزکوٰۃ براہِ راست میت کے کفن ودفن میں خرچ کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں تملیک نہیں[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۳۰/۱۱/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے میت کو کفن دینا

سوال:-مسمی رحمت اللہ کا انتقال ہواجو بالکل مفلس تھا مسمّی احمد حسن نے کفن دیااور نیت کی

---

[1] وفی سبیل اللّٰہ وھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج شامی کراچی ص:۳۴۳، ج:۲، باب المصرف، مجمع الأنھر ص۳۲۶ج۱ باب المصرف مطبوعہ بیروت، تاتارخانیۃ ص۲۷۰ج۲ من توضع الزکاۃ فیہ، مطبوعہ کراچی.

[2] قولہ ولا الی کفن میت لعدم صحۃ التملیک منہ شامی کراچی ص:۳۴۴، ج: ۲، باب المصرف، مجمع الأنھر ص۳۲۸ج۱ باب المصرف مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، زیلعی ص۳۰۰ج۱ باب المصرف مطبوعہ ملتان.

E:\F.M.Fainal\Jild-14\Masarife Zakat & Sadqat-2

کہ زکوٰۃ دے رہاہوں یہ زکوٰۃ اداہوئی یانہیں، یہ پوچھنا ہے کہ زکوٰۃ کا وقت ابھی نہ تھا، یعنی رمضان میں زکوٰۃ واجب ہوتی، اورحسن نے نیت کی کہ آئندہ زکوٰۃ میں محسوب ہوجائے گا۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس سے زکوٰۃ ادانہیں ہوئی نہ گذشتہ نہ آئندہ ادائے زکوٰۃ کے لئے مصرف کو مالک بنانا ضروری ہے اورمیت میں مالک بننے کی اہلیت نہیں[1]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ

لڑکی کی شادی کیلئے چندہ مانگنے والے کوزکوٰۃ دینا

سوال :-موجودہ رسم ورواج کے پیشِ نظرآج کل لڑکی کی شادی پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوجاتے ہیں اب ایک شخص جوکہ صاحبِ نصاب نہیں ہے شادی کے لئے چندہ فراہم کر کے صاحبِ نصاب ہوجاتا ہے یاقبل ہی سے صاحبِ نصاب ہے مگراس کے باوجوداسبابِ شادی کی تکمیل کے لئے چندہ مانگ رہاہے،توکیااس کوزکوٰۃ کی رقم دینادرست ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

اس کو چندہ مانگنا اور دوسروں کا اس کواس حالت میں زکوٰۃ دینا درست نہیں: **لانَّهٗ ليس بمصرف للزكٰوة كما فى كتب الفقه**[2]۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمودغفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا الى كفن ميت لعدم صحة التمليك منه. شامى كراچى ص: ۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، عالمگيرى كوئٹه ص۱۸۸ ج۱ باب السابع فى المصارف، تاتارخانية ص۲۷۲ ج۲ باب من توضع الزكاة مطبوعه كراچى.

[2] لا يدفع الى غنى بسبب ملک نصاب زيلعى ص۳۰۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصرى، البحر الرائق ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف مطبوعه الماجديه كوئٹه.

دارالحرب اور حربی کو زکوٰۃ وصدقہ

سوال:- ہندوستان کیا ہے؟ نیز ہنود حربی ہیں یا کیا ہیں؟ اور بہر صورت ہنود کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ہندوستان کے متعلق دیر سے اختلاف چلا آ رہا ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی نے دارالحرب قرار دیا ہے، یہی رائے حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کی ہے اور اکثر علماء اسی طرف گئے ہیں، اور یہاں کے جملہ کفار کو حربی فرماتے ہیں، (**کذا فی الفتاویٰ الرشیدیة**[1] ج:۳) دارالحرب کے متعلق تین قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ''وہمیں قولِ ثالث را محققین ترجیح دادہ اند وبریں تقدیر معمولہ انگریز واشباہ ایشاں بلا شبہ دارالحرب است اھ (فتاویٰ عزیزیہ[2] ج:۱، ص:۱۶) ودر کافی می نوسید ''**انّ المراد بدار الاسلام بلاد یجری فیها حکم امام المسلمین ویکون تحت قهره بدار الحرب بلاد یجری فیها امر عظیمها وتکون تحت قهره انتهٰی**'' دریں شہر (دہلی) حکم امام المسلمین اصلاً جاری نیست وحکم رؤساء نصاریٰ بے دغدغہ جاری است ومراد از اجزاء احکام کفر این است کہ در مقدمہ ملک داری وبندوبست رعایا واخذ خراج وباج وعشور اموال تجارت وسیاست قطاع الطریق وسراق وفیصل خصومات وسزاء جنایات کفار بطور خود حاکم باشند آرے اگر بعضے احکام اسلام را مثل جمعہ وعیدین واذان وذبح بقر تعرض نکنند نکردہ باشند۔

[1] فتاوی رشیدیه ص: ۲۲، ج: ۳،

[2] فتاوی عزیزی ص ۱۱۱ ج اسود گرفتن از انگریزاں، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔

ترجمہ:- کافی میں لکھا ہے کہ دارالاسلام سے مراد وہ شہر ہیں جن میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو اور اس کے قبضہ وتسلط میں ہوں، اور دارالحرب سے مراد وہ شہر ہیں جن میں ان کے بڑے (سردارِ کفار) کا حکم جاری ہو اور وہ اس کے تسلط میں ہوں انتہیٰ اس شہر (دہلی) میں امام المسلمین کا حکم بالکل جاری نہیں اور رؤساءِ نصاریٰ کا حکم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لیکن اصل الاصول ایں چیز ہا نزد ایشاں ہدر است زیرا کہ مساجد را بے تکلف ہدم می نمایند و ہیچ مسلمان یا ذمی بغیر استیمان ایشاں دریں شہر و در نواح آں نمی تواند آمد برائے منفعت خود از وارد ین مسافرین و تجار مخالفت نمی نمایند اعیان دیگر مثل شجاع الملک و ولایتی بیگم بغیر حکم ایشاں دریں بلاد داخل نمی توانند شد و از یں شہر تا کلکتہ عمل نصاریٰ ممتد است آرے در چپ و راست مثل حیدر آباد، لکھنؤ و رام پور احکام خود جاری نکردہ اند بسبب مصالحت و اطاعت آں ملک اھ (فتاویٰ عزیزی ص: ۱۷، ج: ۱)[1]

بعض علماء نے دارالاسلام فرمایا ہے، جیسے مولانا عبدالحئی لکھنوی[2] اور نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ۔

یہاں کے ہنود کے حربی ماننے کی صورت میں (جیسا کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی رائے ہے) صدقۃ الفطر دینے کی گنجائش نہیں اور انکا ذمی نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے، ذمی کے متعلق بھی امام ابو یوسفؒ کا قول یہ ہیکہ اسکو دینا درست نہیں درمختار نے حاوی قدسی سے اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے اور صاحب ہدایہ وغیرہ نے قولِ طرفین کو ترجیح دی ہے: **ولا تدفع (الزکوٰۃ) الٰی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشروَالخراج الیہ ای الذمی ولو واجبًا. وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی**

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ ترجمہ) بے کھٹکے جاری ہے اور احکامِ کفر کے جاری ہونے سے مراد یہ ہے کہ ملک داری اور رعایا کہ بندوبست کے مقدمات ٹیکس اور اموالِ تجارت سے عشر وصول کرنے، چور اور ڈاکوؤں کے انتظام، لڑائی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے اور جرائم کی سزا دینے میں کفار خود حاکم ہوں، اگرچہ بعض احکامِ اسلام مثلاً جمعہ، عیدین، اذان، گائے ذبح کرنیسے تعرض نہ کرتے ہوں۔

لیکن اصل بات یہ ہیکہ یہ چیزیں انکے نزدیک ہدر ہیں، اسلئے کہ مساجد کو بے تکلف منہدم کر دیتے ہیں، اور کوئی مسلمان یا ذمی انسے امن طلب کئے بغیر اس شہر (دہلی) اور اسکے اطراف میں داخل نہیں ہوسکتا، اپنی منفعت کی خاطر آنے والوں سے، مسافروں سے، تاجروں سے تعرض نہیں کرتے، دوسرے بڑے حضرات مثلاً شجاع الملک اور ولایتی بیگم انکے حکم کے بغیر ان شہروں میں داخل نہیں ہوسکتے، اور اس شہر سے کلکتہ تک نصاریٰ کا عمل دخل پھیلا ہوا ہے، مگر دائیں بائیں مثلاً حیدر آباد، لکھنؤ رام پور میں اپنے احکام اس ملک کے اطاعت و مصالحت کی بناء پر جاری نہیں کئے۔

(صفحہ ہٰذا) [1] فتاویٰ عزیزی ص ۳۱-۳۰ ج ۱ مسئلہ دارالحرب شدن دارالاسلام، مطبوعہ رحیمیہ دیوبند.

[2] فتاویٰ مولانا عبد الحئ لکھنوی اردو ص ۴۷۹ مسائل شتیٰ مطبوعہ دیوبند.

وبقوله يُفتىٰ حاوى القدسى وامَّا الحربى فجميع الصدقات لا تجوز له اتفاقًا بحر عن الغاية وغيرها اهـ درمختار قوله وبقوله يفتى الذى فى حاشية الخير الرملى عن الحاوى وبقوله ناخذ قلت لكن كلام الهداية وغيرها يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون اهـ (شامی[1] ص: ۹۲، ج: ۲) فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵؍رمضان ۶۶ھ

ابھی ہندوستان کے سابقہ حالات میں کوئی خصوصی تغیر نہیں ہوا ہے نہ ابھی مکمل آزادی حاصل ہوئی ہے اس لئے سابقہ ہی احکام ہیں، ہاں آئندہ آزادی ملنے پر دستورِ جدید کی رو سے ممکن ہے، کوئی تغیر پیدا ہوجائے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

سعید احمد غفرلہٗ ۱۵؍رمضان ۶۶ھ

نادار لوگوں کی امداد کے لئے چندہ

سوال:- تقریباً پانچ سال قبل ایک آدمی کو کسی نے قتل کردیا، مقتول کے پیچھے ایک بیوی اور ان کی والدہ اور پانچ لڑکے اور دو لڑکی ہیں، قوم کے مخلصین اور ہمدردان نے قاتل کے پاس سے مقتول کی اولاد کو معقول رقم دلوائی ان لوگوں نے اس رقم کو مقتول کی اولاد کے نام بحساب ذیل انویسٹ کئے اور مسجد یا مدرسہ ٹرسٹ کی تحویل میں دیدیا کہ یہ ٹرسٹ اس کی حفاظت کرتا رہے، اور مقتول کی اولاد کو ذیل کے حساب کے مطابق جب ۱۸؍سال کی عمر ہوجاوے ان کا حصہ ان کو دیدیا جاوے، ان رقوم کو اس طرح مقتول کی اولاد کے نام جمع کیا ہے، فی لڑکا ۳۰۰۰؍ہندوستانی روپئے اور فی لڑکی ۲۰۰۰؍روپئے کل ۱۹۰۰۰؍روپئے جمع کئے، مقتول کی بیوی اور والدہ کے نام کوئی چیز نہیں جمع کی گئی، مذکورہ مجموعہ رقم کی ماہانہ آمدنی ۲۰۰؍روپئے ملتے ہیں، اور اسی پر پورے نو آدمیوں کا گزر

---

[1] شامی نعمانية ص: ۶۷، ج:۲، مطبوعه زكريا ص: ۳۰۱، ج:۳، (باب المصرف، مطلب فى حوائج الاصلية)

تھا کوئی جائیداداور آمدنی کا کوئی اور ذریعہ بظاہر نہیں تھا، ابھی قریبی زمانہ میں ان بچون کی والدہ کا کسی حادثہ میں انتقال ہوگیا، اور بچے بلا والدین کے ہوگئے دادی کے ساتھ رہتے ہیں، سوائے جمع شدہ ۱۹۰۰۰/روپۓ اوراس کی آمدنی کے علاوہ صرف رہنے کے چھوٹے سے مکان کے علاوہ اور کوئی جائیدادنہیں ہے، سب سے بڑالڑکا جس کی عمر ۱۷/سال کی ہے، کسی اسکول میں زیر تعلم ہے، اور ایک لڑکا جسکی عمر ۱۵/سال کی ہے دارالعلوم میں زیر تعلیم ہےاور ۱۲-۹-۷/سال کےلڑکے اور ۱۱-۵/سال کی لڑکی مکتب میں زیر تعلیم ہے، کمانے والا کوئی نہیں، دادی جس کی عمر ۷۰/سال کی ہے، اور ہاتھ سے بھی معذور ہیں، بچوں کے ساتھ رہتی ہیں، ان حالات میں یہاں کے اہل خیر حضرات کو ایک امنگ اور چاہت ہوئی کہ ان کیلئے چندہ کیا جاوے اور چندہ کرکےان کو پہنچایا جائے، چندہ میں للہ زکوۃ، صدقہ واجبہ، سود وغیرہ سب رقوم ہوں گی، اب سوال یہ ہے

(۱) کہ ان حالات میں جب کہ فی لڑکے کے نام ۳۰۰۰/روپۓ جمع ہیں اور فی لڑکی کے نام ۲۰۰۰/روپۓ جمع ہین ان کے لئے نفس چندہ کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی یانہیں؟

(۲) اگر شرعاً چندہ کرنیکی اجازت ہے، تو کیا انکو زکوۃ اور صدقات واجبہ دینا جائز ہے یانہیں؟

(۳) اگر صدقہ وزکوۃ دینا جائزنہیں ہےاور کسی نے دیدیا تو ادا ہوگا یانہیں؟

(۴) اگر زکوۃ دینا ان کو جائزنہیں اوران کی جو ماہانہ کی آمدنی مجموعہ رقم کی ۲۰۰/روپۓ گھر کے ۸/افراد کے لئے ناکافی ہیں، تو امداد کی کیا صورت ہوگی جب کہ للہ رقم دینے والے بہت ہی کم حضرات ہوں؟

(۵) اگر چندہ کرنیکی اجازت نہیں ہو اور انفرادی طور پر انکی امداد کرنے والے نہ ہوں تو پھر انکی اس ناداری اورغربت کی حالت میں جبکہ شرعی بیت المال نہیں ہے، تو کیا ہوگا؟

(۶) مرحوم کی والدہ جو کمزور اور بوڑھی ۷۰/سالہ عمر ایک ہاتھ سے معذور ہے ان کو زکوۃ دینا یا ان کے لئے عمومی یا خصوصی چندہ کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اگر ان کے اخراجات کیلئے یہ رقم کافی نہیں بلکہ خرچ زیادہ ہے تو ان کے لئے چندہ کرنا شرعاً درست ہے۔

(۲) جبکہ اس رقم میں ضروریات پوری نہ ہوں تو زکوۃ وصدقات کا دینا بھی درست ہے[۱]، اگر یہ رقم ضرورت سے زائد ہے، تو مستحق زکوۃ نہیں اس صورت میں زکوۃ ادانہیں ہوگی۔

(۳) مستحق نہ ہونے کی صورت میں ان کو زکوۃ دینے سے زکوۃ ادانہیں ہوگی[۲]۔

(۴) آمدنی خرچ کے لئے کافی نہیں تو وہ مستحق زکوۃ ہیں، مگر یہ جمع شدہ رقم سے ۲۰۰/ ماہوار کس حیثیت سے ملتے ہیں، یہ سود ہے، یا کیا صورت ہے، اگر جمع شدہ رقم تجارت میں لگادی گئی اور یہ اسکا نفع ہے تو وہ مستحق زکوۃ نہیں، جس جذبہ خیرخواہی وہمدردی سے ان کے لئے چندہ کیا گیا ہے، اس کے تحت ان کی امداد اللہ کی جائے،

(۵) چندہ کی بھی اجازت ہے، مگر مستحق نہ ہونے کی صورت میں زکوۃ وغیرہ واجب التملیک رقم نہ دی جائے۔

(۶) وہ حاجتمند اور مستحق زکوۃ ہیں ان کیلئے حسب ضرورت چندہ کرنا بھی درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۰/۷/۱۴۰۲ھ

---

[۱] المسکین وھو من لا شئی له فیحتاج الی المسئلة لقوته او ما یواری بدنه ویحل لهٗ ذٰلک. عالمگیری، ج:۱، ص:۱۸۷–۱۸۸/ باب السابع فی المصارف، شامی زکریا ص۲۸۴ ج۳ باب المصرف طحطاوی ص ۲ ۹ ۵ باب المصرف مطبوعه مصری.

[۲] لا یجوز دفع الزکوة الی من یملک نصاباً عالمگیری ص:۱۸۹، ج:۱، الباب السابع فی المصارف، زیلعی ص۳۰۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف الماجدیه کوئٹه.

علمائے ربانی کی تکفیر کرنے والے کو زکوٰۃ دینا

سوال:- زمانہ کے مسلمانوں کا ایک گروپ علمائے ربانی وحقانی کو کافر ومرتد قرار دیتا ہے اور اس مہینہ رمضان میں خصوصی طور سے زکوٰۃ عطیات فطرہ کی رقم کی وصولی کے لئے بھی تشریف لائے ہیں تو ایسے حضرات کو جو علمائے حق کو کافر ومرتد کہتے پھرتے ہیں زکوٰۃ عطیات فطر کی رقم دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

بخاری شریف[۱] کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی کو کافر کہے اور وہ واقعۃً کافر نہ ہو تو یہ کلمہ (کفر) اس کہنے والے ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، اسلئے جب تک غیر مشتبہ دلائل سے کسی کا کفر ثابت نہ ہوجائے تو اس کو کافر کہنا نہایت خطرناک ہے جس کی وجہ سے اس کہنے والے کا ایمان متذبذب ہوجاتا ہے جن لوگوں نے علمائے حق کو کافر کہنا اپنا شعار اور مشغلۂ زندگی بنا رکھا ہے ان کو اپنی زکوٰۃ دینا زکوٰۃ کو خطرے میں ڈالنا ہے[۲] وہ اس زکوٰۃ سے وہی کام انجام دیں گے، جو ان کا مشغلہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] عن ابی ذر انه سمع النبی ﷺ یقول لا یرمی رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیه بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذالک. بخاری شریف ص: ۸۹۳، ج:۲، (مطبوعه اشرفی دیوبند) کتاب الادب، باب ما ینهیٰ عن السباب واللعن. رقم الحدیث: ۵۸۱۰.

ترجمہ:- حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ کوئی شخص کسی کو فسق کی تہمت نہیں لگاتا ہے اور نہ وہ اسکو کفر کی تہمت لگاتا ہے، مگر یہ کہ وہ تہمت اسی (لگانے والے) پر لوٹ آتی ہے، اگر وہ شخص (جس کو تہمت لگائی ہے) ویسا نہ ہو۔

[۲] ولا یجوز صرفها لاهل البدع الخ الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۳۰۴، ج:۳، کتاب الزکاة. باب المصرف.

زکوٰۃ وصدقۃ الفطر غیر مسلم کو دینا

سوال:- زکوٰۃ کا مال یا غلہ وغیرہ میں سے ۴۰/واں صدقۃ الفطر اگر کسی ہندو کو دیدیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ دینا ہندو کو ناجائز ہے، صدقۃ الفطر جائز ہے بشرطیکہ ہندو ذمی ہو۔ **لایجوز دفع الزکووۃ الی ذمی وصح دفع غیر الزکوۃ من الصدقات الی الذمی کصدقۃ الفطر زیلعی**[۱] ص: ۳۰۰، ج: ۱. اگر احتیاط یہ ہے کہ صدقہ فطر بھی مسلم ہی کو دیا جائے گا کہ اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے وہ ناجائز فرماتے ہیں[۲] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۸/۱۱/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۹/۱۱/۵۷ھ

شیعہ کو زکوٰۃ وفطرہ دینا

سوال:- روافض جو صحابہ کرام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنے والے اور عقائد خلاف شریعت ثابت ہوتے ہوں ان کو زکوٰۃ اور فطرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دیدیا تو اس کے بارہ میں کیا حکم ہے۔

---

[۱] زیلعی ص: ۳۰۰، ج: ۱، باب المصرف مکتبہ امدادیہ پاکستان، شامی کراچی ص ۳۵۱ ج ۲ باب المصرف، ہندیہ ص ۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف مطبوعہ کوئٹہ بحر ص ۲۴۲ ج ۲، باب المصرف مطبوعہ کوئٹہ.

[۲] قولہ خلافاً للثانی حیث قال إن دفع سائر الصدقات الواجبۃ الیہ لا یجوز اعتباراً بالزکاۃ، شامی زکریا ص ۳۰۱ ج ۳ باب المصرف، البحر الرائق ص ۲۴۲ ج ۲ باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف مطبوعہ ملتان.

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کے عقائد نصوص قطعیہ کے خلاف ہوں اس کو زکوٰۃ وفطرہ دینا درست نہیں اگر دیدیا تو دوبارہ دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۱/۹۵ھ

شریک کو زکوٰۃ دینا

سوال:- (۱) زید اور بکر ماموں بھانجے ہیں ایک ہی مکان میں جو بکر کی ملک ہے دونوں رہتے ہیں بکر نادار اور غریب ہے کیا اسی مکان کی مرمت میں جب کہ مرمت سے دونوں کا فائدہ ہے، زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے اور بکر اس رقم کو مرمت وغیرہ میں لگا سکتا ہے؟

(۲) زید اور بکر دونوں کا کھانا مشترک تیار ہوتا ہے کیا زید بکر کو زکوٰۃ کی رقم سے خورد ونوش کا سامان منگوا سکتا ہے اور دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) بھانجا اگر ماموں کو زکوٰۃ دے تو شرعاً درست ہے[2] بشرطیکہ کسی دباؤ سے نہ ہو، پھر ماموں کو اختیار ہے کہ مکان کی تعمیر وغیرہ میں جہاں چاہے صرف کرے۔

(۲) اگر زکوٰۃ کا پیسہ بکر کو دیدیا پھر اس نے سامان خریدا اور زید کے ساتھ مشترکہ طور پر وہ کھانا پکایا گیا تو شرعاً درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند

---

[1] ولا يجوز صرفها لاهل البدع كالكرامية لانهم مشبهة فى ذات الله وكذا المشبهة فى الصفات فى المختار الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۳۰۵، ج:۳، كتب الزكاة باب المصرف، سكب الأنهر ص ۳۳۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[2] وقيد بالولادة لجوازه بقية الاقارب كالاخوة والاعمام ولاخوال الفقراء الخ. شامى زكريا ص:۲۹۳، ج:۳، كتاب الزكاة، باب المصرف، البحر الرائق ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ۳۰۵ باب المصرف مطبوعه ملتان.

مستقبل کی ضرورت کیلئے پس انداز کرنے والی بیوہ کیلئے زکوٰۃ کا حکم

سوال:- مسماۃ زاہدہ خاتون کے شوہر کا عرصہ چار سال قبل انتقال ہوا، مرحوم نے کوئی جائیداد از قسم مکان اور نقدی زیور کچھ نہیں چھوڑا البتہ تین بچے دو بچیاں ان کی یادگار ہیں جو ابھی نابالغ ہیں بیوہ اور بچوں کا خرچ مرحوم کے بڑے بھائی دوسو روپیہ ماہوار مرحوم کے بعد سے اب تک دے رہے ہیں، اس خرچے سے تھوڑا تھوڑا کفایت کر کے اب تک اس غرض سے بچا رہی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے بچیاں ہیں، رہنے کا کوئی مکان نہیں، یا ان کی تعلیم بیاہ شادی وغیرہ کرنا ہے، لہٰذا اب تک دو ہزار روپیہ یا اس سے کچھ زیادہ پس انداز کر چکی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ بیوہ کو اس حالت میں زکوٰۃ لینا چاہئے یا نہیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

اب بیوہ کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں، بیوہ پر خود زکوٰۃ واجب ہوگئی[1] اگر نابالغ بچوں اور بچیوں کو وہ روپیہ دے کر اپنی ملک ختم کردے، اور خود بطور محافظ وامین اپنے قبضہ میں رکھے تو بیوہ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی اور وہ مستحقِ زکوٰۃ رہے گی اور بالغ ہونے سے پہلے ان بچوں بچیوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔[2]

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۵/۹۰ھ

---

[1] ولا الیٰ غنی یملک قدرنصاب. شامی نعمانیة ص:٦٤، ج: ٢، باب المصرف، زیلعی ص۳۰۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه ملتان، بحر ص۲۴۴ ج۲ باب المصرف، الماجدیه کوئٹه.

[2] ومن جملة الموانع الصبی والجنون حتی لا تجب الزکاة فی مال الصبی الخ، تاتارخانیة ص۲۹۲ ج۲ ما یمنع وجوب الزکاة مطبوعه کراچی، المحیط ص۲۳۳ ج۳ الفصل العاشر، مطبوعه ڈابھیل، شامی زکریا ص۱۷۳ ج۳ اول کتاب الزکاة.

نابالغ کوزکوٰۃ

سوال:-زکوٰۃ کا پیسہ اگر نابالغ یتیم بچہ کو دیدیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر وہ یتیم قبضہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے تو اس کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی[1]۔ بشرطیکہ وہ مصرف زکوٰۃ ہو یعنی وہ غنی، ہاشمی وغیرہ نہ ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کوزکوٰۃ دینے کی صورتیں

سوال:-ایک شخص مسمی عیدو قوم جولاہا فوت ہو گیا، اور ایک بیوی ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑ گیا، عیدو کے تین چچازاد بھائی ہیں مگر حقیقی کوئی نہیں ہے، عیدو مذکور کی وفات کے بعد اس کی بیوہ نے گھر کا تمام اثاثہ جو صرف زیور ہی تھا، برباد کر دیا لڑکی کا متوفی کے چچازاد بھائیوں نے نکاح کر دیا یعنی اس کی شادی کر دی اور بیوہ نے ایک دوسری جگہ خاوند کرلیا، متوفی کا لڑکا تا حال اپنی ماں کے پاس رہتا ہے، متوفی کے پاس سوائے زیور کے اور تو کوئی جائداد نہ تھی، زیور عورت نے برباد کر دیا، اب متوفی کا لڑکا بالکل حالت ناداری میں ہے، لیکن اپنی ماں اور سوتیلے باپ کے ہاں رہتا ہے، مگر اس غریب کے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے جو ایسی حالت میں عموماً ہوا کرتا ہے یعنی بدسلوکی۔

(۱) اب سوال یہ ہے کہ یتیم مذکور کے ہرسہ چچا کم وبیش زکوٰۃ دینے والے ہیں وہ چاہتے ہیں

---

[1] دفع الزکاة الی صبیان أقاربه، جاز قوله الی صبیان أقاربه أی العقلاء والا لا یصح. شامی کراچی ص:۳۵۶، ج:۲، باب المصرف، البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۲ کتاب الزکوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص ۲۷۰ ج۲ مطبوعه دار الفکر بیروت.

کہ ہم زکوٰۃ کے روپے اس یتیم کو کیوں نہ دیدیں، جب کہ قرآن کریم کا حکم ہے یہ کہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل یعنی پہلا حق رشتہ داروں کا ہے، آپ تحریر فرمادیں کہ زکوٰۃ کا روپیہ اسکو دے سکتے ہیں یا نہیں، جب کہ وہ قریبی بھی ہے، اور یتیم بھی۔

(۲) اس کو (یتیم کو) روپیہ دینے کی صورت کیا ہوسکتی ہے، اگر اب اس کو دیا جاوے تو وہ نابالغ ہے، اگر اس کی ماں کو دیا جاوے تو وہ ہی سلوک کرتی ہے جو اپنے خاوند کے زیور پر کیا تھا، اگر سوتیلے باپ کو بطور امانت دیا جائے تو کسی کا آج کل کیا اعتبار ہے، اب اگر اس کو دیا جائے تو کس طرح کیا یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اس یتیم کے حصہ کا روپیہ علیحدہ ایک جگہ جمع کر کے ایک شخص اپنے پاس جمع بطور امانت جمع کرلے یعنی دینے والا خود اپنے پاس ہی علیحدہ بطور امانت رکھ لیوے جس کو خرچ خود بالکل نہ کرے کیا یہ جائز ہوگا یا نہیں؟

(۳) یا اس کے حصہ کو روپے کو سیونگ بنک، ڈاک خانہ میں اس کے ہی نام سے جمع کرادیا جائے لہٰذا اس کا وہ شخص جس نے زکوٰۃ دی ہے سرپرست مقرر کردیا جائے، جب بالغ ہوجائے گا اپنے روپیہ کا حقدار ہوجائے گا، وصول کرلیوے کیا یہ بھی جائز ہے یا نہیں؟

(۴) اگر یتیم کے واسطے زرزکوٰۃ ۳؍ یا ۲؍ کسی طرح جمع کیا جائے تو کیا زکوٰۃ دینے والے کے زکوٰۃ دینے میں تو کسی قسم کا شبہ نہ رہے گا اگرچہ زکوٰۃ دینے والے کے پاس ہی امانت ہوگی مگر وہ اس کا حقدار نہ ہوگا کیا یہ صورت جائز ہوگی۔

(۵) اگر وہی ارکا یتیم لڑکا اپنے ایک چچا کے پاس بودوباش رہنے لگ جاوے اور وہ ہی زکوٰۃ دیتا ہو اب وہ بالکل اپنے پاس جمع کرسکتا ہے یا نہیں جو بصورت بالغ ہونے کے اس کو ادا کردی جائے۔

(۶) اگر یتیم بچہ اب ایک چچا کے پاس رہتا ہے، اور زکوٰۃ دینے والیکے پاس نہیں ہے کیا زکوٰۃ دینے والا اپنے پاس رکھ سکتا ہے جو ایک ہزار دوسو بصورت بالغی اس کو ادا کردے۔

(۷) ایک شخص کے پاس صرف ۱۲؍ بیگھ جائداد ہے اور وہ ۱۲۰۰ روپئے کا مقروض بھی ہے،

اور نہایت خستہ حال اور غریب ہے کیا وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے اور قوم سے راجپوت ہے، دست سوال دراز نہیں کرسکتا ہے، جواب باصواب سے جلد از جلد مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) صورت مسئولہ میں زکوٰۃ اس لڑکے کو دینا درست ہے بلکہ اگر اس سے زیادہ قریبی رشتہ دار مستحق زکوٰۃ موجود نہ ہوں تو اس لڑکے کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔

والافضل فی الزکوٰة والفطر والنذور الصرف اولا الی الا خوة والاخوات ثم الی اولادهم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادهم ثم الی الاخوال والخلات ثم الی اولادهم الخ عالمگیری[۱]، ص:۱۸۷، ج:۱،

(۲) اگر وہ لڑکا سمجھ دار ہے روپے پر قبضہ کرسکتا ہے، تو خود اس کو دینا جائز ہے[۲] پھر اگر ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس سے بطور امانت لے کر رکھ سکتا ہے، اور اگر وہ ناسمجھ ہے کہ روپیہ کو کہیں پھینک دے گا یا کسی اور طرح ضائع کردے گا، تو پھر اس کو دینا درست نہیں، بلکہ وہ جس کی پرورش میں ہے اس کو لڑکے کے لئے دیدیا جائے۔ اگر وہ قابل اعتماد نہ ہو تو پھر کوئی سا چچا اس روپیہ پر لڑکے کے پرورش کرنے والے کا قبضہ کراکے بطور امانت رکھ سکتا ہے[۳]

(۳) لڑکے کو خرچ کی ضرورت اس وقت ہے جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے بینک میں جمع

---

[۱] عالمگیری کوئٹہ ص:۱۹۱، ج:۱، الباب الشابع فی المصارف، شامی کراچی ص۳۵۴ ج۲ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۵ ج۱ باب المصرف، مطبوعہ امدادیہ ملتان.

[۲] ولو قبض الصغیر وهو مراهق جازوكذا لوكان يعقل القبض بان كان لايرمى ولايخدع عنه الهندية ص:۱۹۰، ج:۱، الباب اسابع فی المصرف، البحر الرائق ص۲۰۱ ج۲ کتاب الزکوة، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، فتح القدیر ص۲۲۰ ج۲ مطبوعه دار الفکر بیروت.

[۳] اذا دفع الزكاة الى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها أويقبضها للفقير من له ولاية عليه نحو الأب والوصى. الهندية ص: ۱۹۰، ج:۱، الباب السابع فی المصرف، تاتارخانیة ص۲۷۴ ج۲ کتاب الزکوة الفصل الثامن من توضع فیه الزکوة، مطبوعه کراچی، المحیط ص۲۱۴ ج۳ الفصل الثامن الخ مطبوعه ڈابھیل.

کرنے سے وہ وقتی ضرورت کیسے پوری ہوگی، لیکن اگر زائد ہو، تو بعض علماء کے نزدیک لڑکا سمجھ دار ہواور پرورش کرنے والا اگر ناسمجھ ہو، قبضہ کراکے بنک میں جمع کرنا درست ہے۔

(۴) اگر ولی نے لڑکے کی طرف سے زکوٰۃ کا روپیہ اپنے قبضہ میں رکھا ہے تو اس میں کوئی نقصان نہیں لیکن جو روپیہ خود ولی نے زکوٰۃ کا نکالا ہے وہ جب تک بطور تملیک لڑکے کی ضرورت میں صرف نہ کردے گا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(۵) اگر وہ لڑکا سمجھ دار ہے تو اس کو فی الحال ہی زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگر ناسمجھ ہے تو چچا اس کی ضروریات میں صرف کرسکتا ہے بطور تملیک بلوغ کے انتظار کی ضرورت نہیں ہے[1]

(۶) جس چچا کے پاس لڑکا رہتا ہے اسکو دینا بھی درست ہے، اور خود بھی لڑکے کی ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے، اور کچھ روپیہ بچ گیا تو اسکو بطور امانت رکھنا بھی درست ہے۔

(۷) اگر آمدنی جائداد کی اتنی نہیں ہے کہ قرض ادا کرکے ایک نصاب کے موافق بچ جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۶/ رمضان ۵۳ھ

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ ۱۱/ رمضان ۵۳ھ

صدقۂ جاریہ میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال:- مال زکوٰۃ اصل میں تو غریبوں اور حاجت مندوں کی اعانت کرنے کیلئے شریعت نے

---

[1] (تملیک) فلو اطعم یتیماً ناویاً الزکوۃ لایجزیہ إلا إذا دفع الیہ المطعوم کما لو کساہ بشرط أن یعقل القبض إلا إذا حکم علیہ بنفقتھم، شامی زکریا ص ۱۷۱ ج۳ کتاب الزکاۃ، طحطاوی ص۵۸۷ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ مصری البحر الرائق ص ۲۰۱ ج۲ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

[2] ومدیون لا یملک نصاباً فاضلاً عن دینہ، الدفع للمدیون أولی منہ للفقیر الدر المختار زکریا ص:۲۸۹، ج:۳ باب المصرف النھر الفائق ص:۴۶۰، ج:۱ باب المصرف مطبوعہ بیروت، مراقی مع الطحطاوی ص ۵۹۲ باب المصرف مطبوعہ مصری.

مالداروں کو مالک نصاب کو مجبور کیا ہے کہ بحساب شریعت زکوٰۃ دے کر ان کی حاجت روائی کریں اب صدقۂ جاریہ میں مال زکوٰۃ خرچ کرنا جائز ہے یانہیں، کیوں کہ اس میں اکثر غریبوں کے لڑکے پڑھتے ہیں اور راستہ اور سراول میں مسافر وغیرہ کے اندر صرف ہوتے ہیں جیسے مکتب اور اسکول تیار کرتے ہی خرچ کرنا یا مکتب اور اسکول میں خرچ کرنا راستہ بنانا پانی کے لئے کنواں کھدوانا وغیرہ۔

الجواب حامداًومصلیاً

ادائے زکوٰۃ کے لئے مستحق کو مالک بنادینا ضروری ہے بغیر مالک محض اباحت سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، کنواں، راستہ، اسکول مکتب میں مالک بننے کی صلاحیت نہیں لہٰذا تعمیر کے لئے ان مواقع میں زکوٰۃ ادانہیں ہوئی ہے البتہ اگر غریب مستحق طلباء کو مالک بنادیا جائے خواہ روپیہ دیکر خواہ کتاب خواہ کپڑوں وغیرہ دیکر تو ادا ہوجائیگی، اگر غریب مستحق کو بطور ملک زکوٰۃ دیدی جائے اور پھر وہ اپنی طرف سے مواقع مذکورہ میں صرف کردے تو درست ہے براہ راست کی گئی تنخواہ اور معاوضہ میں دینا صحیح نہیں: زکوٰۃ ھی تملیک مال محضوص لشخص مخصوص الخ مراقی الفلاح ص: ۱۴۳ [1]

ولایجوز ان یبنی بالزکوٰۃ المسجد وکذا القناطر والسقایات واصلاح الطرقات وکری الانہار والحج والجہاد وکل ما لا تملیک فیہ الخ. فتاویٰ عالمگیری [2] ص: ۱۸۸، ج: ۱، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۹/۷/۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۹/۷/۵۹ھ

---

[1] مراقی الفلاح ص: ۵۸۷، کتاب الزکاۃ. مطبوعہ مصر، عالمگیری ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الزکاۃ الباب الاول الخ، مطبوعہ کوئٹہ، در مختار علی الشامی زکریا ص ۲-۱۷۱ ج ۳ کتاب الزکاۃ.

[2] عالمگیری کوئٹہ ص: ۱۸۸، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۳ باب المصرف، مطبوعہ مصری، بحر ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، مطبوعہ الماجدیہ کوئٹہ.

رفاہِ عام کے کام میں زکوٰۃ صرف کرنا

سوال:- زکوٰۃ کی رقم رفاہِ عام کے کاموں میں خرچ کی جاسکتی ہے یانہیں؟ جیسے کنواں بنادینا، کاروان سرائے طلباء کے رہنے کے لئے کمرہ وغیرہ۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کی رقم مواقعِ مذکورہ میں صرف کرنا درست نہیں، اگر کسی مستحق کوزکوٰۃ دیدی جائے اور پھر وہ مواقعِ مذکورہ میں اپنی خوشی سے بعد قبضہ کے دیدے تو صرف کرنا درست ہے[1]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد صحیح: عبداللطیف ۶/۱۶/۶۰ھ

قبرستان کے مقدمہ میں زکوٰۃ لگانا

سوال:-حضرت مفتی صاحب! ضروری گذارش یہ ہے کہ قبرستان پر غیر مسلموں نے قبضہ کر لیا ہے جس پر مقدمہ چل رہا ہے چندہ ہورہا ہے، مگر بعض حضرات زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں، تو مقدمہ کے اخراجات میں زکوٰۃ کی رقم دے سکتے ہیں یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

قبرستان کے مقدمہ میں خرچ کرنے کیلئے بھی زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں، کسی مستحق کو دیدی

[1] وکذٰلک من علیه الزکواة لو اراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذٰلک الخ عالمگیری کوئٹه ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف. الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۲۹۱، ۲۹۳ ج۳ باب المصرف البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف.

جائے وہ مالکانہ قبضہ کے بعد اگر دیدے تو یہاں بھی خرچ کرنا درست ہوگا[۱]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۵ ۱۳۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۴/۹/۵ ۱۳۸ھ

مقدمہ قاتل میں زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک مسلمان نے کسی کو عمداً قتل کردیا اور اسکو پھانسی کا حکم ہوگیا اسکے بھائی چاہتے ہیں کہ زکوٰۃ سے اسکی اپیل کریں اور پھانسی سے بچالیں تو قاتل کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے اور وہ اس روپیہ پر قبضہ کرکے اپنے مقدمہ میں خرچ کرے تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، اگر زکوٰۃ کا روپیہ اس کو نہ دیا جائے بلکہ برادری جمع کرکے اس کے مقدمہ میں خرچ کرے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔ قاتل جو ناحق قتل کرے وہ سخت گنہ گار ہے جیسا اور کبیرہ گناہ کرنے والے زانی وغیرہ کا حال ہے، ویسا ہی اس کا حال ہے دیندار کو اگر زکوٰۃ دی جائے تو اعلیٰ درجہ ہے گا اگرچہ گنہ گار کو دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی اور گناہ میں خرچ کرنے والے کی اعانت گناہ ہے[۳]۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[۱] وکذٰلک من علیه الزکواة لو اراد صرفها الی بناء المسجد اوالقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذٰلک الخ عالمگیری کوئٹه ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف. الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر الخ تبیین الحقائق ص۳۰۰،۳۰۱ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، تاتارخانیة کراچی ص۲۷۲ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکوة.

[۲] تملیکاً لا اباحة کما مر فلا یکفی فیه الاطعام الا بطریق التملیک ولو اطعمه عنده ناویا الزکوة لاتکفی درمختار نعمانیه مع ردالمحتار ج:۲، ص:۶۲، باب المصرف. چونکہ اس صورت میں مستحق کو مالک بنا کردینا نہیں پایا گیا جو اداء زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے۔۱۲

[۳] لقوله تعالیٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان الآیة ۱۲

زکوۃ کا روپیہ مقدمہ میں

سوال:- زکوۃ کا روپیہ مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں لگانا یا کسی غریب آدمی کے مقدمہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کا روپیہ غریب شخص کو دیا جائے پھر وہ اپنی طرف سے مسجد یا مدرسہ کے مقدمہ میں یا اور کسی کام کے لئے دے دے تو درست ہے، براہ راست وہ پیسہ مسجد یا مدرسہ یا کسی غریب کے مقدمہ وغیرہ میں صرف کرنا یا تعمیر میں لگانا تنخواہ میں دینا درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸۸/۸/۱۷ھ

فقیر کو کھلانے سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال:- زکوٰۃ کے پیسوں سے اناج خرید کر تو مساکین کو دے سکتے ہیں، کیا اس اناج کو پکا کر بھی کھلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

کھلا سکتے ہیں، جتنی مقدار کا انکو مالک بنا کر کھلا دیں گے اتنی زکوٰۃ ادا ہو جاویگی، اگر بغیر مالک بنائے ہوئے بطور حاجت کے اس طرح کھلائیں گے جس طرح عامۃً دعوت میں کھلایا جاتا ہے تو

---

[۱] ویشترط الصرف تملیکا لا اباحة کما مر لا یصرف الی بناء نحو المسجد ولا الی کفن المیت وقضاء دینه الی قوله وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۱-۲۹۳، ج:۲، کتاب الزکوة، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ج۱ باب فی بیان أحکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، تاتارخانیة ص۲۷۲ج۲ الفصل الثامن : من توضع فیه الزکاة، مطبوعه کراچی.

اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی: **الزکوٰۃ هی تملیک مال مخصوص الخ، وَاخرج بالتملیک الاباحة فلا تکفی فیها فلو اطعم یتیمًا ناویا به الزکوٰة لاتجزیه الا اذا دفع الیه المطعوم الخ اھـ طحطاوی**[1]، فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کے روپیہ کی تقسیم

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ یکمشت تقسیم کردینا چاہئے یا کسی مدت تک، زکوٰۃ کا مستحق کون شخص ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

یکدم تقسیم کرنا بھی جائز ہے اور حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا دینا بھی درست ہے اس میں کوئی تحدید نہیں لیکن جسکو دے کم ازکم اتنا دے کہ اسکو سوال کی ضرورت باقی نہ رہے اور اتنا زیادہ نہ دے کہ وہ مالک نصاب بن جائے جس کو بالفعل خرچ کرنے کی ضرورت نہیں جو مالک نصاب نہ ہو اسکو زکوٰۃ دینا درست ہے مالک نصاب اور سید کو دینا درست نہیں: **وکره الاغناء وهو ان یفضل للفقیر نصاب بعد قضاء دینه وبعد اعطاء کل فرد من عیاله دون نصاب من المدفوع الیه والا فلا یکره وندب اغنائه عن السوال مراقی الفلاح قال الطحطاوی ولا یحل ان یسئل شیئًا من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة کالصیح المکتسب الخ طحطاوی ص ۴۱۹**[2]، فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۲/۳/۵۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵/ذی الحجہ ۵۴ھ

[1] طحطاوی مصری ص:۵۸۷، کتاب الزکوۃ، الدر المختار علی الشامی زکریا ص ۱۷۱ ج۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۲ کتاب الزکاة. **(حاشیہ ۲ اگلے صفحہ پر)**

زکوٰۃ ادا کرنے کا نائب بنانا

سوال:- اگر والدین کو کہا کہ زکوٰۃ تم دیدینا اب اگر والدین نہ دیں تو اس کا گناہ لڑکے پر بھی آتا ہے، یا صرف والدین پر آتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر والدین کے متعلق معلوم ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے، تو ان کو زکوٰۃ ادا کرنے کا ذمہ دار نہ بنائے بلکہ کسی دوست کو بنادے اور والدین کو اطلاع کردے کہ فلاں شخص کو اتنا روپیہ دے دیں یا براہ راست دوست کے پاس بھیج دے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردے[۱]۔ اگر والدین کے متعلق یہ خیال ہو کہ وہ زکوٰۃ ادا کردیں گے، تو ان کو کہہ دے کہ وہ زکوٰۃ ادا کردیں پھر اگر وہ ادا نہیں کریں گے تو وہی مجرم ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کے روپے میں رسالہ ماہانہ جاری کرنا

سوال:- زکوٰۃ کا روپیہ کوئی شخص کسی رسالہ کے ادارے میں دے اس خیال سے کہ رسالہ کسی نادار مفلس کو یا طالب علم کو سال بھر تک پہنچایا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور ایسا کرنا کیسا ہے۔

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۲] مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص:۵۹۳، ۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصر، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۹،۲۵۰ باب المصرف، تبیین الحقائق ص۳۰۵ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

(صفحہ ہٰذا) [۱] کل عقد جاز ان یعقده الانسان بنفسه جاز ان یوکل به غیره الخ هدایه ص:۱۷۷، ج:۳، (مطبوعه یاسر ندیم دیوبند) اول کتاب الوکالة.

الجواب حامداًومصلیاً

جتنی قیمت کا رسالہ مفلس کے پاس پہنچے گا اتنی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی، ایسا کرنا ادارہ کو وکیل بنانا ہے کہ تم اولاً اپنا رسالہ ہمارے ہاتھ فروخت کردو پھر ہماری طرف سے وکیل ہوکر وہ رسالہ فلاں شخص کو دیدو، یا خود خرید کر فلاں شخص کو قبضہ کے لئے وکیل بنانا ہے، اور بعد القبض اس کو مالک بنانا ہے، اور دونوں طرح زکوٰۃ کا ادا کرنا درست ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

صرفہٗ ڈاک زکوٰۃ سے وصول نہیں کیا جاسکتا

سوال:- زید جو ہندوستان میں تجارت کرتا ہے، ہندوستان کے اکثر مسلمان زید کی معرفت غربائے حرمین اور وہاں کے مہاجرین کی مالی خدمت کیا کرتے تھے، جس کی صورت یہ ہوتی تھی، کہ زید جو روپیہ ہندوستان کے اہل خیر کا جمع کرتا تھا، اس کی دہانید حرمین کے تاجروں کو بھیج دیا کرتا تھا، اور وہ تاجر غرباء ومہاجرین کو تقسیم کردیا کرتے تھے، اور حرمین شریفین کے تاجر وہ روپیہ جو دہانید میں ادا کرتے تھے حوالۂ ہندی کے ذریعہ ہندوستان میں وصول کرایا کرتے تھے، لیکن اب کچھ عرصہ سے سونے کی قیمت بڑھ جانے سے اور شرح تبادلہ اکسچنج کے فرق کی وجہ سے وہ حضرات اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس لئے مجبوراً زید نے یہ صورت اختیار کی کہ یہ زائد رقم جو اہل خیر صدقات بھیجتے ہیں ان سے ہی وصول کر کے مثلاً جو لوگ سو روپیہ بھیجتے ہیں ان سے ایک سو دس وصول کر کے بھیجتا ہے تاکہ وہ زائد رقم اسی سے وصول کر لی جائے اور اس طرح حرمین کے غرباء ومہاجرین کو پوری رقم مل جائے اور وہاں کے تاجروں کو بھی نقصان نہ پہنچے، زید کا ایسا کرنا درست

---

[1] أو نوی عند الدفع للوکیل ثم دفع الوکیل بلانیة أودفعها لذمی لیدفعها للفقراء جاز لأن المعتبر نیة الآمر. شامی نعمانیة ص: ۱۱، ج: ۲، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً کتاب الزکاة، طحطاوی علی المراقی مصری ص۵۸۸ کتاب الزکاة، عالمگیری کوئٹہ ص ۱۷۱ ج ۱ کتاب الزکاة، الباب الاول فی تفسیرها الخ.

ہے یانہیں، حرمین کے غرباء کو دہانید میں سونے یا چاندی کا سکہ دیا جاتا ہے اور زید وہ رقم حرمین کے تاجروں کو نوٹوں کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید سو روپے کے بجائے ایک سو دس لیکر بھیجے تا کہ اس کو نقصان نہ پہنچے (یہ درست ہے)[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے طبی امداد

سوال:- دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف اس طبی امداد فنڈ میں لگایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا اشتہار یہ ہے۔

طبی امدادی فنڈ ہمارے شہر بھٹکل کی آبادی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، اور بیماریوں کی بھی کثرت ہورہی ہے ڈاکٹروں کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی ہے اور میونسپلٹی کی طرف سے کوئی انتظام نہیں ہے، بعض مسلمان ڈاکٹر غریب اور مزدوروں پر رحم کھا کر یا تو اُدھار دوا دیدیتے ہیں یا ان پر مہربانی کرتے ہیں مگر ہمارے شہر میں کوئی ایسا انتظام نہیں، جہاں پر غریب عوام بیماری میں دوا دارو کے لئے کچھ اعانت طلب کرسکیں، بعض ایسے مریضوں کو بھی دیکھا گیا ہے جن کو ڈاکٹری مشورے کے مطابق بھٹکل سے باہر جا کر علاج کرنا چاہئے، مگر بغیر خرچ اور دوسرے انتظامات نہ ہونیکی وجہ سے

---

[1] یہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ دس روپے زکاۃ کے نہ ہوں اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے اور صورت مسئولہ میں چونکہ وہ دس روپے مستحق نہیں ملیں گے اس لئے وہ زکوٰۃ میں شمار نہیں ہوگے،

ھی الزکاۃ تملیک جزء من المال معین شرعا من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة عن المملک الخ ملتقی مع مجمع الأنھر ص ۲۸۴ ج ۱ بحر کوئٹہ کتاب الزکاۃ، مطبوعہ دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المختار علی الشامی کراچی ص ۲۵۶،۲۵۸ ج ۲ کتاب الزکاۃ، بحر کوئٹہ ص ۲۰۱ ج ۲ کتاب الزکاۃ.

گھٹتے رہتے ہیں، مجلس اصلاح و تنظیم نے اس سلسلے میں بہت غور کیا اور ایک مرتبہ ڈاکٹروں کو بلا کر مشورے بھی کئے آخر ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجلس کے زیرِ اہتمام ایک طبی امدادی فنڈ قائم کیا جائے تا کہ قوم کے امیر لوگ تعاون کر کے مجبور اور غریب مریضوں کو کچھ سہارا دے سکیں ابھی ہم لوگوں کو اور بھی ضرورت ہے تا کہ اپنی عورتوں کی پریشانیوں کا کچھ مداوا کر سکیں۔(۱) اس فنڈ سے غریب مریضوں کو ان کی دوادارو کے لئے مدد کی جائے گی۔(۲) مریضوں کے لئے ضروری چیزیں خرید کر رکھی جائیں گی اور ضرورت پر ان کو استعمال کے لئے دی جائیں گی،(۳) غریب مریض کے لئے ڈاکٹروں کے دیئے ہوئے مشورے پر عمل کرانے کی کوشش کی جائے گی،(۴) امکان میں ہوا تو مسلمان ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کر کے غریبوں کیلئے خیراتی دواخانہ کی صورت پیدا کی جائے گی، یہ سب کچھ جب ہی ممکن ہے جب ہمارے طبی امدادی فنڈ میں دل کھول کر اپنا عطیہ عطا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر دوائیں بنا کر جن کی قیمت مقدارِ واجب (زکوٰۃ) ہو غرباء مستحقین کو تملیکاً دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یہی حکم صدقۃ الفطر اور قیمت چرم قربانی کا ہے[۱]

ہسپتال میں مستحق وغیر مستحق دونوں قسم کے آدمی آتے ہیں دوا بھی اکثر اوقات تملیکاً نہیں دیجاتی، ان دونوں باتوں کی رعایت اگر کیجائے تو زکوٰۃ ادا ہونے میں تردد نہیں رہے گا۔ اگر ہسپتال میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا گیا اور اس سے ذمہ داروں نے دوا منگانے بنوانے کی مزدوری دی تو اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، غرض ادائے واجب کے لئے معاملہ کی پوری تفتیش لازم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۷/۹/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۹/۸۸ھ

۱؎ ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد ولا الی کفن میت الخ شامی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، تبیین الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

زکوٰۃ دوا کے ذریعہ ادا کرنا

سوال: -زید گھر پر دوا فروخت کرتا ہے، عمر اور دوسرے لوگ دوا کیلئے آتے ہیں جو مستحقِ زکوٰۃ ہیں، تو کیا زید انکو دوا بہ نیتِ ادائیگی زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی قیمت بالکل نہ لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

دے سکتا ہے[1] مگر ان پر ظاہر کردے تو اچھا ہے کہ یہ زکوٰۃ کی مد سے ہے[1]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ دوسری جگہ بھیجنا

سوال :- اپنے قرب وجوار اور شہر کو چھوڑ کر اگر کوئی شخص محض اس خیال اور نیت سے دوسرے شہر اور مدارس اسلامیہ کی امداد کرے کہ وہ چند حیثیت سے بہتر نظر آتا ہو تو حق تلفی کے گناہ کا مرتکب تو نہ ہوگا، مثلاً بڑا اور قدیمی مدرسہ فیض بخش سمجھ کر یا تعلیم اور انتظام اور دیانتداری کی خوبی سمجھ کر یا صحیح عقائد، عمدہ تعلیم اور فرقہ بندی کے جھگڑوں سے اس پر زوال آجانے کے سبب سے دور کے مدارس کی امداد کی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ان وجوہ ترجیح کی بناء پر مدارس میں بھیجنا گناہ نہیں ایک شہر سے دوسرے شہر میں بلا کسی معتبر

---

[1] ویجزئه ان یعطی من الواجب جنسا آخر من المکیل والموزون او العروض او غیر ذلک بقیمته وهٰذا عندنا، المبسوط للسرخسی ص۲۰۳ ج۱ الجزء الثانی، باب العشر، مطبوعه دار الفکر بیروت، الدر المختار مع الشامی زکریا ص۲۱۰، ۲۱۱ ج۳ باب زکاة الغنم، تبیین الحقائق ص۲۷۸ ج۱ باب زکاة المال، مطبوعه امدادیه ملتان.

وجہ ترجیح کے زکوٰۃ نقل کرنی مکروہ ہے، کراہت سال پورا ہونے کے بعد میں ہے اگر کوئی سال پورا ہونے سے پیشتر زکوٰۃ ادا کرنی چاہے، اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیج دے تو وہ مکروہ نہیں۔ کذا فی الطحاوی[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۱/۷/۵۵ھ

جوابات صحیح ہیں، سعید احمد غفرلہٗ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہٗ

مقدارِ نصاب سے زائد کسی کو زکوٰۃ دینا

سوال:- ایک مستحقِ زکوٰۃ کو بیک وقت زکوٰۃ فدیہ روزہ ونماز میں سترہ اٹھارہ ہزار کی رقم یا اسی قیمت کا کوئی مکان دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اتنی مقدار میں کسی کو دینا جس سے وہ صاحب نصاب ہو جائے مکروہ ہے، (کذا فی الدر المختار[2]) پس اگر اس شخص کے ذمہ سترہ اٹھارہ ہزار قرضہ ہے یا اتنا قرضہ ہے کہ یہ رقم بمد زکوٰۃ اس کو دیدی جائے اور وہ اس سے اپنا قرضہ ادا کردے تو مقدارِ نصاب نہ بچے گا، تو یہ دینا بلا کراہت

---

[1] قوله وكره نقلها أى تحريماً ولو الى مادون مسافة القصر قوله بعد تمام الحول أما المعجلة ولو لفقير غير احوج ومديون فتنتفى الكراهة فيها، طحطاوى على المراقى ص:۵۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصر، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۵۰ ج ۲ قبيل باب صدقة الفطر، عالمگيرى كوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فى المصارف، شامى زكريا ص ۳۰۴ ج ۳ باب المصرف، مطلب فى الحوائج الاصلية.

[2] وكره اعطاء فقيرنصاباً أواكثرالا اذا كان المدفوع اليه مديونا أو كان صاحب عيال بحيث لو فرقه عليهم لا يخص كلا أو لا يفضل بعد دينه نصاب فلا يكره فتح، الدرالمختار مع ردالمحتار كراچى ص:۳۵۳، ج:۲، باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۹ ج ۲ باب المصرف، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۵۹۴ باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۳۳ ج ۱ باب فى بيان احكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

درست ہوگا، اسی طرح اگر وہ شخص عیال دار ہے بے گھر ہے، اگر اس روپے سے گھر خرید کر اس کی ملک میں دیدیا جائے جس سے وہ صاحبِ نصاب نہ ہوجائے، جب بھی مکروہ نہ ہوگا، بلکہ بہتر ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۱۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۸۹/۸/۲۰ھ

زکوٰۃ کی کتابیں صاحب نصاب کو دینا

سوال:-کسی صاحب نصاب نے اپنے زکوٰۃ کے روپیہ سے کتب خرید کر دوسرے عالم صاحبِ نصاب کو ہبہ کردیا کیا صاحبِ نصاب عالم کے لئے ایسی کتب لینا درست ہے، نیز ایسی صورت میں مزکی کی زکوٰۃ ادا ہوجائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کا مصرف وہ ہے جو صاحبِ نصاب نہ ہو لہٰذا صورتِ مسئولہ میں زکوٰۃ ادا نہ ہوئی [۱]

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ،

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵۹/۱۱/۹ھ

زکوٰۃ فطرہ کی رقم غیر مصرف میں خرچ کرڈالنا

سوال:- روپے پیسے کے اندر تعیین ہوتی ہے، یا نہیں؟ کیوں کہ زید نے زکوٰۃ اور فطرہ کا

[۱] مصرف الزكاة والعشر هو فقير وهو من له ادنى شيء اى دون نصاب الخ، شامى كراچى ص:۳۳۹، ج:۲، باب المصرف، مراقى الفلاح مع الطحطاوى مصرى ص ۱ ۵۹ باب المصرف، عالمگيرى كوئٹه ص۱۸۷ ج ۱ الباب السابع فى المصارف.

پیسہ غیر مصرف میں خرچ کیا ہے اور کہتا ہے کہ ہم بعد میں کہیں سے اتنا پیسہ جمع کردیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر زکوٰۃ وفطرہ دینے والوں نے اس کی اجازت دی ہو تو زید ایسا کرسکتا ہے ورنہ جائز نہیں اس صورت میں زکوٰۃ وفطرہ کی ادائے گی نہیں ہوگی[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۵؍۱۱؍۹۵ھ

فقیر مسکین ومصرف فطرہ

سوال:- فقیر، مسکین اور غریب کی شرعی تعریف فرماتے ہوئے یہ بتائیے کہ صدقۂ فطر کا شرعی مستحق کون ہے؟ یعنی قاضی یا مرشد یا استاذ ہی ہیں یا فقیر اور مسکین اور قریبی رشتہ دار جن کی آمدنی خرچ کے لئے ناکافی ہے) بھی ہیں افضلیت کس میں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی مِلک میں کچھ نہ ہو یا مقدارِ نصاب سے کم ہو اس کو اصلاحِ شرع میں فقیر ومسکین کہتے ہیں، وہ زکوٰۃ اور فطرہ کا مستحق ہے[2] خواہ قاضی، مرشد، استاذ بھی ہو یا کوئی اور ہو مگر کسی کی خدمت کے معاوضہ میں دینا درست نہیں[3] اپنے عزیزوں کو اور ان میں بھی جو زیادہ دیندار ہوں ان کو دینا افضل

[1] وللوكيل ان يدفع لولده الفقير وزوجته لا لنفسه الا اذا قال ربها ضعها حيث شئت الخ الدرالمختار على الشامى زكريا ص ١٨٩، ج٣، اول كتاب الزكوة، البحر الرائق كوئٹه ص ٢١١ ج٢ كتاب الزكوة.

[2] مصرف الزكوة هو فقير وهو من له أدنى شئ أو دون نصاب ومسكين من لا شئ له على المذهب (در مختار) وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر، شامى كراچى ص ٣٣٩ ج٢ باب المصرف، النهر الفائق ص ٤٥٩ ج١ باب المصرف، طبع مكه مكرمه مراقى مع الطحطاوى مصرى ص ٥٩١ باب المصرف.

[3] هى تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه (الدر مع الشامى كراچى ص ٢٥٨ ج٢ اول كتاب الزكوة، النهر الفائق ص ٤٢١ ج١ اول كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه، تبيين ص ٢٥١ ج١ اول كتاب الزكوة، طبع امداديه ملتان.

ہے[۱] مگر جو عزیز مصرفِ زکوٰۃ نہیں جیسے والدین اور اولاد وغیرہ ان کو نہ دیا جائے۔ کذا فی ردالمحتار[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصرف فطرہ وفدیہ

مخدومی حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی......................السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(۱) صدقۂ فطر کے مصرف اور فدیہ کے مصرف میں قول راجح پر کوئی فرق ہے یا نہیں؟

(۲) کئی ایام کے فدیۂ صوم وصلوٰۃ کی رقم کسی ایک شخص کو ایک دم دی جاسکتا ہے یا نہیں، درمختار سے مثل صدقۂ فطر حکم سمجھ میں آتا ہے شامی کی عبارت سے تردد ہوگیا ہے، لہٰذا آپ سے قول راجح کی تحقیق مطلوب ہے۔ فقط ابرارالحق ۱۳؍رمضان ۷۰ھ

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) دونوں کا مصرف ایک ہے[۳]۔

---

[۱] وكره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين، (قال الشامى) لأن المقصود منها سدخلة المحتاج وفى القريب جمع بين الصلة والصدقة، الدر مع الشامى كراچى ص۳۵۳ باب المصرف، طحطاوى على المراقى ص۵۹۴، باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۴۶۹ ج۱ باب المصرف طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه.

[۲] ولا (يصرف) الى من بينهما ولا داو بينهما زوجية أى بينه وبين المدفوع إليه (إلى قوله) أى اصله وإن علا كأبويه واجداده وجداته من قبلهما وفرعه وإن سفل كأولاد الأولاد الخ شامى كراچى ص:۳۴۶، ج:۲، باب المصرف، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۵۹۳ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه.

[۳] مصرف الزكاة والعشر هو فقير ومسكين ...... وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالک من الصدقات الواجبة، الدر مع الشامى كراچى ص۳۳۹ج۲ باب المصرف، سكب الانهر على مجمع الانهر ص۳۲۴ج۱ باب فى بيان احكام المصرف، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه كوئٹه ص۱۹۴ ج۱ الباب الثامن فى صدقة الفطر.

(۲) کئی ایام کے صوم وصلوٰۃ کے فدیہ کی رقم شخص واحد کو دینا درست ہے اس میں تعدد شرط نہیں: **فدية كل صلوٰة كصوم يوم وهو الصحيح ولا يشترط هنا تعدد المساكين** سکب[۱] **الانهر ص: ۲۵۰، ج: ۱، ثم ان شاء اعطى فى اول رمضان وان شاء اعطى فى اٰخره ولا يشترط فى المدفوع اليه العدد اهـ طحطاوى علىٰ مراقى**[۲] **الفلاح ص: ۳۷۶.**

شامی کی جس عبارت سے آپ کو تردد پیدا ہوا اس سے کچھ پہلے دیکھئے: **وفدىٰ لزوما عنه اى عن الميت وليه الذى يتصرف فى ماله كالفطرة قدرًا درمختار قوله قدراً اى التشبيه بالفطرة من حيث القدر اذلا يشترط التمليك هنا بل تكفى الاباحة بخلاف الفطرة وكذا هى مثل الفطرة من حيث الجنس وجواز اداء القيمة وقال القهستانى واطلاق كلامه يدل علىٰ انه لو دفع الى فقير جملة جاز ولم يشترط العدد ولا المقدار لكن لودفع اليه اقل من نصف صاع لم يعتدبه وبه يفتى اهـ**[۳] **شامى.** فقط اللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/رمضان ۷۰ھ

فطرہ کا مصرف ہمیشہ کے لئے متعین کرنا

سوال: - قاضی یا مرشد کا مجاز ہے کہ اپنے تابعین سے بوجہ غربت یہ کہہ دے کہ تم لوگ ہمیشہ (نسلاً بعد نسلٍ) فی کس ۲۵، ۳۰/روپیہ صدقۂ فطر میں دیدیں تو کافی ہے کیا اس صورت میں پورا صدقہ فطر ادا ہو جاوے گا۔ یا نہیں؟ بصورتِ ثانی کیا کہا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ پابندی عائد کرنا غلط ہے، اور مرشد کے منصب کیلئے بھی عیب کی چیز ہے، اور صدقۃ الفطر

---

۱ سكب الانهر على مجمع الانهر ص ۱/۳۶۸، كتاب الصوم، الفصل الاول، دارالكتب العلميه بيروت.

۲ طحطاوى على المراقى ص: ۵۶۷، فصل فى العوارض كتاب الصوم، طبع مصر.

۳ الدرالمختار مع الشامى نعمانية ص: ۱۱۷، ج: ۲، فصل فى العوارض كتاب الصوم.

حساب سے ادا کرنا لازم ہے، کمی رہ جائیگی تو واجب باقی رہ جائے گا[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

امام ومولوی کے لئے صدقۂ فطر

سوال:-اگر کوئی مولوی یا امام مسجد مالدار ہے، تو اس کیلئے صدقہ فطر لینا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) صورتِ مذکورہ میں لینے والا اور دینے والا، اور دینے والے کا حکم عند الشرع کیا ہے نیز ایسے مولوی اور امام جو کہ مالدار ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

(۳) صورتِ بالا میں مولوی صاحب اور امام صاحب جو کہ مالدار ہیں اور صدقۂ فطر لیتے ہیں اور اگر ان کو کوئی روکے کہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے، جواب دیتے ہیں کہ ہم فقیر مسکین کو دیتے ہیں اور لوگ ان کو صدقۂ فطر کا مالک بنا کر دیتے ہیں، ایسی صورت میں اگر وہ لے کر فقیر مسکین کو دے بھی دیں تو دینے والے کا صدقۂ فطر ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) ناجائز ہے۔ وصدقة الفطر كالزكاة فى المصارف اھ بحر[2]۔

(۲) لینے والا گنہگار ہے[3] دینے والے کا صدقہ فطر ادا نہیں ہوا دوبارہ ادا کرنا چاہئے اگر دیتے

[1] صدقة الفطر تجب، نصف صاع من بر أو دقيقة أوسويقة أو زبيب أوصاع تمر أو شعير وهو ثمانية أرطال البحر ص:۲۵۴، ج:۲، باب صدقة الفطر. مطبوعه كوئٹه پاكستان، هنديه كوئٹه ص ۱۹۱ ج ۱ الباب الثامن فى صدقة الفطر، النهر الفائق ص ۴۷۴ ج ۱ باب صدقة الفطر، طبع مكه مكرمه.

[2] البحرالرائق كوئٹه ص:۲۵۶، ج:۲، باب صدقة الفطر، شامى كراچى ص۳۳۹ج۲ باب المصرف، هنديه كوئٹه ص ۱۹۴ ج ۱ الباب الثامن فى صدقة الفطر.

[3] واما بقية الصدقات المفروضة والواجبة فلا يجوز صرفها للغنى لعموم قوله عليه السلام لا تحل صدقة لغنى، بحر كوئٹه ص۲۴۵ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۴ ج ۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه، وما يثأث به فى منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك تبلغ قيمته مائتى درهم حرم عليه اخذ الصدقة، شامى كراچى ص۳۴۷ج۲ باب المصرف.

وقت اس کا علم تھا، کہ یہ مالدار ہے۔[1] اگر ایسے امام سے بہتر امامت کے لائق دوسرا آدمی موجود ہوتو دوسرے آدمی کو امام بنانا چاہئے اور ناحق صدقۂ فطر لینے والیکو امام بنانا مکروہ ہے۔[2]

(۳) ایسی صورت میں صدقۂ فطر ادانہیں ہوتا[3] یا لوگ خود کسی مسکین مستحق کو دیں یا ان امام صاحب کو مالک نہ بنائیں، یہ کہہ کر دیں کہ آپ کو وکیل بنایا ہے، کہ آپ یہ صدقۂ فطر کسی غریب مستحق کو دیدیں خود نہ رکھیں۔[4] فقط واللہ سبحانہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/۵/۵۹ھ

فطرہ اور چرم قربانی تعلیم کے مشاہرہ میں دینا

سوال:- زید کے گاؤں میں ایک سرکاری پرائمری اسکول قائم ہے اس میں خالص دینی تعلیم نہیں ہوتی ہے، بلکہ سرکاری تعلیم ہوتی ہے، اس میں جو ایک شخص معلم ہیں وہ اس گاؤں کے پیش امام بھی مقرر ہیں، وہ معلم صاحب گورنمنٹ سے مشاہرہ پاتے ہیں اور پیش امام کا مشاہرہ گاؤں

[1] ولو دفع بتحرٍ فبان أنه غنی أو هاشمی ...... صح، قيد بالتحری فی انه مصرف لأنه لو لم يتحر ولم يشک فظهر أنه ليس مصرفاً اعاد اجماعاً وإن لم يظهر فهو علی الجواز ولو شک فلم يتحر أو تحری فغلب علی ظنه أنه غير مصرف ودفع لم يجز (النهر الفائق ص۴۶۷ ج۱ باب المصرف، طبع مكه مكرمه، الدر مع الشامی کراچی ص۳۵۲ ج۲ باب المصرف، بحر کوئٹه ص۲۴۷ ج۲ باب المصرف.

[2] ولو قد موا فاسقا يأثمون بناء علی أن كراهة تقديمه كراهة تحريم، حلبی کبير ص۵۱۳ فصل فی الإمامة، الرابع فی الاولی بالامامة، طبع لاهور، هنديه کوئٹه ص۸۵ ج۱ الباب الخامس فی الامامة، الفصل الثالث، طحطاوی علی المراقی ص۲۴۴، باب الامامة، فصل فی بيان الاحق بالامامة، طبع مصر.

[3] ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۔

[4] مصرف الزكاة هو فقير ومسكين وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر، الدر مع الرد کراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف، سکب الانهر ص۳۲۴ ج۱ باب المصرف، دار الكتب العلمية بيروت، هنديه کوئٹه ص۱۹۴ ج۱ الباب الثامن فی صدقة الفطر.

والے الگ دیتے ہیں تو زید نے پیش امام صاحب سے کہا کہ آپ ان بچوں کو ایک دو گھنٹے درسی تعلیم دیجئے، آپ کو اس تعلیم کے عوض میں علیحدہ مشاہرہ دیا جائے گا، چنانچہ پیش امام صاحب اس کام کو انجام دے رہے ہیں، تو زید صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی رقم کو اسی مذکورہ گاؤں کے کسی یتیم وغریب سے تملیک کر کے اس پیش امام صاحب کو اس دینی تعلیم کے معاوضہ میں مشاہرہ دے رہا ہے، تو یہ صورت از روئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دینی تعلیم کا انتظام بہت ضروری ہے، ماں باپ ہی اپنی اولاد کا دھیان رکھیں اور اجتماعی حیثیت سے بھی بچوں کے لئے تعلیم کا انتظام کیا جائے، جس طرح بچوں کے لئے کھانے کپڑے کا انتظام ضروری تصور کیا جاتا ہے، اسی طرح ان کے لئے علم دین سکھانے کا انتظام بھی ضروری ہے، اس لئے آپس میں چندہ کیا جائے، بچوں سے فیس لی جائے، اگر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو مجبوراً زکوٰۃ وغیرہ کا پیسہ جمع کر کے بھی مدرس کو تملیک کے بعد دے سکتے ہیں بلا شدید مجبوری کے یہ صورت اختیار نہ کی جائے نابالغ سے تملیک کرانا غلط ہے، بالغ سے درست ہے، مگر اس پر جبر یا دباؤ نہ ہونا چاہئے[1] بہتر صورت یہ ہے کہ کسی غریب مستحقِ زکوٰۃ سے کہا جائے کہ مدرس کی تنخواہ کے لئے اتنے روپے کی ضرورت ہے تم دیدو، وہ کہے گا کہ میرے پاس نہیں ہے، میں غریب ہوں، اس سے کہا جائے کہ اپنی ضرورت کے لئے بھی تو قرض لینے کی نوبت آتی ہے، اب دینی ضرورت کے لئے کسی طرح انتظام کردو، امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قرض ادا کر دے گا، وہ کسی سے قرض لا کر دیدے اس سے تنخواہ ادا کر دی جائے، پھر کسی وقت زکوٰۃ کا پیسہ اسکو دیدیا جائے، اس سے قرض ادا کر دے،

---

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد ...... وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الاشیاء، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف.

فطرہ کا پیسہ بھی اسی طرح دیا جاسکتا ہے، قربانی کرنے والے اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ کے مہتمم (زید) کو دے کر مالک بنادیں اور وہ فروخت کردے تو اس قیمت میں مزید کسی تملیک کی حاجت نہیں[۱] ہاں اگر وہ لوگ چرم قربانی کو فروخت کر کے اس کی قیمت زید کو دیدیں تو پھر وہ قیمت براہِ راست مدرس کی تنخواہ میں نہ دے بلکہ تملیک کے بعد دے سکتا ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

نابالغ کو فطرہ دینا

سوال:- فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگر غریب نابالغ ہوں تو ان کو صدقۂ فطر دینا جائز نہیں البتہ ان کے لئے سرپرست کو دینا جائز ہے اور اگر وہ بچے سمجھ دار ہوں تو خود ان کو بھی دینا جائز ہے، اگر وہ بچے مالدار کے ہیں تو ان کو کسی طرح بھی دینا درست نہیں: **فی الدر المختار ص:۱۲۷، ج:۲، وصدقة الفطر کالزکٰوة فی المصارف،[۳] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً قال الشامی ج:۲، ص: ۱۵۵، وفی التملیک اشارة الی انه لا یصرف الٰی مجنون وصبی غیر مراهق الا اذا قبض لهما من یوجز له قبضه کالاب والوصی وغیرهما ویصرف**

[۱] وللمضحی أن یهب کل ذلک أو یتصدق به أو یهدیه لغنی أو فقیر مسلم أو کافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ ج۱۷ باب التصدق بلحوم الاضاحی وجلودها، مطبوعه مکه مکرمه.

[۲] فان بیع اللحم أو الجلد به أی بمستهلک أو بدراهم تصدق بثمنه، الدر مع الشامی کراچی ص۳۲۸ ج۲ کتاب الاضحیة مجمع الأنهر ص۱۷۴ ج۴ کتاب الأضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ص۱۷۵ ج۴ کتاب الأضحیة.

[۳] الدرالمختار علی ردالمحتار کراچی ص:۳۶۹، ج:۲، باب صدقة الفطر.

الیٰ مراهق یعقل الاخذ.[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۲۵/ذی الحجہ ۵۱ھ

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ عبداللطیف ۱۲/۲۷/ ۵۱ھ

زکوٰۃ یا سود کے پیسے سے نل لگوانا

سوال:- ایک شخص کو بینک سے سود ملتا ہے، اور زکوٰۃ کا کچھ روپیہ بھی غریبوں کو دیتا ہے، اب وہ شخص چاہتا ہے کہ سود یا زکوٰۃ کے پیسے سے اپنے گاؤں میں عوام کیلئے کنواں، نل بنوادیں کیا ایسا کرنا جائز ہے، یا نہیں اگر جائز ہے تو ایسے کنویں اور نل سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کی اجازت نہیں جتنا روپیہ اس کنواں نل بنانے میں خرچ کیا ہے اتنی مقدار مستحقین کو دیدے،[۲] اس کنواں اور نل سے پانی پینا اس کو بھی جائز ہے دوسروں کو بھی جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مصارف بیتُ المال

سوال:-ایک کمیٹی کے زیرنگرانی ایک بیت المال قائم ہے اس میں زکوٰۃ کی رقم یا کچھ عطیات جمع کرکے بوقتِ ضرورت حاجت مندوں کو قرض دینا اس سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟

---

۱ الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، بحر کوئٹہ ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، هندیه کوئٹه ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فی المصارف.

۲ ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد وکل مالا تملیک فیه الدر المختار مع الشامی زکریا ص:۲۹۱، ج:۳، کتاب الزکوة باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ باب المصرف، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف.

(۲) اس جمع شدہ رقم میں سے مسجد کی تعمیر یا مرمت میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) امام ومؤذن کی تنخواہ بھی زکوٰۃ میں دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۴) یتیم طلبہ یا غریبوں مسکینوں کے نابالغ بچے ان کا انتظام یا کھانا کپڑا وغیرہ یا کتب بیتُ المال سے دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۵) ان تمام بچوں کو مصارف ودھلائی، سلائی وغیرہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟

(۶) کتابیں، غلہ، کپڑا کافی مقدار میں خرید کر بطور ذخیرہ رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، سب کی زکوٰۃ تباہ وبرباد ہوگی اور وبال ذمہ میں باقی رہے گا، زکوٰۃ جس مصرف (حاجتمند) کو دی جائے بطور تملیک دی جائے نہ کہ بطور قرض [۱]۔

(۲) ان مواقع میں زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں، نہ قرض کے طور پر دینا درست ہے [۲]۔

(۳) زکوٰۃ کی رقم تنخواہ میں دینا جائز نہیں [۳]۔

(۴) ان کو کھانا کپڑا کتاب زکوٰۃ سے دینا درست ہے مگر جو کچھ دیا جائے ان کو اس کا مالک بنادیا جائے پھر ان سے واپس نہ لیں [۴]۔

---

[۱] ولا الٰی کفن میت وقضاء دینه. شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۲۴۳ ج ۳ باب المصرف،

[۲] لا یصرف الی بناء مسجد الخ شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲. باب المصرف، بحر کوئٹه ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه.

[۳] هی تملیک جزء مال من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالٰی. شامی کراچی ص:۲۵۸، ج:۲، کتاب الزکوة، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۲ اول کتاب الزکاة، النهر الفائق ص ۴۱۲ ج ۱ اول کتاب الزکاة، مکه مکرمه.

[۴] شامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، بحر کوئٹه ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، النهر ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، مکه مکرمه.

(۵) رقم زکوٰۃ ان کو دیدیں پھر وہ دھلائی سلائی کرایہ آمدورفت میں جہاں ضرورت ہو صرف کریں۔

(۶) درست ہے مگر جو کچھ زکوٰۃ میں مستحقین کو دیں اس کا مالک بنادیں، زکوٰۃ کے علاوہ صدقات اور عطیات سے مذکورہ بالا تمام مصارف میں صرف کرنا درست ہے، اس لیے بیت المال کے دونوں مد جدا رکھے جائیں نیز کسی کو مجبور نہ کیا جائے کہ وہ اپنی رقم زکوٰۃ عطیہ بیت المال ہی کو دیں[۱] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقۂ فطر سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دینا

سوال:-صدقۂ فطر کے پیسہ سے کیا دینی کتب خریدنا جائز ہے؟ جو ایک جماعت کے لئے خریدی جائے کہ وہ انکو پڑھ کر دین کی طرف راغب ہوں گے، وہ کتاب فقہ احادیث یا نماز روزہ وغیرہ کے سلسلے میں ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقۂ فطر وغیرہ کے روپیہ سے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو استفادہ کیلئے دیدینے سے صدقۂ فطر ادا نہیں ہوتا، بلکہ اسکے مستحق فقراء ومساکین ہیں، انکو دیئے جائیں، اگر وہ اپنی مرضی سے بغیر کسی قسم کے دباؤ کے کتابیں خرید کر کسی جماعت کو دیدیں تو جائز ہے[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۰/۱۰/۸۷ھ

---

[۱] شامی کراچی ص ۳۴۴ ج ۲ باب المصرف، بحر کوئٹہ ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف.

[۲] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا اباحة لایصرف الی بناء نحو مسجد إلیٰ قوله وقد منا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هذه الاشیاء الخ درمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۳، ج:۳،باب المصرف، کتاب الزکوة، البحر الرائق کراچی ص ۲۴۳ ج ۲ کتاب الزکاة، (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زکوۃ کا روپیہ اپنے کام میں خرچ کرنا اور تنخواہ سے اس کا عوض دینا

سوال:- (۱) کسی مدرسہ میں مدرسہ کی طرف سے زکوۃ وصدقات کا مال وصول کرنے والا در صورتیکہ محصل محتاج ہو، اور مصرف زکوۃ ہو، اگر اپنی اجرت سے زائد کچھ روپیہ خرچ کرڈالے پھر اس کو اپنی آمدنی سے بعد میں پورا کردے کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زکوۃ کا مال مدرسین کی تنخواہوں میں خرچ کرنا بغیر تملیک کے جس مدرسہ میں مطبخ ہو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) مدرسہ کی طرف سے جو شخص محصل مقرر کیا گیا ہے، وہ امین ہے، جتنا روپیہ زکوۃ وصدقات کا وصول کرتا ہے، وہ امانت ہے، اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں ہے[۱] ایسی صورت میں زکوۃ ادا نہیں ہوگی، اور لازم ہوگا کہ اس کا ضمان معطی کو دے اور کہدے کہ آپ کا دیا ہوا روپیہ میں نے خرچ کرلیا، زکوۃ ادا نہیں ہوئی، اس لئے یہ روپیہ بطور ضمان دے رہا ہو، ہاں اگر معطی کی طرف سے صرف کرنے کی اجازت ہو تو بطور قرض اس کو صرف کرسکتا ہے، پھر قرض مدرسہ کو واپس کرکے مصارف زکوۃ پر صرف کردیا جائے[۲]۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) باب المصرف، سکب الأنهر علی هامش مجمع الأنهر ص۳۲۹ج۱ باب فی أحکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

(صفحہ ہٰذا) [۱] وأما حکمها (أی الودیعة) فوجوب الحفظ علی المودع وصیرورة المال أمانة فی یده ووجوب أدائه عند طلب مالکه والودیعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن وإن فعل شیئاً منها ضمن، عالمگیری مصری ص۳۳۸ج۴ کتاب الودیعة، الباب الأول فی تفسیر الإیداع الخ، البحر الرائق ص۲۷۳، ۲۷۵ ج۷ کتاب الودیعة، مطبوعه سعید کراچی.

[۲] ولو خلط زکوة موکلیه ضمن وکان متبرعاً لانه ملکه بالخلط (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(۲) تنخواہ میں زکوۃ کا روپیہ لینا دینا جائز نہیں، اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوگی[۱]۔

فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفر لہٗ دارالعلوم دیوبند ۹؍۱۰؍۱۳۹۰ھ

found.

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) وصار مؤديا مال نفسه قال فى التاتارخانيه إذا وجد الإذن اواجاز المالكان الخ درمختار مع الشامى كراچى ص:۲۶۹، ج:۲، كتاب الزكوة، مطلب فى زكوة ثمن بيع الوفاء، شامى زكريا ص۱۸۸ ج۳ تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ الفصل التاسع فى مسائل معطى الزكاة، مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

(صفحہ ہٰذا) [۱] هى تمليك جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه الخ درمختار مع الشامى كراچى ص:۲۵۸، ج:۲، اول كتاب الزكوة، شامى زكريا ص۱۷۰ تا۱۷۳ ج۳ لا يصرف الىٰ بناء نحو مسجد كبناء القناطر إلى قوله والحج والجهاد وكل ما لاتمليک فيه، شامى على الدر المختار، زكريا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۲۸ ج۱ باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، زيلعى شرح كنز ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه إمداديه ملتان.

فصل دوم:- مدارس میں زکوٰۃ دینا

طلباء کے لئے زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت

سوال:- میں ایک ہندو محلّہ کی مسجد میں متوکلاً امام ہوں عرصہ بارہ سال سے الحمد للہ میری گذر اوقات اچھی ہورہی، کوئی ذاتی غرض نہیں ہے، محض مسجد کی آبادی کے لئے کچھ میرا خیال ہے کہ چند طلباء بیرونی رکھ لئے جائیں جو دین سیکھیں گے، بصورت مدرسہ کے ان کی سب ضروریات کے انتظام کا مالِ زکوٰۃ سے بعض احباب نے وعدہ کیا ہے، اس واسطے یہ مسائل دریافت کئے گئے ہیں، اگر مذکورہ بالا مسائل کے جوابات حوالہ جات سے تحریر فرمائیں تو نوازش ہوگی، ورنہ ویسے بھی معتبر ہوں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

مستحق طلباء کی ضروریات بصورتِ تملیک پوری کرنے کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کا صرف کرنا شرعاً درست ہے[1] اور اس سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے اس میں کسی حیلہ کی ضرورت نہیں ہے، جس جگہ حیلہ کی ضرورت ہو اس کو تحریر کرکے دریافت کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۴/ ذیقعدہ ۶۲ھ

---

[1] المصرف هو فقير ومسكين وعامل ومكاتب ومديون لا يملك نصاباً وفي سبيل الله وقيل طلبة العلم ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك در مختار مع الشامي زكريا، مختصراً ص۲۸۳ تا ۲۹۱ ج۳ باب المصرف النهر الفائق ص ۴۶۱ ج۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

مستطیع طلبہ کے لئے زکوٰۃ

سوال:-طلباء میں سے اکثر ایسے ہوتے ہیں جو نصابِ شرعی کے مالک ہیں، جن پر صدقۃ الفطر وقربانی واجب ہوتی ہے، اورسوال کرنا حرام ہوتا ہے، مگر اس کے باوجود طلبہ اپنا خرچ نہیں اٹھا سکتے، اس وجہ سے دارالعلوم سے امداد لیتے ہیں، بعض دورانِ تعلیم مقروض ہوجاتے ہیں، لوگ صراحۃً زکوٰۃ کی رقم دیتے ہیں، وہ لے کر اپنا قرض ادا کرتے ہیں، کیا ایسے طلباء امداد لے سکتے ہیں، اور زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ لے کر اپنی ضروریات قرض وغیرہ میں کام لا سکتے ہیں اور دینے والوں کی زکوٰۃ وصدقات ادا ہوجاتے ہیں، اور اگر ادا نہیں ہوتے تو ان طلبہ کی تکمیلِ تعلیم کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداًومصلیاً

جو طلبہ اپنے وطن میں صاحبِ نصاب ہیں، اور یہاں نہیں اور اپنے وطن سے منگا بھی نہیں سکتے وہ زکوٰۃ، قیمت چرم قربانی، صدقۃ الفطر کے مصرف ہیں، انکو یہ چیزیں اگر دی جائیں اور یقیناً دی جاتی ہیں تو واجب ادا ہوجاتا ہے[1] داخلہ کے وقت انکے ساتھ اگر چہ ایک دن کھانے کی مقدار موجود ہو اور اس دن کیلئے ان کیلئے سوال کرنا ناجائز ہو لیکن وہ صرف اس دن کیلئے سوال نہیں کرتے نہ انکا سوال اس دن پورا کر دیا جاتا ہے بلکہ وہ تمام سال قیام کا ارادہ کرتے ہیں اور تمام سال کے مصارف انکے ساتھ موجود نہیں اور کسی دوسری جگہ سے آمدنی کی توقع بھی نہیں، اسلئے انکا حکم وہ نہیں جس کا شبہ ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۹/۶/۸۷ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۲۱/۶/۸۷ھ

---

[1] وهذا التعليل يقوى ما نسب إلى بعض الفتاوىٰ من أن طالب العلم يجوز له أن ياخذ مال الزكاة، وإن كان غنياً لإفادة العلم وإستفادته لكونه عاجزاً عن الكسب والحاجة داعية إلى ما لا بد منه الخ مجمع الأنهر ص ۳۲۶ ج ۱ باب المصرف دار الكتب العلمية بيروت، شامی کراچی ص ۳۴۰ ج ۲ باب المصرف، منحة الخالق على البحر الرائق ص ۲۴۲ ج ۲ باب المصرف، مطبوعه سعید کراچی. (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

طلبہ کو یکجا بٹھا کر زکوٰۃ سے کھلانا

سوال:-جس مدرسے میں زکوٰۃ کے پیسے دیئے جاتے ہیں تو مستحق زکوٰۃ کو مطبخ سے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، وہ امیر غریب سب کو ساتھ بٹھا کر کھلانے میں زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی قباحت تو نہیں آئے گی۔

الجواب حامداًومصلیاً

زکوٰۃ کا کھانا مستحق کو بطور تملیک دینا لازم ہے، کہ وہ یہ سمجھتا ہو کہ اتنی مقدار میری ملک ہے خواہ میں کھاؤں یا فروخت کروں یا کسی کو کھلاؤں اور ایک ساتھ سب کو بٹھا کر کھلانے میں یہ بات نہیں ہوتی[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

مطبخ سے بمدِ زکوٰۃ طلبہ کو کھانا دینا

حضرت مفتی صاحب زید مجدکم العالی...السلام علیکم

سوال:- آپکا مراسلہ جواب موصول ہوگیا، اشکال یہ پیدا ہوتا ہیکہ خوراکِ طلبہ کے سلسلہ

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ) [۲] ولا يحل أن يسأل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب إلا أن يكون مشغولاً بالجهاد أو طلب العلم، سكب الأنهر هامش مجمع الأنهر ص۳۳۳ ج۱ كتاب الزكوة، باب في بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، طحطاوى على المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، مطبوعه مصر، در مختار على الشامى ص۳۰۶ ج۳ باب المصرف، مطبوعه زكريا ديوبند.

[۱] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا اباحة كما مرفلا يكفى فيها الإطعام الا بطريق التمليک ولو أطعمه عنده ناويااللزكاة لا تكفى، درمختار مع رد المحتار ص: ۳۴۴، ج:۲، كراچى باب المصرف، شامى زكريا ص۲۹۱ ج۳، البحر الرائق ص۲۰۱ ج۲ أول كتاب الزكوٰة، مطبوعه سعيد كراچى، المحيط البرهانى ص۲۱۵ ج۳ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

کے دیگر اخراجات کیطرح تنخواہ باورچی بھی ایک خرچ ہے، یعنی تنخواہ باورچی کی نوعیت درج ذیل اخراجات سے مختلف مثلاً طلبہ کیلئے راشن لانے کا صرفہ، گندم کی پسائی، سوختہ کی خریداری اور اسکی چرائی وغیرہ، کیا ان اخراجات کی نوعیت میں کچھ فرق ہے، اگر نہیں ہے تو ان سب کا مدز کوٰۃ سے دینا ناجائز ہوگا اور اگر ہے تو کیا اور کیوں؟ مدلل جواب کی ضرورت ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

(هی تمليک) خرج الإباحة (جزء مال) خرج المنفعة فلوأسكن فقيراً داره سنة ناوياً لايجزيه اهـ قوله فلو أسكن الخ. فی البحر إلى الكشف الكبير وقال قبله والمال كما صرح به أهل الاصول ما يتمول ويدخر للحاجة وهو خاص بالأعيان فخرج به تمليک المنافع اهـ (درمختار[1] وشامی) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اداءِ زکوٰۃ کے لئے تملیکِ مال ضروری ہے محض تملیکِ منافع سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، گندم کی پسائی اور سوختہ کی چرائی وغیرہ میں بھی مدز کوٰۃ سے صرف کرنا درست نہیں، یہی حال تنخواہِ باورچی کا ہے، ان مواقع پر صرف کرنے سے طلبہ کی ملک میں مال نہیں پہنچتا بلکہ ان کو منافع حاصل ہوتے ہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

اگر جواز کی صورت مطلوب ہے تو اس طرح کیا جائے، مدرسہ اپنی طرف سے غلّہ سوختہ وغیرہ خرید کر کھانا تیار کرائے اور اس میں مدز کوٰۃ سے صرف نہ کرے پھر تیار شدہ کھانے کی قیمت لگا کر یا طلبہ کے ہاتھ فروخت کرے اور طلبہ کو بصورتِ نقد مدز کوٰۃ سے وظیفہ دیکر کھانے کی قیمت ان سے وصول کرلے یا وہ تیار شدہ کھانا مدز کوٰۃ کے جمع شدہ روپیہ سے بدل کر مدرسہ اپنا خرچ شدہ روپیہ (جس میں پسائی چرائی تنخواہِ باورچی وغیرہ سب داخل ہیں) وصول کرلے، اور اس زکوٰۃ میں یہ کھانا

---

[1] درمختار مع الشامی نعمانیة ص:۲، ۳، ج:۲، شامی کراچی ص:۲۵۶، ج:۲. کتاب الزكاة، مطبوعه زكريا ص ۱۷۱، ۱۷۲ ج۳ قبيل مطلب فی أحكام المعتوه، طحطاوی علی المراقی ص۵۸۷ أول كتاب الزكاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۱، ۴۱۲ ج۱ أول كتاب الزكاة، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

طلبہ کو دیدے اس صورت میں یہ نہیں ہوگا کہ مد زکوٰۃ کا روپیہ منافعِ طلبہ میں خرچ ہوا، بلکہ تیار شدہ کھانا مد زکوٰۃ سے خرید کر (بدل کر) طلبہ کو دیا گیا ہے اور وہ کھانا دینا یقیناً تملیک المال ہے[۱] تملیک المنفعۃ نہیں، لہٰذا اداءِ زکوٰۃ میں خلجان نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۱۲/۲۶/۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۷/ ذی الحجہ ۶۶ھ

چندہ کے پیسہ سے تنخواہ دینا

سوال:- ایک مدرس رمضان شریف میں مدرسہ کی جانب سے چندہ وصول کرنے جاتا ہے، جس میں وہ زکوٰۃ، فطرہ وغیرہ کے روپے لے کر آتا ہے، تو گھر پر آجانے کے بعد قبل از تملیک اس پیسہ میں سے مدرس کی تنخواہ دی جاسکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے پیسہ سے تنخواہ دینا جائز نہیں، جب مستحق کے پاس وہ پیسہ بطورِ ملک پہنچ جائے گا تب زکوٰۃ ادا ہوگی[۲] پھر وہ بغیر کسی دباؤ کے اپنی طرف سے بطیبِ خاطر مدرسہ میں دیدے تو تنخواہ میں دینا درست ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] تقدم تخريجه.

[۲] ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد كبناء القناطر إلى قوله وكل ما لا تمليك فيه. الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۲۹۱ ج۳، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب في بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، تبيين الحقائق ص ۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

زکوٰۃ سے تنخواہ ملازمین مدرسہ

سوال:- ہمارے یہاں ایک مدرسہ عربیہ عرصہ سے قائم ہے، جس میں دینی تعلیم دی جاتی ہے، اور غریب ونادار طلبہ کے قیام وطعام لباس اور دیگر ضروریات سے امداد واعانت کی جاتی ہے، مدرسہ مذکورہ میں کئی قسم کی آمدنیاں ہیں قسم اول منافع جائیداد موقوفہ، چندہ عمومی، خصوصی امداد سرکاری، صدقات نافلہ۔ قسم دوم صدقات مثل زکوٰۃ وقیمت کھال وغیرہ وغیرہ۔ آمدنی قسم اول تنخواہ مدرسین وملازمین ودیگر مصارف دفتر وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، اور قسم دوم خوراک طلبہ وپوشاک ودیگر مصارف میں صرف کی جاتی ہے، کیونکہ آمدنی قسم اول مصارف قسم اول کے لئے ناکافی ہے، اور اراکین مدرسہ میں بعض ایسے خیال کے حضرات بھی ہیں جو حیلۂ شرعی کو پسند نہیں کرتے اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا آمدنی قسم دوم میں سے محصل ومحرر ومحاسب جو اس مدرسہ میں بھی کام کررہے ہیں اور ان کی اجرت یا تنخواہ بحصۂ ہنر اس میں سے دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقات واجبہ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کو مصارف (فقراء وغیرہ) پر بطور تملیک بلاعوض صرف کیا جائے لہٰذا تنخواہ میں دینا جائز نہیں، اگر کارکنان مدرسہ بغیر شرعی حیلے کے تنخواہ میں دیں گے، تو زکوٰۃ وغیرہ ادا نہیں ہوگی[1] اور اصل معطی کے حق میں یہ لوگ ضامن ہوں گے۔[2] **ھکذا فی کتب الفقه**. فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ

---

[1] وکذالک من علیه الزکاة لوأراد صرفها إلی بناء المسجد أو القنطرة لا یجوز فان أراد الحیلة فالحیلة أن یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه إلی المتولی ثم المتولی یصرف إلی ذالک الهندیة ص: ۴۷۳، ج:۲، الباب الثانی عشر، کتاب الوقف، البحر الرائق ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، مطبوعه کراچی، مجمع الأنهر مع سکب الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بیان أحکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] رجل دفع إلی رجل عشرة دراهم وأمره أن یتصدق بها فانفقها الوکیل (بقیہ اگلے صفحہ پر)

زکوٰۃ سے مدرسین کی تنخواہ دینا

سوال:- ایک مدرسہ ہے جس میں بیرونی طلبہ بہت کم ہیں، غریب مدرسہ ہے، اگر طلباء کو روپیہ دیدیں، تو ممکن ہے کہ لے کر بھاگ جائیں آخر مدرسین کی تنخواہ کس طرح دی جائے؟ مدرسین مالِ زکوٰۃ لیں یا نہ لیں؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقہ واجبہ اور زکوٰۃ کا غرباء پر تملیکاً صرف کرنا بلا معاوضہ ضروری ہے، مدرسین وغیرہ کی تنخواہوں میں براہِ راست دینا جائز نہیں[1]، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، لڑکوں پر تعلیمی فیس تجویز کردی جائے اس سے ملازمین کی تنخواہ ادا کی جائے، جو لڑکے غریب ہوں ان کو زکوٰۃ سے وظیفہ دیا جائے وہ وہ اس سے فیس دیدیا کریں، اس طرح زکوٰۃ بھی ادا ہوجائے گی، اور تنخواہ کا انتظام بھی ہوجائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ سے تنخواہ دینا

سوال:-قومی فنڈ جہاں عشر وصدقات وغیرہ جمع ہوتے ہیں، اس سے بچوں اور طالب علموں

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) ثم تصدق عن الآمر بعشرة دراهم من ماله لا يجوز ويكون ضامناً للعشرة الخ عالمگیری کوئٹہ ص:۴۶۴، ج:۳، کتاب الوكالة، الباب العاشر فى المتفرقات، المحيط البرهانى ص۲۲۶ الفصل التاسع فى مسائل معطى الزكوة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل، تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ الفصل التاسع فى المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة، مطبوعه إدارة القرآن كراچى.

(صفحہ ہٰذا) [1] ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً لا إباحة لا يصرف إلى بناء نحو مسجد إلى قوله وكل مالا تمليك فيه، (الدرالمختار مع الشامى زكريا ص:۲۹۱، ج:۳، باب المصرف، تبيين الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

کو پڑھانے والے استاذ کو تنخواہ یا خرچ دینا درست ہے یا نہیں، کیونکہ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں اور آج کل بڑے بڑے مدارس میں جہاں زکوٰۃ وغیرہ جمع ہوتی ہے، بغیر کسی حیلے کے اساتذہ کو تنخواہیں دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو رقوم واجب التملیک ہیں ان کو براہ راست اساتذہ کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، پڑھنے والے مستحقین طلبہ کی ضروریات طعام، لباس، کتاب وغیرہ کو ان رقوم سے تملیکاً پورا کرنا درست ہے[1] ارباب مدارس کو اس کا اہتمام وانتظام لازم ہے، کہ وہ قوم کے امین ہیں اور مسائلِ شرعیہ پر عمل کے بڑے ذمہ دار ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ایضاً

سوال:- ایک صاحب نے ۱۳۵/روپیہ زکوٰۃ کا دیا ہے وہ غازی آباد کے ہیں انہوں نے اس لئے بھیجوایا ہے کہ چونکہ مولوی صاحب کے تنخواہ کو لوگ دیتے نہیں ہیں، لہٰذا اس سے کام چلاؤ تو کیا اس روپیہ کو میں تنخواہ میں لے سکتا ہوں یا اس روپے کو لگا کر مکتب بنادوں جو بھی صورت ہے، بہت ہی جلد جواب مرحمت فرمادیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کے روپیہ کو براہ راست (بغیر تملیک) تنخواہ یا تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں مستحق زکوٰۃ بچوں کو بطور وظیفہ دیدیا کریں[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۸۹ھ

---

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحة فلا یکفی فیها الإ طعام إلا بطریق التملیک شامی زکریا ص: ۲۹۱، ج:۳، شامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف، فتح القدیر ص ۲۷۰ ج۲ باب من یجوز دفع الصدقة إلیه ومن لا یجوز، کتاب الزکاة، مطبوعه دار الفکر بیروت. (حاشیہ۲ اگلے صفحہ پر)

مالِ زکوٰۃ سے مدرس کی تنخواہ اور کھانا

سوال:- یہاں کے اکثر مدارس میں مدرسین کی تنخواہیں خورد ونوش کے علاوہ متعین کی جاتی ہیں گویا کہ مکمل تنخواہ میں سے خورد ونوش کی تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے، تو اب اگر مدرسہ میں بمد زکوٰۃ وصدقات کوئی مال آئے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اساتذہ کھانے کی قیمت ادا کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جتنی مقدار اساتذہ جزوِ تنخواہ (حق الخدمت) کے طور پر کھائیں گے، اتنی مقدار زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، اس کا حساب رکھنا ضروری ہے، اسی طرح دیگر ملازمین وغیرہ مستحقین پر صرف کرنے کا حال ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

کیا مہتمم مدرسہ کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

سوال:- گذارش ہے کہ احقر کو ایک مسئلہ درپیش ہے، اور چونکہ اس میں زید (عالم) کی

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [۲] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد. درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، المحیط البرهانی ۲۱۲ ج۳ الفصل الثامن من یوضع فیه الزکاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل، تاتارخانیة ص۲۷۲ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکاة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

(صفحہ ہذا) [۱] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً، درمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، مطبوعه زکریا ص ۲۹۱ ج۳، تاتارخانیة ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن من توضع فیه الزکاة، مطبوعه إدارة القرآن کراچی.

طرف سے چند کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں، اس لئے احقر آپ سے تحقیق کی غرض سے ملتمس ہے کہ آیا زید نے جو عبارات تحریر کی ہیں وہ مفتیٰ بہا اور معمول بہا ہیں، یا نہیں؟ درصورتِ ثانیہ وجہِ متروکیت ذکر فرما کر عنایت فرمادیں، اولاً مسئلہ مبتلیٰ بہا ذکر کرتا ہوں بعدازیں زید کی پیش کردہ عبارات درج کروں گا۔

مسئلہ: احقر ایک مدرسہ کا رکن ہے، اس لئے حصولِ چندہ مدرسہ کا کام بھی انجام دینا ہوتا ہے، زید نے مجھ سے کہا کہ تم نے جو چندہ فراہم کیا اس پر مدز کوٰۃ اور دیگر رقوم کو نیز رقوم مزکین مختلصین کو اگر باہم اختلاط کردیا ہو تو مزکین کی زکوٰۃ اداء نہیں ہوئی، اور تم اس رقم زکوٰۃ کے ضامن ہوئے اور تمہاری طرف سے مدرسہ میں تبرع ہوا، چنانچہ احقر نے بناءً علیٰ حسن الظن بالعلماء یہ جواب دیا کہ اکثر وبیشتر مدارس کی طرف سے جو محصلین دورہ کرتے ہیں وہ یا تو خود عالم ہوتے ہیں یا مرسل من المہتمم العالم نیز علماءِ دیوبند وسہارن پور جیسے معتبر ومعتمد حضرات اس مسئلہ اختلاط سے واقف ضرور ہوں گے اور جانتے ہیں کہ اختلاطِ رقوم میں ضمان آتا ہے اور باوجود اس کے ساکت ہیں لہٰذا کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔

زید نے کہا سکوت محض اثباتِ جواز کے لئے ناکافی ہے، جب کہ عالمگیری، بزازیہ، شامی وغیرہ میں عدمِ جواز کی تصریح ہے، البتہ حسنِ ظن پھر بھی قائم رہ سکتا ہے، بایں وجوہ (۱) ممکن ہے دیوبند وسہارن پور کے سفیر اختلاط سے اجتناب کرتے ہوں یا (۲) ممکن ہے کتبِ مذکورہ کے خلاف فقہاء کا کوئی راجح، اقویٰ اور مفتی بہ قول ان کے پیشِ نظر ہو جو مثبت جواز اختلاط ہو لیکن پھر بھی جب تک اس قول راجح کی تصریح ہمارے پاس نہ ہو، اس وقت تک کتبِ مذکورہ بالا پر عمل کرنا واجب ہوگا پس احقر ملتمس ہے کہ جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں۔

عبارات کتب

رجلان دفع کل واحد منهما زکوٰة ماله إلٰی رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن الوکیل وکانت الصدقة عنه، عالمگیری ج: ۱، مسائل متفرقه من

کتاب الزکٰوة۔[1] رجلان دفع کل واحد منهما زکٰوة ماله إلٰی واحد يتصدقُ به عن زکٰوته إلٰی فقير فخلط قبل الدفع (الٰی قوله) يجب الضمان علی الکُلِّ. (بزازيه علی عالمگيری ج:۴)[2] ولوخلط زکٰوة مؤکليه ضمن وکان متبرعاً (در مختار) (قوله ضمن وکان متبرعاً) لانه ملکه بالخلط وصَار مودیًا مال نفسه. وقال فی التتار خانيه. إلا أدا وجد الإذن أو أجاز المالکان. ثم قال فی التتارخانيه أووجدت دلالة الإذن بالخلط. ويتصل بهٰذا لعالم إذا سئل للفقراءِ شيئًا وخلط يضمن . قلت (والقائل العلامة الشامی) ومقتضاه أنه لووجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذ دلالةً والظاهر أنه لا بد من علم المالک بهٰذا العرف ليکون إذناً منه دلالةً. (شامی ملخصاً)[3] قال زيد مستفتياً:هل يجعل الإختلاط الواقع فی المسئلة المسؤلة ماذونا عرفاً أم لا ؟ فإن الواقع بإختلاط للشتة ولٰکن لا يعلم مسئلة الإختلاط ولايخطر بباله قط أنه يتغير الأحکام بالإختلاط وعدمه لکونه جاهلاً فيسکت ولا يمنع من الإختلاط فهل يجعل سکوته فی هٰذه الصورة اذناً له دلالةً أم لا يشترط علم بالمسئلة الإختلاط.

الجواب حامداًومصلياً

مدرسہ کا مہتمم وکیل ہوتا ہے، طلبہ (فقراء) کی طرف سے کہ اربابِ اموال سے زکوٰۃ وصول کر کے طلبہ پرصرف کرے، اس صورت میں بلاشبہ مختلف اربابِ اموال کی زکوٰۃ کوخلط کرنا مہتمم کیلئے درست ہے، درمختار کی جوعبارت سوال میں نقل کی گئی ہے، اسکے متصل ہی ایک استفتاء بھی مذکور ہے، اگراسپرغورکیاجائےتواربابِاموال کی طرف سےاذن کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی۔ خلط زکٰوة

[1] عالمگيری کوئٹه ص۱۸۳ ج۱ کتاب الزکاة، مسائل متفرقة.

[2] بزازيه علی هامش الهندية کوئٹه ص۸۶ ج۴ کتاب الزکاة.

[3] وشامی مع الدر المختار مطبوعه زکريا ص۱۸۸ ج۳ کتاب الزکاة، مطلب فی زکاة ثمن المبيع وفاءً.

موكليه ضمن وكان متبرعاً إلا إذا وكله الفقراء اهـ درمختار لأنه كلما قبض شيئاً ملكوه وصارخا لطاً مالهم بعضهٗ ببعض بعض اهـ (شامی[1] ص: ۱۴، ج: ۲)

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵/۱۱/۵۶ھ

آج کل اہلِ مدارس اور اربابِ چندہ کا عرف اختلاط ہے، اور سب کو معلوم ہے اس لئے خلط کی صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے[2] ہاں اگر کسی کو معلوم نہ ہو یا وہ خاص طور سے خلط سے روک دے، تو پھر زید کا قول صحیح ہے، لیکن صورتِ مسئولہ میں کسی کا عدمِ علم یا صراحۃً منع کرنا معلوم نہیں ہے، اس لئے صورتِ مسئولہ میں ضمان واجب نہیں ہے۔[3] فقط

سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/ ذی قعدہ ۳۵ھ

سوال متعلقہ بالا سوال و جواب

بعدہٗ احقر غلام رسول بن حاجی اسماعیل عرض گذار ہے کہ آپ کی طرف سے جواب موصول ہوا، پڑھ کر واقف ہوا، زید نے کہا کہ واقعی عرف کے تحقق کی وجہ سے تم پر ضمان واجب نہیں، مگر جہاں تک جواب کا تعلق ہے، مزید تنقیح کی غرض سے ذیل کے معروضہ کی طرف حضرات مجیبین کی طرف توجہ منعطف کرنا مناسب ہوگا۔

---

[1] شامی کراچی ص: ۲۶۹، ج: ۲. مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً، مطبوعه زكريا ص۱۸۸ ج۳، المحيط البرهانی ص۲۲۶ ج۳ الفصل التاسع : فی مسائل معطی الزكاة، مطبوعه المجلس العلمی ڈابھیل.

[2] خلط زكاة مؤكليه ضمن قال الشامی : إلا إذا وجد الإذن إلى قوله أو وجدت دلالة الإذن كما جرت العادة بالإذن، شامی زكريا ص۱۸۸ ج۳ كتاب الزكاة مطلب فی زكاة ثمن المبيع، تاتارخانية ص۲۸۶ ج۲ الفصل التاسع : فی مسائل معطی الزكاة، مطبوعه إدارة القرآن كراچی، المحيط البرهانی ص۲۲۶ ج۳ الفصل التاسع، مطبوعه ڈابھیل.

[3] ومقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لوجود الإذن حينئذٍ دلالة والظاهر أنه لا بد من علم المالک بهذا العرف ليكون إذنا منه دلالة، شامی زكريا ص۱۸۸ ج۳ كتاب الزكوٰة، مطلب فی زكاة ثمن المبيع وفاءً.

معروضہ: تتعلق هٰذه المسئلة بأمور (۱) الأوّل منها أن الروايات المذكورة مفتىٰ بها أم لا (۲) والثانى أن المهتمم هل يعدّ وكيلاً من المزكين ام من الفقراء (الطلباء) (۳) والثالث هل يجعل الخلط المبتلىٰ به المسئول عنه ماذونًا عرفاً ام لا (۴) والرابع أنه لو فرض عدم جريان العرف فسكوت المزكى الجاهل هل هو اذن منه دلالةً أم لا (۵) والخامس أنه إن تحقق العرف فلاجل إشتراط الشاميؒ علم المالك بهٰذا لعرف ماشأن الوكيل فيما إذا كان شاكاً فى علم المالك بهٰذا العرف. قال زيد وباللّٰه التوفيق : أما الأول فهوظاهر لعدم التعرض لهٗ من احد المجيبين. وأما الثانى فان المجيب (المعين المفتى) مدظلهم جعل المهتمم وكيلاً للفقراء وليس الامر(فى زعمى) كذالک فلايكون داخلاً تحت الاستثناء المذكورة فى الدر المختار. نعم لاشک أنه سائل وجامع للفقراء وحكم مذكور فى الشامى صراحةً بقوله ويتصل بهذا العالم إذا سأل الخ حيث جعله ضامناً مع أن العلامة ذكر بعد ذٰلک ليس له الخلط بلا إذنهم (الىٰ قوله) وضمن للمؤكلين (الفقراء) والكلام فى عدالتهم وكيلاً للفقراء والطلباء يحتاج الىٰ فكر عميق فان الطلبة ليسوا بألسنتهم وكلوه ، كيف وإن بعضهم يدخلون فى المدرسة بعد تحصيل أموال الزكٰوة ففى حين الحصول كيف يكون هٰذا المحصل وكيلاً منهم وأن بعضهم يتركون المدرسة ولا يمكثون فيها فلا يصل إليهم مالهم الذى قبضه وكيلهم حين الإقامة فيها وأنه لايفوض إليهم مالهم محرزاً لكن ياكلون الطعام ماداموا مقيمين فيها بشرط الفوز فى الإمتحان فلو سلم المهتمم وكيل الطلباء بشكل هذا لأنه ليس للوكيل إشتراط الاقامة وغير ذٰلک وانما هوحق المؤكلين (الطلباء) مطلقاً وملک لهم (فليتأمل) وأمّا الثالث فقد إعتبر المجيب (ألمفتى سعيد احمد مد ظلهم) جريان العرف نعم والأمركذٰلک مشاهد ومسلّم ولاحاجة إلىٰ علم المزكى

بالمسئلة الإختلافية (ولٰكن يشترط علم المزكى بهذا العرف) وأمّا الرابع ففى جعل سكوت الجاهل حينئذ إذناً منه دلالةً يشكل بأن علم الشئ مقدم علىٰ إذنه عقلاً فكيف يحصل بدونه وأمّا الخامس فلعله يقال فيه أنه لما تحقق العرف جعل المزكى كأنه العالم به واللّٰه اعلم بالصَّواب.

الجواب هو الموفق للسداد والصواب.

الجواب حامداًومصلياً

یہ اشکال اس سے پہلے بھی ہو چکا ہے، حضرت تھانویؒ نے بھی حضرت سہارنپوریؒ سے اس کو دریافت فرمایا تھا، اور جواب پر مکرر اشکال کیا تھا، امداد الفتاویٰ[1] جلد رابع کے آخر میں یہ مراسلہ منقول ہے، نہایت بہترین علمی مضامین پر مشتمل ہے، حضرت گنگوہیؒ سے بھی اسکو دریافت کیا گیا تھا، وہ سوال جواب تذکرۃ الرشید[2] ص: ۱۶۴، ۱۶۵ سے نقل کرتا ہوں۔

سوال: - مدرسہ میں جو چندہ وغیرہ کا روپیہ آتا ہے، وہ وقف ہے، یا مملوک؟ اگر وقف ہے تو بقاءِ عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز ہے؟ اگر مملوک ہے، اور مہتمم صرف وکیل، تو معطی چندہ اگر مرجائے تو ورثہ کا حق ہے، اس کی تفتیش وکیل کو واجب ہے، زمانہ شارع علیہ السلام وخلفاءؓ میں جو بیت المال تھا اس میں یہ اشکال جاری ہے، بہت سوچا مگر قواعدِ شرعیہ سے حل نہ ہوا اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہوجانا چاہئے، اور مستہلک ملک مستہلک ہوکر صرف کیا جائے تو اس کا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا، اگر یہ ہے تو اہلِ مدرسہ کے امیر انجمن کو سخت دقت ہے، امید ہے کہ جواب باصواب سے مشفی فرمائیں۔

جواب: - مہتمم مدرسہ کا نائب جملہ طلبہ کا ہوتا ہے جیسے امیر نائب جملہ عام کا ہوتا ہے، پس

[1] امداد الفتاوی ص ۲۶۱ تا ۲۶۶ ج۲ عنوان، "مکاتیب از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور الله مرقدهٗ، فرعیات، مطبوعه زکریا دیوبند.

[2] تذکرة الرشید ص: ۱۶۴ – ۱۶۵، تذکرة الرشید، شبهات فقیبه ومسائل مختلف فیها، مطبوعه اشاعت العلوم محله مفتی سهارنپور.

جوشئ کسی نے مہتمم کودی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے، اس کے قبضہ سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہوگیا اگر چہ وہ مجہول الملکیت والذات ہوں مگر نائب معین ہے، پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی اس میں نہیں ہوسکتی، اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہوسکتا ہے، بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہوگی اور نہ خود معطی کی ملک رہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اس مختصر سے جواب میں زید کے جملہ اشکالات کا حل موجود ہے، بشرطیکہ فکرِ عمیق سے مطالعہ کیا جائے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۱۲/۶۵ھ

دوبارہ جوتنقیحات اوران کے جوابات زید کی طرف سے نقل کئے گئے ہیں ان کو دیکھا ان کے دیکھنے کے بعد بھی اصل مسئلہ کے جواب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس لئے اب بھی بندہ کی رائے وہی ہے کہ صورتِ مسئلہ کے جواب میں کوئی فرق نہیں آیا، اس لئے اب بھی مسئلہ اختلافی ہے، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ دونوں کا اس میں اختلاف ہے[1] بعد میں بھی فقہاء کا اختلاف رہا ہے، حضرت گنگوہیؒ کی تحریر مفتی صاحب نے نقل کردی ہے، اس لئے اس میں کلام کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔فقط سعید احمد غفرلہٗ ۱۸/ ذی الحجہ ۶۵ھ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/ ذی الحجہ ۶۵ھ

زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کرنا

سوال:-ایک مدرسہ اسلامیہ مقروض ہے اور چندہ کے پیسہ سے چلتا ہے، اس کی مالی حالت بہت کمزور ہے، کیا زکوٰۃ کے پیسے سے مدرسہ کا قرض ادا کیا جاسکتا ہے جب کہ مدرسہ میں کوئی طالب علم یتیم نہیں ہے؟ مدرسہ بہت قرض دار ہے۔

[1] قال فی البحر : ولو تصدق عنه بأمرهٖ جاز ویرجع بما دفع عند أبی یوسف وعند محمد لا یرجع إلا بشرط الرجوع، شامی زکریا ص ۱۸۸ ج ۳ کتاب الزکاۃ، البحر الرائق کراچی ص ۲۱۰ ج ۲ کتاب الزکاۃ.

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ ادا ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی غریب مستحق کو اس کا مالک بنادیا جائے، پس جو پیسہ مدرسہ میں زکوٰۃ کا دیا گیا ہے اگر براہِ راست اس سے مدرسہ کا قرض ادا کردیا جائے، تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اس کا ضمان لازم ہوگا[1]۔

نوٹ: زکوٰۃ کا پیسہ براہِ راست تنخواہ وتعمیر میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں[2] فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مدارس کے طلبہ کی انجمنوں کو زکوٰۃ

سوال:- دارالعلوم دیوبند میں جتنی بھی انجمنیں ہیں، مثلاً پورنیہ والوں کی الگ ہے، چمپارن کی الگ ہے، ہر ضلع کی الگ الگ ہے، ان انجمنوں سے طالب علم مالی وکتابی ہر صورت کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جس کو آپ بخوبی جانتے ہوں گے، ایسی انجمنوں میں زکوٰۃ کا مال یا صدقۃ الفطر یا چرم قربانی یا صدقہ وغیرہ جتنے بھی ایسے مال ہوں جو صاحبِ نصاب پر واجب ہورہے ہیں، ان مالوں کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی صورت کیا ہے؟ اور اگر نا جائز ہے تو کیوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی کا غریبوں پر صدقہ کردینا واجب ہے، پس جو انجمن صحیح مصرف میں خرچ کرنے کا انتظام کرے اسکو دینا درست ہے۔ محض قرض دینے یا مستعار کتابیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی ایسے پیسہ سے غریب مستحق طلباء کو کھانا کپڑا دینا درست ہے[3]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۴/۱۱/۹۲ھ

---

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا إباحۃ شامی کراچی ص: ۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مکتب میں زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی

سوال:- ہمارے یہاں ایک مکتب اسلامیہ درجہ چہارم تک قائم ہے، جس میں دو مدرسین کام کرتے ہیں، سڑک بورڈ ضلع میرٹھ سے مبلغ پندرہ روپیہ ماہور بطور امداد مقرر ہے، تعداد طلبہ ۲۷ر ہے، مکتب مذکور ضلع کے خاص مکتبوں میں شمار کیا جاتا ہے، یہاں کے مسلمانوں کی حالت نہایت کمزور ہے، مکتب کی مالی امداد سے مجبور ہیں طلباء سے فیس وغیرہ قطعاً نہیں لی جاتی، اور غریب طلباء کے لئے کتابوں کا انتظام بمشکل چندہ سے کیا جاتا ہے مکتب میں درجہ تین وچار میں فارسی بھی پڑھائی جاتی ہے، دینیات میں رسالہ ہائے تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ پڑھائے جاتے ہیں، ایک حافظ قرآن کا اضافہ کر کے حفظ کلام جاری کرنے کا ارادہ ہے، ایسی صورت میں چرم قربانی، نیز زکوٰۃ کا روپے اس مکتب کی امداد میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اور چرم قربانی کو تعمیر یا تنخواہ میں یا وقفی کتب وقرآن شریف خریدنے میں صرف کرنا جائز نہیں، البتہ مستحق طلبہ کے وظائف میں صرف کرنا درست ہے، کہ ان طلباء کے کپڑے وغیرہ بنادیئے جائیں اگر مکتب متولی یا مہتمم غریب اور مستحق ہو اور مالکان زکوٰۃ یا قیمت چرم قربانی اس کو دیدیں، اور مالک بنادیں تو اسکو از خود تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست ہوگا۔[1]

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [2] ولا يصرف إلى بناء نحو مسجد وفي الشامي ...... وكل ما لا تمليك فيه، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۳ باب المصرف، تبيين الحقائق ص ۳۰۰ ج ۱، باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان.

[3] كذا يستفاد وفي الظهيرية: الأفضل لصاحب المال الظاهر أن يؤدى الزكاة إلى الفقراء بنفسه لأن هؤلاء لا يضعون الزكاة مواضعها، البحر الرائق كراچی ص ۲۲۳ ج ۲ فصل فی الغنم.

(صفحہ ہذا) [1] ويشترط ان يكون الصرف تمليكاً، الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۲۹۱ ج ۳ باب المصرف زيلعي ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف مطبوعه امداديه ملتان، تاتارخانية ص ۲۷۵ ج ۲ باب في من توضع الزكوٰة، مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

اسی طرح اگر کسی غریب مستحق کو دے کر قبضہ کرادیں، اور وہ اپنی طرف سے مکتب کے لئے دیدے تب بھی مکتب کی جمیع ضروریات میں صرف کرنا درست ہے یہ حکم ہے زکوٰۃ اور قیمت چرم قربانی کا[1]

اگر مالکان قیمت نہیں بلکہ خود چرم قربانی کا مہتمم مکتب کو مالک بنادیں تو اس کے لئے مہتمم کا غریب اور مستحق زکوٰۃ ہونا ضروری نہیں، بلکہ وہ مالدار ہونے کی حالت میں بھی اس کو حسبِ ضرورت صرف کرسکتا ہے[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۱۲/۱/۵۷ھ

مدارس میں زکوٰۃ کا مصرف

سوال:-(۱) زکوٰۃ کے روپیہ سے غریب ونادار طلبہ کی رہائش کے لئے حجرے بنانا آلات دستکاری خریدنا مدرسہ کے کتب خانہ کے لئے کتابیں خرید کر ایک وقت مقررہ کے لئے طلبہ کو مستعار دینا جائز ہے یا ناجائز۔

---

[1] ولا تدفع الزكاة لبناء مسجد او تكفين ميت الى قوله وإن أُريد الصرف إلىٰ هذه الوجوه صرف الىٰ فقير ثم يأمر بالصرف إليها فيثاب المزكى والفقير، مجمع الأنهر ص۳۳۰ ج۱ باب احكام المصارف طبع دار الكتب العلمية بيروت، الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۹۳، ۲۹۱ باب المصرف، فتاوى الهندية ص۳۹۲ ج۶ كتاب الحيل الفصل الثالث فى مسائل الزكاة، مطبوعه كوئٹه.

[2] وللمضحى أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغنى أو فقير مسلم أو كافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ ج۱۷ التصدق بلحوم الأضاحى وجلودها أقول أما الأمر بالتصدق بالاشياء المذكورة فمحمول على الندب، اعلاء السنن ص۲۶۳ ج۱۷ باب التصدق بلحوم الاضاحى وجلودها، مطبوعه ادارة القرآن كراچى ولا يصح دفعها اى الزكوٰة لكافر وغنى يملك نصابا الى قوله وجاز التطوعات من الصدقات وغلة الاوقاف لهم، طحطاوى مع المراقى ص۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر، تاتارخانية ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن فى المسائل المتعلقة بمن توضع الزكاة فيه مطبوعه ادارة القرآن كراچى.

(ب) زکوٰۃ کے روپے سے اگر کوئی مکان اس لئے خریدا جائے کہ اس کی آمدنی سے غریب طلباء کو امدادی وظائف دیئے جائیں گے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زکوٰۃ کے روپیہ سے مدرسین اور معلمین دستکاری کو تنخواہیں دینا درست ہے یا نہیں؟ براہ کرام جملہ امور کا جواب بحوالہ کتب مسلک احناف کے مطابق مرحمت فرمایا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) زکوٰۃ کے روپیہ کیلئے تملیک یعنی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنادینا شرط ہے، حجرے بنانے آلات دستکاری خریدنے اور کتب خرید کر مستعار دینے میں تملیک مستحق نہیں، لہٰذا زکوٰۃ کا روپے ایسے مواقع میں صرف کرنا درست نہیں البتہ اگر آلات اور کتب وغیرہ خرید کر بطور تملیک دیدیں تو یہ درست ہے نیز کسی مستحق کو زکوٰۃ کا روپیہ دیدیا جائے، اور وہ حجرے بنوادے یا کتب وغیرہ خرید کر مدرسہ میں وقف کردے تب بھی درست ہے، اورزکوٰۃ ادا ہوجائے گی: **وحیلة التکفین بها التصدق علٰی فقیرثم هو یکفن فیکون الثواب لهما وکذا فی تعمیر المسجد (درمختار[۱] نعمانیة ص: ۱۳۰)**

(ب) اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کیونکہ تملیک مستحق نہیں پائی گی بعد تملیک مکان وغیرہ بنوانا درست ہے[۲]

(۲) مدرسین اور معلمین دستکاری وغیرہ کی تنخواہ زکوٰۃ کے روپیہ سے دینا جائز نہیں البتہ اگر کسی

---

[۱] الدرالمختار علی الشامی نعمانیه ص: ۱۲، ج: ۲، کتاب الزکوة. مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً، شامی زکریا ص۲۹۳ ج۳ باب المصرف، مجمع الانهر ص۳۳۰ ج۱ باب احکام المصارف کتاب الزکاة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاوی الهندیة کوئٹه ص۳۹۲ ج۶ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکوٰة.

[۲] ویشترط الصرف تملیکا لا اباحة کما مر لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص: ۳۴۴، ج: ۲، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص ۳۰۰ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه امدادیه ملتان، فتاویٰ التاتارخانیة ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن فی مسائل المتعلقة بمن توضع الزکاة مطبوعه ادارة القرآن کراچی.

غریب مستحق کو زکوٰۃ دیدی اور وہ مدرسہ میں دیدے تو اس سے تنخواہ دینا درست ہوگا[۱]

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ گنگوہی

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۷/۸/۵۳ھ

ایضاً

سوال:- صدقہ فطر، چرم قربانی، صدقات اور عشر سے مندرجہ ذیل مصارف جائز ہیں یا ناجائز۔

(۱) طلباء کے درجات عالم، فاضل درس نظامی وغیرہ کی کتابیں خرید کر طلباء کو مستعار دینا۔

(۲) مدرسہ کی ملکیت میں جو کتب ان کی جلد بندی (۳) عمارت مدرسہ کا کرایہ (۴) غیر مستطیع طلباء جو امتحان عالم و فاضل، منشی و کامل میں شرکت کریں ان کی فیس اور کرایہ ریل آمد و رفت (۵) مدرسہ کیلئے ضروری سامان چٹائی میز کرسی وغیرہ (۶) طلباء کو بطور انعام از قسم نقد یا کتب (۷) طلباء عربی کو وظیفہ علاوہ خوراک ولباس وغیرہ (۸) معلم قرآن و تجوید و قرأۃ کی تنخواہ (۹) اگر مدرسہ کی ذاتی عمارت نہ ہو تو مدرسہ کی تعمیر (۱۰) مدرسہ عربیہ کی ملکیت میں کتب مذہبی و ادب وغیرہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ناجائز ہے[۲] البتہ صدقات نافلہ کو جمیع مصارف مذکورہ میں صرف کرنا درست ہے، (۲) ناجائز[۳] (۳) ناجائز[۴] (۴) اگر وہ طلباء سید نہ ہوں تو خود ان کو دیدینا جائز ہے، (۵) ناجائز

---

[۱] والحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامره بفعل هٰذه الاشیاء. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص:۲۹۳، ج:۳، باب المصرف، مجمع الأنهر ص۳۳۰ج۱ کتاب الزکاة باب احکام المصارف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ الهندیة کوئٹه ص۳۹۲ج۶ کتاب الحیل الفصل الثالث فی مسائل الزکاة.

[۲] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة (الدر المختار علی الشامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف) شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۰ج۱ باب المصرف، البحر الرائق کوئٹه ص ۲۰۱ اوائل کتاب الزکاة.

[۳] ملاحظه هو حواله نمبر(۱) [۴] ملاحظه هو حواله نمبر (۱)

(۶) جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق ہوں اور سید نہ ہوں[۱] (۷) جائز ہے بشرط مذکور[۲] (۸) ناجائز ہے، (۹) ناجائز ہے (۱۰) ناجائز ہے اگر کسی غریب مستحق کو زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی کی قیمت دیدی جاوے اور وہ خود اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کو جمیع مصارف مذکورہ بالا میں صرف کرنا درست ہے[۳]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۱۹/۱۱/۵۳ھ

صحیح: عبداللطیف عفااللہ عنہ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲۲/ذی قعدہ ۵۳ھ

مدارس میں زکوٰۃ

سوال:-(۱) اہل مدارس مدارس کے جملہ اخراجات کیلئے مدرسہ کے نام و پتہ کی چھپی ہوئی رسیدوں پر زکوٰۃ وصدقات واجبہ وصول کرتے ہیں یہ ان کا خود ساختہ نواں مصرف ہے۔

(۲) رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ، کلینڈر، روداد، کارڈ، کے سہارے زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی وصولی کا مروجہ طریقہ نبی کریم ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) اس جدید اختراعی طریقۂ وصولی کو بروئے کار لانے کے لئے علماء فقہاء کرامؒ کا کہیں اجماع نہیں ہوا، اس پر عمل کرنے والے جو یہ نہیں جانتے کہ کس کی سنت ہے۔

(۴) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کا تعلیمی مشغلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

[۱] مصرف الزكوٰة هو فقير الى قوله وفى سبيل الله وهو منقطع الغزاة وقيل الحاج، وقيل طلبة العلم الاختلاف انما هو فى تفسير المراد بالأية لا فى الحكم أن الاصناف كلهم سوى العامل يعطون بشرط الفقر الى قوله ولا يصرف الى بنى هاشم الدر المختار مع الشامى زكريا باب المصرف ص ۲۸۹/۲۹۰/۲۹۹ طحطاوى مع المراقى ص ۵۹۲/۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر.

[۲] حوالۂ بالا.

[۳] أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الأشياء الخ. (الدرالمختار على الشامى نعمانية ص: ۶۳، ج: ۲، باب المصرف)

(۵) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے لئے طلباء علم دین کی حیثیت بالکل غیر منصوص ہے۔

(۶) مدارس ومکاتیب نہ بیت المال ہیں نہ مثل بیت المال اور نہ ان کے **محصلین عاملین علیھا** ہیں۔

(۷) مدارس کے محصلین زکوٰۃ دہندگان پر مسلط کئے گئے وکیل ہوتے ہیں۔

(۸) معطیان زکوٰۃ پر وکیل مسلط کرنا غیر شرعی ہے، یہ تجارتی نقطۂ نظر ہے۔

(۹) رسید بک، پوسٹر، کتابچہ، چارٹ کلینڈر، کارڈ وغیرہ کی طباعت بھی تجارتی نقطۂ نظر سے کی جاتی ہے، اور ان کی طباعت میں قوم کا ہزاروں روپیہ فضول خرچ کیا جاتا ہے۔

(۱۰) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی آدھی رقم مدارس کے مقررہ غیر شرعی وکیل اپنے خرچ میں لاتے ہیں۔

(۱۱) یہی رقم مدرسین کی تنخواہوں میں، دارالاقامہ ومدارس کی تعمیر ومرمت میں کلینڈر، چارٹ رسیدوں وغیرہ کی طباعت میں مقدمات اور مہمان نوازی وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے جب کہ شرعاً ممنوع ہے۔

(۱۲) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم کا بمشکل دسواں حصہ ہی غریب طلباء پر خرچ ہوتا ہے۔

(۱۳) اہل مدارس اپنی مرضی کے مطابق خرچ کرتے ہیں مستحقین طلباء کو مالک نہیں بناتے اور زکوٰۃ جب تک مستحق کی ملکیت میں نہیں دی جاتی ادا نہیں ہوتی۔

(۱۴) نبی کریم ﷺ سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرمادیا کرتے تھے، اہل مدارس زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم سالہا سال تحویل میں رکھتے ہیں نہ جانے یہ کس کا طریقہ ہے۔

(۱۵) کسی مستحق کو زکوٰۃ کی رقم اتنی دی جائے کہ وہ صاحب نصاب نہ بن جائے اہل مدارس اتنی رقوم جمع کر لیتے ہیں کہ اگر وہ مستحق طلباء میں تقسیم کی جائے تو وہ سبھی صاحب نصاب بن جائیں اور کثیر رقم بچ جائے۔

(۱۶) ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے، اہل مدارس دور دراز شہروں سے زکوٰۃ

وصول کراتے ہیں۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گنہ گار اور مشرک وکافر کا بھی ایک دن کے لئے کھانا بند نہیں کرتے لیکن اہلِ مدارس انہیں مہمانانِ رسول ﷺ کا کھانا مہینوں بند رکھتے ہیں، جب کہ وہ امتحان میں کم نمبر پاتے ہیں جب کہ انہیں کا نام لے کر زکوٰۃ وصدقات وصول کرتے ہیں۔

(۱۸) ان مدارس میں بعض ایسے محصل بھی ہوتے ہیں جو وصول کم اور خرچ زیادہ کرتے ہیں اپنے خرچ کی بقیہ رقم مدرسہ کی تحویل سے لیتے ہیں۔

(۱۹) کلام الٰہی اتنا مطہر ہے کہ مومن پاک ہونے پر بھی بلا وضو چھو نہیں سکتا، اس علم نبوت کے حاصل کرنے اور کرانے والے کے لئے میل کچیل کا استعمال علم مطہر کی توہین ہے۔

(۲۰) زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے مطلق آٹھ مصارف ہیں (سورۂ توبہ رکوع ۱۴) (۱) فقراء جن کے پاس کچھ نہ ہو، (۲) مساکین جن کو بقدر ضرورت میسر نہ ہو (۳) عاملین علیہا جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل صدقات پر مامور ہوں، (۴) مؤلفہ قلوب جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں، حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد یہ مصرف باقی نہیں رہا، (۵) رقاب، یعنی غلاموں کو آزاد کرانے میں (۶) غارمین، یعنی وہ لوگ جن پر کوئی حادثہ آپڑا اور وہ مقروض ہو گئے (۷) فی سبیل اللہ جہاد وغیرہ جانے والوں کو (۸) ابن السبیل، وہ مسافر جو بحالت سفر مالک نصاب نہ ہو گو مکان پر دولت رکھتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کی فرضیت قرآن کریم سے ثابت ہے تقریباً بتیس آیات میں اقامت صلوٰۃ کیساتھ ایتاء زکوٰۃ کا بھی حکم ہے، نبی اکرم ﷺ کو حکم ہے: "**خذ من اموالهم صدقة**" (الآیۃ)[1]

زکوٰۃ کے مصارف بھی بتائے گئے ہیں: "**انما الصدقات للفقراء**" (الآیۃ)[2]

---

[1] سورہ توبہ پارہ ۱۱/ آیت: ۱۰۳/ ترجمہ : آپ ان کے مالوں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعے سے آپ ان کو پاک صاف کردیں ۔۱۲ بیان القرآن۔

[2] سورہ توبہ پارہ: ۱۰/ آیت: ۶۰/ **ترجمہ**:- صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اپنی طرف سے آدمی مقرر کر کے بھیجے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا عزم فرمایا جیسا کہ صحاح کی روایت میں موجود ہے[1]، زکوٰۃ کے لئے ترغیب دینا آدمیوں کے ذریعے پیغام بھیجنا نبی اکرم ﷺ سے اور خلفاء راشدین سے صاف صاف منقول ہے[2]، دینی مدارس کے غیر مستطیع طلبہ جو کہ سید نہ ہوں وہ بھی مستحق زکوٰۃ ہیں اور فقراء و مساکین میں داخل ہیں[3] اس نوع کو نویں قسم قرار دینا غلط ہے، علم دین کی تحصیل کوئی جرم نہیں کہ جس کی وجہ سے فقر و مسکنت کے باوجود زکوٰۃ دینا منع ہو، معترض صاحب نے جو اپنے ہینڈ بل کے ۲۰ر میں تلقین کی ہے کہ کسی طالب علم کو دینے کا طریقہ یہ ہے کہ براہ راست دیجئے، تو

[1] عن أبی هريرة قال لمّا توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر بعده ...... فقال ابو بكر والله لاقاتلنّ من فرق بين الصلوة والزكوٰة فان الزكوٰة حق المال والله لو منعونى عقالاً، كانوا يؤدّونه الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم علٰى منعه الى اخره مسلم شريف ص۳۷ ج ۱ كتاب الايمان باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا : لاإله إلا اللّٰه مطبوعه مكتبهٔ رشيديه دهلى، مشكوٰة شريف ص۱۵۷ ج ۱ كتاب الزكوٰة الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] عن أنس أن أبا بكر كتب له هذا الكتاب لمّا وجّهه الى البحرين بسم الله الرحمٰن الرحيم هذه فريضة الصدقة التى فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم على المسلمين والتى امر الله بها رسوله الخ مشكوٰة المصابيح ص۱۵۸ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب ما يجب فيه الزكوٰة عن زينب امرأة عبد الله قالت خطبنا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال يا معشر النسآء تصدقن الخ مشكوٰة المصابيح ص۱۵۹ باب ما يجب فيه الزكوٰة مطبوعه ياسر نديم عن ابى حميد الساعدى قال استعمل رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم رجلاً من الاسد على صدقات بنى سليم يدعى ابن اللّتبيّة فلما جاء حاسبه، بخارى شريف ص۲۰۳ ج ۱ كتاب الزكوٰة باب قول الله تعالٰى والعاملين عليها مطبوعه مكتبهٔ اشرفيه ديوبند.

[3] أن طالب العلم أى الشرعى يجوز له اخذ الزكاة قلت وهو كذلک والّا وجه تقييده بالفقير الدر المختار مع الشامى زكريا ص۲۸۵، ۲۸۶ ج۳ ولا يصرف الى بناء نحو مسجد الى قوله ولا الى هاشم شامى زكريا ص۲۹۹ ج۳ كتاب الزكوٰة باب المصرف، طحطاوى مع المراقى ص۵۹۲، ۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر.

انہوں نے یہ نیا مصرف کہاں سے نکالا، نیز اسی ہینڈ بل میں ۲۰ ر میں یہ بھی گلہ کیا ہے کہ طلباء پر رقم زکوٰۃ کی کم خرچ کی جاتی ہے اور ان کو مالک نہیں بنایا جاتا اگر یہ

مصرف نیا اور نوا اس ہے جو کہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں پھر گلہ کیوں ہے، معترض صاحب کے ہینڈ بل کے ۱۴ ر میں یہ لکھنا کہ نبی اکرم ﷺ سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم کر دیا کرتے تھے، اور اس کو کلیہ سمجھنا حدیث پاک اور سیرت مبارکہ ﷺ سے عدم واقفیت پر مبنی ہے، بخاری شریف میں مذکور ہے کہ صدقہ کی حفاظت کے لئے ایک صحابی کو مقرر فرمایا انہوں نے وہاں نماز کی نیت باندھ لی رات کا وقت تھا ایک چور آیا، اس نے اس میں سے کچھ لیا، انہوں نے نیت توڑ کر اس کو پکڑ لیا، کہ چل حضور ﷺ کے پاس اس نے معذرت کی کہ آمدنی کم ہے اور عیال زیادہ اس لئے میں نے ایسا کیا آئندہ نہیں کروں گا، انہوں نے اس کو چھوڑ دیا، صبح کو جب حاضر خدمت ہوئے تو یہ واقعہ پیش ہوا، تو حضور ﷺ نے فرمایا وہ جھوٹا ہے، پھر آئے گا، چنانچہ دوسری اور تیسری رات پھر آیا پھر تیسری شب جب انہوں نے خدمت اقدس ﷺ میں لے جانے پر زور دیا تب اس نے کہا کہ میں آپ کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ آپ جہاں اس کو پڑھ دیں گے میں وہاں نہ آؤں گا اس نے آیت الکرسی بتلائی پھر صبح کو خدمت اقدس میں حاضری ہوئی قصہ بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ جھوٹا مگر بات سچی بتا گیا۔ وہ شیطان تھا[1]

اگر تمام صدقات سونے سے پہلے تقسیم فرما دینے کا معمول حتمی تھا تو آخر اس کی نوبت کیوں آئی، نیز اہل عرینہ کا واقعہ بھی بخاری شریف اور دیگر صحاح میں مذکور ہے، کہ ان کو مدینہ طیبہ کا پانی

---

[1] عن أبی ہریرة قال وکّلنی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم بحفظ زکوٰۃ رمضان فاتانی اٰتٍ فجعل یحثو من الطعام فاخذتہ فقلت لَاَرْفَعَنَّکَ إلی رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فقصّ الحدیث فقال إذا اوّیتَ الی فراشک فاقرأ اٰیة الکرسی لن یزال من اللہ حافظا ولا یقربک شیطان حتی تصبح وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صدقک وھو کذوب ذاک شیطان، بخاری شریف ص ۷۴۹ ج ۲ کتاب فضائل القرآن باب فضل البقرة ایضاً بخاری شریف ص: ۳۱۰، ج: ۱، کتاب الوکالة . باب اذاوکل رجلاً فترک الوکیل فاجازہ الموکل فھو جائز الخ حدیث نمبر ۲۲۵۴ مطبوعہ اشرفی دیوبند.

موافق نہیں آیا مریض ہوگئے تو ان کو ایک مقام پر بھیج دیا کہ وہاں صدقہ کے اونٹ چرتے ہیں وہاں جا کر رہو سہو چنانچہ وہ گئے اور کچھ روز تک رہے تندرست ہوگئے راعی کو قتل کیا مثلہ کیا اونٹوں کو بھگا لے گئے جس وقت خبر پہنچی حضور ﷺ نے ان کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے وہ پکڑے ہوئے آئے[1] اگر سونے سے پہلے تمام صدقات تقسیم فرما دیتے تھے تو اتنے روز تک یہ صدقے کے اونٹ کیسے باقی رہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صدقات واجب التملیک کی حفاظت کا مستقل انتظام فرما رکھا تھا، وقتاً فوقتاً حسب ضرورت و مصلحت مستحقین کو دیتے تھے،[2] صحابہ کرام تمام امت سے افضل تھے،[3] اصحاب صفہ کا ایک خاص مقام تھا کہ قرآن کریم اور علم دین حاصل کرنے کیلئے اپنے آپ کو وقف

---

[1] عن أنس قال قدم أناس من عُكل وعرينة فاجتوو المدينة فامرهم النبيّ صلى الله عليه وسلم بلقاح وأن يشربوا من ابوالها وألبانها فانطلقوا فلمّا صحّوا قتلوا راعى النبيّ صلى اللّٰه عليه وسلم واستاقوا النعم فجاء الخبر فى اول النهار فبعث فى اٰثارهم فلمّا ارتفع النهار جئ بهم الخ بخارى شريف ص: ٣٦، ج: ١، كتاب الوضو. باب ابواب الابل والد واب الخ حديث٢٣٣ وبخارى شريف ص: ٦٠٢، ج: ٢، كتاب المغازى. باب قصة عكل وعرينة. حديث٤٠٣٩ مطبوعه اشرفى ديوبند.

[2] فبلغ خراج السواد والجبل على عهد عمرؓ مائة ألف الف وعشرين ألف ألف واف، والواف درهم ودانقان إلى قوله وهو أول من دوّن الديوان وكتب الناس على قبائلهم وفرّض لهم الاعطية طبقات ابن سعد ص ٢٨٢ ج٣ وفيه واتخذ عمرؓ دار الرقيق وقال بعضهم الدقيق فجعل فيها الدقيق والسويق والتمر والزبيب وما يحتاج إليه يعين به ص٢٨٣ ج٣ وفيه، وكان عمر بن الخطّاب يحمى النقيع لخيل المسلمين ويحمى الرّبذة والشرف لا بل الصدقة، طبقات ابن سعد ص ٣٠٥ ج٣ ذكر استخلاف عمر رضى الله عنه مطبوعه دار الفكر بيروت، وكان عمر رضى الله عنه يعطيهم على قدر الحاجة والفقه والفضل والاخذ بهذا فى زماننا احسن شامى زكريا ص ٣٥٢ ج٦ كتاب الجهاد باب العشر والخراج مطلب تحقيق مهم فى توجيه الوظائف.

[3] عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير امّتى القرن قوله صلى الله عليه وسلم خيركم قرنى وفى رواية خير امّتى وفى رواية خير النّاس قرنى ثم الذين اتفق العلماء علىٰ ان خير القرون قرنه صلى الله عليه وسلم والمراد اصحابه، شرح مسلم شريف للنوى، الصحيح المسلم ص ٣٠٩/٣٠٨ ج٢ باب فضل الصحابة مطبوعه مكتبۂ بلال ديوبند، مرقاة المفاتيح ص ٥٢٠ ج٥ باب مناقب الصحابة مطبوعه بمبئى.

کئے ہوئے تھے، اہل وسعت صحابہؓ صدقات انکو دیا کرتے تھے[۱] تو قرآن کریم وعلم دین حاصل کرنے کیلئے آدمی کا طاہر ومطہر ہونا ضروری ہے، تو یہ صدقات ایسے لوگوں کو حضور ﷺ کی طرف سے اور آپکی ہدایت کے مطابق دوسرے صحابہ کی طرف سے کیوں دیئے جاتے تھے۔

ایک شہر سے دوسرے شہر کو زکوٰۃ بھیجنا یا منتقل کرانا اگر ہر صورت میں مکروہ ہے تو حضور ﷺ کے عامل بھی حضور اکرم ﷺ کی طرف سے مختلف بستیوں میں جاتے تھے،[۲] اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مختلف بستیوں میں جاتے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا انتظام فرمایا تھا، کہ دوسرے شہروں سے زکوٰۃ منگوائی جاتی تھی،[۳] اگر اپنے عزیز رشتہ دار دوسرے شہر میں ہوں تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ نہیں، اسی طرح زیادہ دیندار دوسری جگہ ہوں، تو وہاں بھیجنا بھی مکروہ

---

[۱] قال وأهل الصفة أضياف الإسلام لا يأوُون علىٰ اهل ولا مال إذا آتته صدقة بعث بها اليهم ولم يتناول منها شئ وإذا أتته هدية اَرُسل إليهم وأصاب منها وأشركهم فيها، وتقدم فى باب علامات النبوة حديث عبد الرحمٰن بن ابى بكر أن اصحاب الصفة كانوا ناسا فقراء وان النبى ﷺ قال من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث الحديث فتح البارى ص۶۸/۷۳ج۱۳ باب كيف كان عيش النبى واصحابه. مطبوعه دارالفكر بيروت،

[۲] عن أبى هريرة قال بعث رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم عُمَرؓ (اى ارسله عاملا) على الصدقة الى آخر الحديث عن ابى حميد الساعدى قال استعمل النبى صلى الله عليه وسلم رجلاً من الازد يقال له ابن اللتبية على الصدقة والمعنى جعله عاملاً على الصدقة وساعيا فى اخذها، مرقاة المفاتيح ص۴۱۶/۴۱۵ج۲ كتاب الزكوٰة طبع بمبئى مشكوٰة شريف ص۱۵۶ج۱ كتاب الزكاة طبع ياسر نديم ديوبند، تؤخذ من اغنيائهم دليل على ان الامام يرسل السعاة الى اصحاب الاموال لقبض صدقاتهم من امر بدفعها، عمدة القارى ص۲۳۸ ج۴ الجزء الثامن وجوب الزكوٰة طبع دار الفكر بيروت.

[۳] عن حوشب ابن بشر الفزارى عن أبيه قال رايتنا عام الرمادة وحصّت السنة اموالنا فيبقىٰ عند العدد الكثير الشئ لا ذكر له فلم يبعث عمر، تلك السنة السُعاة فلمّا كان قابل بعثهم فأخذوا عقالين فقسموا عقالاً وقدموا عليه بعقال إلى قوله وكان عمر رضى اللّٰه عنه يبعث السعاة فيأمرهم أن يأتوا الناس حيث كانوا، طبقات ابن سعد ص۳۲۳ج۳ ذكر استخلاف عمر رضى اللّٰه عنه مطبوعه دار الفكر بيروت، حاشية سنن أبى داؤد رقم الحاشية۱ ص۲۱۷ ج۱ أول كتاب الزكوٰة، مكتبهٔ سعد ديوبند.

نہیں[1] کتب فقہ بحرالرائق[2]، شامی[3]، عالمگیری[4]، مجمع الانہر[5] میں یہ مسائل مذکور ہیں، تو اگر دور دراز سے لوگ دینی مدارس میں زکوٰۃ بھیجیں، جن کے رشتہ دار پڑھتے ہیں اور جہاں جہاں حاجت مند ہیں اور جہاں زیادہ اہل دین ہیں تو کوئی کراہت نہیں[6] البتہ زکوٰۃ کا مستحق کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے خواہ اس کو نقد دیا جائے، یا اس کی ضرورت کے مطابق گرمی سردی کے کپڑے دیئے جائیں یا کتابیں دی جائیں، یا ان کو کھانا دیا جائے، زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہوں میں تعمیر میں، جنتری میں، کلینڈر، رسید بہی وغیرہ طبع کرانے میں خرچ کرنا درست نہیں ہے[7] جو ارباب مدارس ایسا کرتے ہیں ان کو اس کا لحاظ رکھنا واجب ہے اللہ پاک نے براہ راست: " آتوا الزکوٰة "[8] کا خطاب فرمایا ہے، پھر اپنے نبی ﷺ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے حکم دیا، یعنی مسلط فرمایا: ''خذ من اموالھم صدقة''[9] پھر حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مسلط فرمایا، یمن کے دو ڈویزن تھے، ایک پر حضرت معاذ رضی اللہ

---

۱ ملاحظه هو حواله نمبر ۸.

۲ البحرالرائق ص: ۲۵۰، ج: ۲، باب المصرف.

۳ ملاحظه هو حواله نمبر: ۸/

۴ عالمگیری کوئٹه ص: ۱۹۰، ج: ۱، الباب السابع فی المصارف.

۵ مجمع الانهر ص: ۳۳۳، ج: ۱، باب فی بیان احکام المصرف. مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت.

۶ وکره نقلها اِلا الٰی قرابته اواحوج اوا صلح أو أورع او انفع للمسلمین أو غلی طالب علم او الی الزهاد. درمختار ص۶۸، ۶۹، ج: ۲، نعمانیه. باب المصرف، فتاوی الهندیة کوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فی المصارف بحر کوئٹه ص ۲۵۰ ج ۲ باب المصرف.

۷ ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا إباحة کما مرّ ولا یصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میتٍ الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۲۹۱ ج ۳ باب المصرف، مجمع الأنهر ص ۳۳ ج ۱ باب احکام المصرف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف.

۸ سورة البقرة الآیة ۴۳.

۹ سورة التوبة رقم الآیة ۱۰۳.

عنہ کو اور دوسرے پر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مسلط فرمایا وغیرہ وغیرہ[۱] پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عاملین کو مقرر فرمادیا، اور جنہوں نے اداءِ زکوٰۃ سے انکار کیا ان سے قتال کے لئے آمادہ ہوگئے[۲] پھر ان کے بعد دیگر خلفاء نے اس سلسلہ کو باقی رکھا۔[۳]

آج تسلیط کی قوت نہیں، ترغیب وترہیب کا وقت ہے، یہ سلسلہ جاری ہے، جس طرح کسی آدمی کے ذریعہ زبانی پیغام دے کر زکوٰۃ وصول کی جاتی ہے، اسی طرح خط اشتہار وغیرہ کے ذریعہ ترغیب دی جاتی ہے، اس پر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ ریل اور جہاز میں سوار ہوکر حج کرنا کہاں سے ثابت ہے، حضور ﷺ نے تو اونٹ پر سوار ہوکر مسافت طے فرمائی ہے، ریل اور جہاز سے سفر نہیں فرمایا، ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بالکل ناسمجھی کا ہے، اگر تربیت وتہذیب کے لئے کوئی سزا مناسب تجویز کی جائے جو حدود شرع کے اندر ہو تو اس میں کیا مضائقہ ہے، یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کافر ومشرک کا کھانا بند نہیں کرتے تو مہمانان رسول ﷺ کا کھانا کیوں بند کیا جاتا ہے، یہ بھی ناسمجھی پر مبنی ہے، کسی شخص سے زنا کا صدور ہوجائے اس کو سنگسار کیا جاتا ہے یا کوڑے مارے جاتے ہیں اگر کوئی سوال کرنے لگے کہ کافر ومشرک کفر وشرک میں مبتلا ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نہ سنگسار کرتے

۱؎ عن ابی هريرة قال لمّا توفی رسول الله صلى الله عليه وسلم واستخلف ابوبكر بعده ...... فقال أبو بكر واللّٰه لا قاتلنّ من فرق بين الصلوٰة والزكاة فان الزكاة حق المال واللّٰه لو منعونی عقالاً كانوا يؤدّونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعه الخ مسلم شريف ص۳۷ ج ۱ كتاب الايمان باب الامر بقتال الناس حتى يقولوا لا اله الا اللّٰه، مكتبهٔ رشيديه دهلی، مشكوٰة شريف ص۱۵۷ ج ۱ كتاب الزكاة الفصل الثالث مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

۲؎ عن سالم عن ابيه قال كتب رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم كتاب الصدقة فلم يخرجه الى عماله حتى قبض فقرنه بسيفه فعمل به ابو بكر حتى قبض ثم عمل به عمر حتى قبض الخ ابوداؤد شريف ص۲۱۹ ج ۱ كتاب الزكاة باب فی زكوٰة السائمة، مكتبهٔ سعد ديوبند.

۳؎ عن ابی بردة قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابا موسى ومعاذ بن جبل الى اليمن قال وبعث كل واحد منهما على مخلاف قال واليمن مخلافان الخ بخاری شريف ص۶۲۲ ج۲ كتاب المغازی باب بعث ابی موسٰی ومعاذ الى اليمن، مكتبهٔ اشرفية ديوبند.

ہیں نہ کوڑے مارتے ہیں تو مسلمان کو یہ سزا کیوں دی جاتی ہے، کوئی شخص تہذیب سکھانے کے لئے اپنے بچے کو کمر پر چپت مار دیتا ہے جس سے اس کی غلطی پر تنبیہ ہوا گر وہ بچے مطالبہ کرے کہ جو غلطی میں نے کی اس سے بڑی غلطی کافر کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو انہیں چپت نہیں مارتا آپ نے مجھے چپت کیوں ماری، ظاہر ہیکہ اس کا قول ناسمجھی پر محمول کیا جائے گا کیونکہ اس میں بات سمجھنے کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

زکوٰۃ وغیرہ مدارس میں

سوال:- کیا صدقہ فطر، قربانی کی کھال اور زکوٰۃ وغیرہ دینی مدارس میں دے سکتے ہیں اسی طرح کیا انہیں مساجد کی تعمیر وغیرہ میں خرچ کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

یہ چیزیں براہ راست مدرسہ یا مسجد وغیرہ کے کسی ملازم کی تنخواہ یا تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا درست نہیں [۱] البتہ دینی مدارس کے مستحق طلباء پر صرف کرنا درست ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ وغیرہ مدرسہ میں

سوال:- ایک بہت بڑا موضع مسلمانوں نے آباد کیا ہے مگر وہاں کے لوگ بہت جاہل اور لاعلم

[۱] ویشترط ان یکون الصرف تملیکاً لا یصرف الیٰ بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت لعدم التملیک الی قوله ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامر بفعل هذه الاشیاء الدر المختار مع الشامی نعمانیة ص۶۳،۶۲ ج۲ مجمع الأنهر ص۳۳۰ ج۱ باب احکام المصرف طبع دار الکتب العلمیة بیروت، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج۲ اوائل کتاب الزکاة.

ہیں عام طور سے غیر مستطیع ۸۵/ فیصد ہیں، شرعی و مذہبی رسم ورواج سے بالکل بے بہرہ ہیں یہاں پر ایک مکتب جاری کیا گیا، بے حد کوشش کی گئی کہ مکتب میں کوئی رقم ماہانہ دی جائے لیکن لوگوں نے نہیں دیا، مکتب بار بار مع عمارت کے ختم ہوتا گیا، لیکن لوگوں نے توجہ نہیں کی، یہاں کے لوگ وعظ و پند کی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، مکرر سہ کرر لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن برابر ناکامی رہی، یہ دیکھ کر ایک صاحب نے کوشش کر کے چالیسواں حصہ غلّہ فطرہ زکوٰۃ کچھ معمولی رقم بیرونی حضرات سے اعانت لیکر مدرسہ چلانا شروع کیا اور عمارت بھی بنوایا ابھی بن رہا ہے اب مدرسہ میں مدرسین ہیں علاوہ دینیات کے ہندی اور جغرافیہ حساب وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے، اب نادار طلبہ کو مدرسہ سے کتابیں دی جاتی ہیں، مگر اب تک گاؤں کے لوگوں نے اس پر توجہ نہیں کی اور نہ کچھ مدد کرتے ہیں صرف چالیسواں غلّہ سے کچھ مدد کر دیتے ہیں، یہاں کے لوگ عموماً جاہل اور بخیل ہیں، مذہبی قانون سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے، یہاں مدرسہ اسلامیہ کا ہونا بہت ضروری ہے، سوال یہ ہیکہ بحالتِ مجبوری ہر قسم کی رقوم سے مدرسین کی تنخواہ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ زکوٰۃ دہندگان کی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جن رقوم (زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قیمت چرم قربانی، نذر کفارہ یمین صوم وغیرہ) میں تملیک ضروری ہے، ان کو تعمیر یا تنخواہ میں براہِ راست صَرف کرنا جائز نہیں[1]، ایسا کرنے سے واجب ادا نہ ہوگا البتہ نفلی خیرات وصدقات کو تعمیر وتنخواہ میں بھی صرف کیا جاسکتا ہے[2]، جو حضرات اہلِ دین مدارس

[1] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ. (الدرالمختار علی الشامی نعمانیة ص: ۶۲، ج:۲، باب المصرف)، بحر کوئٹہ ص ۲۰۱ ج۲ اوائل کتاب الزکاة، مجمع الأنهر ص ۳۳۰ ج ۱ باب احکام المصرف مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت.

[2] ولا یجوز ان یبنی بالزکاة المسجد الی قوله ولایدفع الی بن هاشم فامّا التطوع فیجوز الصرف الیهم، فتاویٰ الهندیه کوئٹه ص ۱۸۹/۱۸۸ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، طحطاوی مع المراقی ص ۵۹۳ باب المصرف مطبوعه مصر، تاتارخانیة ص ۲۷۵ ج ۲ الفصل الثامن، من توضع الزکاة فیه طبع ادارة القرآن کراچی.

چلاتے ہیں، اور طریق سے واقف ہیں، نیز اللہ پاک نے ان کو خشیۃ اور تقویٰ بھی عطا فرمایا ہے، ان کے وعظ کرائے اور ان سے مشورہ لیں اپنی بستی حالت ان کو دکھائیں، وقتاً فوقتاً بستی کے لوگوں کو دیگر مقامات پر دینی مدارس کا معائنہ کرائیں کہ کس طرح وہ مدارس چلاتے ہیں اور ان کی کیسی کیسی علمی و عملی واخلاقی ترقیات ہوئی ہیں اور ان سے مخلوق کو کس قدر ہدایت ہوئی ہے اور فیض پہنچتا ہے، اس سے ان کے دلوں میں بھی شوق اور علم دین کا جذبہ پیدا ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۳/۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۳/۸۸ھ

بچیوں کے مدرسہ میں زکوٰۃ

سوال: - ایک بچیوں کا مدرسہ قائم ہوا، جس میں دینی تعلیم ہو رہی ہے لیکن اس کی مالی حالت کمزور ہے، اس لئے دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(الف) کیا اس مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دی جاسکتی ہے، اور اگر دی جاسکتی ہے تو دینے والا کس کو دینے کی نیت کرے؟ کیونکہ معلوم ہوا ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، تو کیا غریب اور نابالغ بچیوں کی نیت سے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(ب) زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کے ذمہ دار کو دی جائے گی اور وہ ذمہ دار بچیوں کو دے کر حیلۂ تملیک کرے گا تو کیا بچیاں اس سے مدرس کی تنخواہیں ادا کر سکتی ہیں؟

(ج) کیا بچیوں کو دے کر پھر اس رقم کو ان سے بطور فیس واپس لے کر مدرسہ کے حساب میں جمع کیا جاسکتا ہے اور پھر اس سے تنخواہیں دی جاسکتی ہیں؟

(د) نیز اس طرح صدقات خیرات فطرہ عید قربانی پر کھال کی قیمت عقیقہ پر بکرے کی کھال کی قیمت، فدیہ وغیرہ بھی ان بچیوں کی نیت سے دیگر ذمہ دار مدرسہ بحیلۂ شرعی اس کو ان سے لے کر عطیہ میں جمع کر سکتے ہیں، اور ان سے تنخواہیں وغیرہ ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

اگراس دینی مدرسہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے نہ کوئی وقف کی آمدنی ہے، نہ چندہ ہوتا ہے، نہ فیس وصول ہوتی ہے، تو بدرجۂ مجبوری رقم واجبُ التملیک کواسطرح صرف کرنا درست ہیکہ مستحق زکوٰۃ لڑکیوں کوتملیکاً دیدیں اوروہ مالک وقابض ہونے کے بعدمقررہ فیس میں ذمہ دارکو دیدیں، پھرذمہ داراس رقم کوتنخواہ یادیگرضروریات میں صرف کردے[۱]۔ لڑکیاں اگرچھوٹی ہوں اور ان کے اولیاء مستحق زکوٰۃ ہوں تو زکوٰۃ ان کے اولیاء کوبھی اس مقصد کے لئے دی جاسکتی ہے اورذمہ دارِمدرسہ، معلّمہ وغیرہ کوبھی دی جاسکتی ہے[۲] اس تشریح کے ساتھ کہ یہ زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ، فطرہ، قیمت چرمِ قربانی، نذروغیرہ سب کاحکم یہی ہے۔[۳] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۴/۹/۱۳۸۸ھ

نیم سرکاری مدرسہ میں زکوٰۃ

سوال:- گنگوہ میں ایک مدرسہ اسلامی محض قرآن کی تعلیم نیزضروری حساب واردو کی تعلیم

[۱] أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الاشياء الدر المختار على الشامى نعمانية ص:٦٣، ج:٢، باب المصرف، مجمع الأنهر ص٣٣٠ج١ باب احكام المصرف طبع دار الكتب العلمية بيروت، فتاوى الهندية ص٣٩٢ج٦ كتاب الحيل الفصل الثانى فى مسائل الزكوٰة طبع كوئٹه.

[۲] ويشترط ان يكون الصرف تمليكا وفي التمليك اشارة الى انه لا يصرف الى مجنون وصبى غير مراهق الا اذا قبض لهما من يجوز له قبضه كالأب والوصى وغيرهما الدر المختار مع الشامى زكريا ص٢٩١ج٣ باب المصرف، البحر الرائق كوئٹه، ص٢٠١ج٢ اول كتاب الزكاة، النهر الفائق ص٤١٢ج٢ كتاب الزكوٰة دار الكتب العلمية.

[۳] مصرف الزكاة والعشر وهو مصرف أيضاً لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذالك من الصدقات الواجبة شامى نعمانيه ص: ٥٨، ج:٢، باب المصرف، طحطاوى مع المراقى ص٥٩٦ باب صدقة الفطر مطبوعه مصر، بدائع الصنائع زكريا ص١٥٧ ج٢ فصل مصارف زكوٰة.

کے لئے کھولا گیا تھا جس کے اخراجات کی یہ صورت تھی کہ مسلمانوں سے کسی قدر بطور چندہ لیا جاتا تھا، جب اس چندہ سے مدرسہ کا خرچ نہ چلا تو زکوٰۃ کی مد سے نیز چرم قربانی کا روپیہ لوگوں سے حاصل کر کے بحیلۂ جواز مدرسہ میں صرف کرنے لگے چندروز اسی طرح کارروائی کی گئی، بعد میں سرکاری امداد بھی اس قدر امداد کا مطالبہ کیا چنانچہ اس وقت تک سرکاری امداد بھی اس قدر مل رہی ہے، جو اخراجات مدرسہ کو کافی ہے یعنی مدرسہ ہذا میں چار مدرس ہیں ان کی تنخواہوں کو کافی ہے رہا مدرسہ کا کرایہ یا سامان وغیرہ کا خرچ وہ بھی چندہ وغیرہ طلباء سے وصول کر کے پورا کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ مدرسہ مجبوری کی وجہ سے سرکاری ضابطہ کے ماتحت کارروائی کرنے پر مجبور ہو گیا جس میں جبریہ تعلیم کی زد سے بچوں کی تعلیم میں رخنہ اندازی بھی ہو رہی ہے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ مدرسہ خالص اسلامی تو رہا نہیں، سرکاری سرپرستی میں آ گیا پس اس مدرسہ میں بصورت متذکرہ بالا زکوٰۃ اور چرم قربانی کا روپیہ بحیلہ جواز لگانا درست ہے یا نہیں جب کہ اس مدرسہ کا خرچ معلموں کی تنخواہ میں صرف ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ جب مستحق کے پاس پہنچ گئی تو وہ ادا ہو گئی،[1] اب اس نے جس کام کیلئے وہ روپیہ مدرسہ میں دیا ہے اسکی ہدایت کے موافق خرچ کرنا درست ہے،[2] اور یہی حال قیمت قربانی کا ہے۔

---

[1] لا يجوز الزكاة إلا إذا قبضهما الفقير أو قبضها من يجوز قبضه له لولايته عليه، تاتارخانية ص ۲۷۴ ج ۲ الفصل الثامن فی المسائل المتعلقة بمن توضع فيه الزكاة، طبع ادارة القرآن كراچی، فتاویٰ الهنديه كوئٹه ص ۱۹۰ ج ۱ الباب السابع فی المصارف، المحيط البرهانی ص ۲۱۴ ج ۳ الفصل الثامن من يوضع فيه الزكاة طبع المجلس العلمی ڈابھيل گجرات.

[2] وقد امره بالدفع الى فلان فلا يملک الدفع الى غيره شامی زكريا ص ۱۸۹ ج ۳ باب المصرف فتاوی الهنديه كوئٹه ص ۴۰۸ ج ۴ كتاب الهبة الباب الثانی عشر فی الصدقة، تاتارخانية ص ۲۸۴/۲۸۵ ج ۲ الفصل التاسع فی المسائل المتعلقة بمعطی الزكاة مطبوعه ادارة القرآن كراچی.

مدرسہ کا روپیہ مہتمم کے پاس امانت ہے اپنے ذاتی کام میں صرف کرنا درست نہیں، اگر صرف کریگا تو وہ قرض ہو جائے گا، امانت نہ رہے گا، یعنی اس کا تاوان واجب ہوگا[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ ۸/۵/۵۶ھ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

جب مدرسہ کے مصارف دوسرے ذرائع سے پورے ہو جاتے ہیں تو زکوٰۃ کی رقم حیلہ کر کے خرچ نہ کرنی چاہئے اور اب چونکہ وہ نیم سرکاری مدرسہ ہو گیا ہے، اس لئے غرباء اور طلباء مدارس اسلامیہ اس کے مقابلہ میں زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں[۲] فقط سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۸/ مارچ ۵۶ھ

بریلوی مکتب فکر کے مدارس میں زکوٰۃ دینا

سوال:- بمبئی میں رواج ہو رہا ہے کہ بریلوی حضرات اپنی رقم زکوٰۃ کو دیوبندی مدرسہ میں دینا ناجائز اور حرام سمجھتے ہیں اور ہمارے سفراء کو زکوٰۃ کی رقم نہیں دیتے ہیں تو کیا ان کے سفراء کو زکوٰۃ کی رقم دیں اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا ہم بھی ان کے مدرسہ والوں کی رقم نہ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ متقی دیندار کو دی جائے، جیسا کہ کتب[۳] فقہ میں ہے جو شخص جماعت یا مدرسہ حق اور اہل

---

[۱] ولو خلط زكاة مؤكليه ضمن و كان متبرعاً الى قوله اذا انفقها أوّلاً على نفسه مثلاً ثم دفع من ماله فهو متبرّع الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۱۸۹، ۱۸۸ ج۳ كتاب الزكاة مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً فتاوى هندية ص۴/۴۰۸، كتاب الهبة، الباب الثانى عشر فى الصدقة، تاتارخانيه ص۲۸۵، ۲/۳۸۴، الفصل التاسع، فى المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة طبع ادارة القرآن كراچى.

[۲] وانفع للمسلمين بتعليم قال فى المعراج التصدق على العالم الفقير أفضل اى من الجاهل الفقير طحطاوى مع المراقى ص ۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، فتاوى الهندية كوئٹه ص۱۸۷ ج ۱ الباب السابع فى المصارف، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۳۰۴ ج۳ باب المصرف مطلب فى الحوائج الاصلية. (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حق کی مخالفت وتکفیر کرے اس کے لئے کوشش میں مصروف رہے اس کو زکوٰۃ نہ دی جائے، اس کو زکوٰۃ دینا مخالفتِ حق کی اعانت کرنا ہے: "**تعاونوا على البرّ والتقوىٰ ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**" (الآیۃ)[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۰/۱۴۰۰ھ

جس مدرسہ میں مصرف زکوٰۃ نہ ہوں اور آئندہ امید ہو وہاں زکوٰۃ دینا

سوال:- مدرسہ میں صرف ایک مدرس ہیں وہی مہتمم ہیں بوجہ فقر مصرف زکوٰۃ ہیں مدرسہ بہت خستہ حالت میں ہے، کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔ مدرسہ میں مقامی طلباء ہیں مگر گردونواح کے لڑکے بھی پڑھتے ہیں بعض مصرفِ زکوٰۃ ہیں، بعض نہیں ہیں، لیکن مدرسہ سے امداد نہیں چاہتے، تو اس صورت میں یہ مہتمم بحیثیت مہتمم ہونے کے بلا نیت اپنی تملیک کے محض مدرسہ کے واسطے زکوٰۃ کا روپیہ بقدرِ نصاب یا نصاب سے زیادہ بیک وقت کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اس خیال سے کہ آئندہ کوئی مصرفِ زکوٰۃ طالب علم آجائے اور خود کو بھی ضرورت ہوگی امدادی روپیہ بہت ہی کم آتا ہے، برائے مہربانی جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

جب کہ وہاں زکوٰۃ کا مصرف موجود نہیں اگر ہے بھی تو وہ زکوٰۃ لینے کے لئے آمادہ نہیں، تو

(صفحہ گذشتہ کا حاشیہ)[۳] وكره نقلها الى بلد آخر الا الى قريبه او احوج اواصلح او اورع اوانفع للمسلمين الخ. سكب الانهر على مجمع الانهر ص:۳۳۳، ج:۱، باب فى بيان احكام المصرف مطبوعه دارالكتب العلميه بيروت، طحطاوى مع المراقى ص ۵۹۴ باب المصرف مطبوعه مصر، الدر المختار مع الشامى زكريا ص ۲۹۲ ج۳ باب المصرف مطلب فى الحوائج الأصلية.

(صفحہ ہٰذا) [۱] سورۂ مائدہ آیت:۲/ **ترجمہ**:- اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔ (از بیان القرآن)

محض اس خیال سے کہ شاید آئندہ کبھی کوئی مصرفِ زکوٰۃ آجائے اور وہ زکوٰۃ کے لئے آمادہ بھی ہوجائے زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو محفوظ رکھنا بہت بڑی ذمہ داری کو سر رکھنا اور اہل (مستحقین) کو محروم کرنا ہے، اس لئے انہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے[1] مہتمم اگر حق الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہے، تو یہ ناجائز ہے[2] اگر مصرف زکوٰۃ ہونے کی وجہ سے لیتا ہے اور خدمتِ مدرسہ کے عوض تنخواہ لیتا ہے یا حسبۃً للہ خدمت کرتا ہے، تو اس کے لئے درست ہے لیکن بقدرِ نصاب مالک ہونے کے بعد زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے[3] اگرچہ آئندہ ضرورت پیش آنے کا گمان غالب ہو، یہ بات کہ وہ حق الخدمت تصور کرتے ہوئے زکوٰۃ لیتا ہے یا نہیں، اس طرح معلوم ہوسکتی ہے کہ اس کو زکوٰۃ بالکل نہ دی جائے پھر دیکھا جائے کہ وہ مدرسہ کی خدمت حسب سابق کرتا ہے یا نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند

اسکول میں زکوٰۃ وصدقۂ فطر

سوال:- (۱) یہاں ایک اردو اسکول مسلمانوں کی طرف سے جاری ہے جسکے اجراء کے

۱؎ وكره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين (قوله كره نقلها) أى من بلد إلى بلد آخر لأن فيه رعاية حق الحوار فكان أولى، الدر المختار مع الشامى كراچى ص۳۵۳ج۲ باب المصرف، طحطاوى مع المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۴۶۹ج۱ باب المصرف، طبع عباس احمد الباز مكه مكرمه.

۲؎ هى (الزكاة) تمليک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير مع قطع المنفعة عن المملک من كل وجه، الدر مع الشامى كراچى ص۲۵۸ج۲ اول كتاب الزكاة، هنديه كوئٹه ص۱۷۰ج۱ اول كتاب الزكاة، تبيين الحقائق ص۲۵۱ج۱ كتاب الزكاة، طبع امداديه ملتان.

۳؎ ولا يجوز دفع الزكاة الى من يملک نصاباً. الهندية كوئٹه ص: ۱۸۹، ج:۱، الباب السابع فى المصارف، مراقى مع الطحطاوى مصرى ص۵۹۳ باب المصرف، تبيين الحقائق ص۳۰۲ج۱ باب المصرف، طبع امداديه ملتان.

وقت دینیات اور کلام مجید کی تعلیم کے لئے مسلمانوں کو اطمینان دیدیا گیا مگر عملاً دینیات اور کلام مجید کی تعلیم نفی کے برابر ہے، اور اردو وانگریزی کی تعلیم گورنمنٹ نصاب کے مطابق دی جاتی ہے، اس اسکول میں غرباء اور یتیم بچوں کے قیام اور نان نفقہ کا کوئی انتظام نہیں ہے، اور مقامی بیوگان اور یتامیٰ ضرورت سے زیادہ حاجت مند ہیں، ایسی حالت میں فطرہ، صدقہ، زکوٰۃ خیرات، چرم قربانی وغیرہ اس اسکول میں دیا جانا جائز ہے، یا نہیں، جب کہ اس اسکول کے لئے کافی ذرائع دیگر آمدنی کے ہوں۔

(۲) موجودہ زمانہ میں ناخواندہ مسلمانوں کو دینیات سے باخبر کرنے کی غرض سے مدرسہ شبینہ جاری کر کے اردو پڑھانے پر خرچ کرنا مسلمانوں کا فرض ہے یا انگریزی تعلیم پر خرچ کرنا فرض ہے، چرم قربانی زکوٰۃ فطرہ کا بیت المال میں براہ راست استفادہ مقامی بیوگان و یتامیٰ داخل کرنا ثواب ہے، یا انگریزی تعلیم پر، امید ہے کہ مستفسرہ سوالات کے تمام وکمال شرعی احکام سے علماء کرام مطلع فرما کر داخلِ حسنات ہوں گے۔

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) اگر ان یتیم اور غریب مستحق بچوں کو زکوٰۃ، صدقہ فطر چرم قربانی کی قیمت دیجائے تو شرعاً درست ہے[۱] لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر یا مدرسہ کی کسی اور ضرورت میں خرچ کرنا جائز نہیں[۲] جبکہ اسکول کا خرچ دوسرے طریقہ سے ملتا ہے، اور یتیم بچوں کیلئے قیام اور نان نفقہ کا کوئی انتظام نہیں تو پھر اسکول والے اس زکوٰۃ وغیرہ کو کس جگہ پر صرف کرتے ہیں بظاہر صحیح مصرف میں نہ صرف کرتے

[۱] هی تملیک جزء مال عینه الشارع من مسلم فقیر مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه (الدر مع الرد کراچی ص۲۵۸ ج۲ اول کتاب الزکاة، هندیه کوئٹه ص۱۷۰ ج۱ اول کتاب الزکاة، تبیین الحقائق ص۲۵۱ ج۱ کتاب الزکاة، امدادیه ملتان.

[۲] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة فلا یصرف الی بناء نحو مسجد. الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، باب المصرف، تبیین الحقائق ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، طبع امدادیه ملتان.

ہونگے، اسلئے وہاں اس قسم کا روپیہ وغیرہ نہیں دینا چاہئے، اور جب مقامی بیوگان ویتامیٰ زیادہ حاجت مند ہیں تو پھر انہیں کو دینا چاہئے، اسکول میں نہیں دینا چاہئے۔[1]

(۲) مسلمان دینی معلومات حاصل کرنے کے لئے جس قدر روپیہ خرچ کریں گے، وہ سراسر عبادت اور ثواب ہے، اسی طرح دوسرے مسلمانوں کو دین سے واقف کرانے کیلئے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے جتنا مال بھی صرف کریں اس میں اجر عظیم ہے، خواہ یہ معلومات کی تحصیل عربی کے ذریعہ ہو فارسی اردو کے ذریعہ ہو، موجودہ زمانہ میں انگریزی تعلیم کے نتائج مذہبی حیثیت سے بہت ہی خراب نکلتے ہیں جیسا کہ شب وروز مشاہدہ ہے، اور جو کچھ مذہب سے ناواقفیت ہے، وہ بھی ظاہر ہے اس لئے اہل اسلام کے ذمہ فرض ہے، کہ حتی الوسع خود بھی مذہب اسلام سے واقفیت پیدا کریں اور دوسروں کو بھی واقف بنائیں اور جب تک مذہب میں اعتقاداً عملاً پختگی نہ ہو جائے، اس وقت تک ہرگز انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہوں، جو شخص مذہب کی پوری واقفیت کے ساتھ پختگی رکھتا ہے اس کو کسی ضرورت سے انگریزی تعلیم حاصل کرنے میں بھی مضائقہ نہیں، اس سے پہلے پہلے احتیاط واجتناب لازم ہے۔

جس تعلیم کے نتائج اس قدر خراب ہوں کہ عقائد واعمال سب کچھ بدل جاتے ہوں اور بگڑ جاتے ہیں اسکا حاصل کرنا اور اس پر روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے، چہ جائیکہ زکوٰۃ اور فطرہ کا ایسی جگہ خرچ کرنا اسلئے مستحقین غرباء ویتامیٰ وبیوگان پر اس روپیہ کا صرف کرنا واجب ہے چرم قربانی مالدار کو دینا بھی درست ہے،[2] لیکن اگر اسکو فروخت کردیا جائے تو قیمت کسی غریب کو دینا واجب ہے، نہ تو خود

[1] وکره نقلها إلا إلى قرابة أو احوج أو اصلح أو اورع أو انفع للمسلمين (قوله كره نقلها) أى من بلد إلى بلد آخر لأن فيه رعاية حق الجوار فكان أولى، الدر مع الشامى كراچى ص۳۵۳ج۲ باب المصرف طحطاوى مع المراقى ص۵۹۴ باب المصرف، طبع مصر، النهر الفائق ص۴۶۹، باب المصرف، طبع مكه مكرمه، فتح القدير ص۲۶۷ ج۲ باب المصرف، دار الفكر بيروت،

[2] وللمضحى أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغنى أو فقير مسلم أو كافر، اعلاء السنن ص۲۶۲ ج۱۷، كتاب الأضاحى، باب بيع جلد الأضحية، طبع امداديه مكه مكرمه.

رکھنا جائز ہے نہ مالدار کو دینا جائز پس اسکا حکم زکوٰۃ کا سا ہو جاتا ہے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۷/۵۷ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبداللطیف غفرلہٗ مدرسہ مظاہر علوم

زکوۃ وعطیات کی مخلوط رقم سے تنخواہ دینا

سوال:- جس ادارہ میں یہ نظم نہیں ہے کہ زکوۃ اور عطیات کی رقمیں علاحدہ ہوں بلکہ گڈ مڈ ہوں، اس سے مدرسین وملازمین کی تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور پھر زکوۃ کی رقمون میں تملیک نہیں ہوتی، وہ زکوۃ کی رقمین معطی کی طرف سے ادا ہوتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کی رقم کا تنخواہ میں دینا جائز نہیں ہے، مخلوط میں سے جتنی رقم زکوۃ کی تنخواہ میں دی گئی ہے، اتنی مقدار زکوۃ ادا نہیں ہوئی ہے[۲] معطی کو اطلاع کر دی جائے کہ وہ اتنی زکوۃ خود ادا کرے[۳]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[۱] فان بیع اللحم او الجلد به أو بدراهم تصدق بثمنه، الدر مع الشامی زکریا ص۴۷۵ ج۹ کتاب الأضحیة ع مجمع الأنهر ص۱۷۴ ج۴ کتاب الأضحیة، دار الکتب العلمیة بیروت، الدر المنتقیٰ مع مجمع الأنهر ص۱۷۵ ج۴ کتاب الأضحیة دار الکتب العلمیة بیروت، مصرف الزکاة والعشر ...... وهو مصرف أیضا لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذالک من الصدقات الواجبة، شامی کراچی ص۳۳۹ ج۲ باب المصرف.

[۲] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحة لا یصرف إلی بناء نحو مسجد کبناء القناطر ...... والحج والجهاد وکل ما لا تملیک فیه، شامی مع الدر المختار زکریا ص۲۹۱ ج۳ باب المصرف، زیلعی ص۳۰۰ ج۱ باب المصرف، مطبوعه إمدادیه ملتان، مجمع الأنهر ص۳۲۸ ج۱ باب فی بیان أحکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت. (حاشیہ۳ اگلے صفحہ پر)

زکوۃ وعشر وغیرہ مدرسہ میں دینا

سوال:-ایک اسلامیہ اسکول ہے جس کے اندر زکوۃ کے مد کی تمام رقوم وصول کی جاتی ہیں، مثلاً چرم قربانی، عشر وغیرہ اور مدرسہ کے مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی دوسری ضروریات بھی اسی سے پوری کی جاتی ہیں، اوراس کے لئے دوسرے ذرائع بھی ہیں، مثلاً بورڈ کی امداد، مدرسہ کا چک وغیرہ اس مدرسہ کی نوعیت یہ ہے کہ اسلامی وغیر اسلامی تہوار کی چھٹیاں اور انگریزی حیثیت کی تعطیلات باقاعدہ ہوتی ہیں، اور ہندو طلباء بھی اس کے اندر تعلیم پاتے ہیں، لہٰذا کونسی ترکیب ہے کہ چرم قربانی وغیرہ دینا اس کے اندر جائز ہوگا، اوران کے لئے کوئی شرط ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلياً

کنز الدقائق میں ہے ”الزكوة هى تمليك المال بغير عوض، من فقير مسلم“ الخ، ص:۵۵[1]، درمختار شامی میں ہے ”لا يصرف الى بناء نحو مسجد كبناء القناطر والسقيات واصلاح الطرقات وكرى النهار والحج والجهاد وكل مالا تمليك فيه“ درمختار مع الشامی[2] ج:۲، ص:۳۴۴، فتاوی عالمگیری میں ہے، ”ويهب منها (أى من الاضحية) ماشاء للغنى والفقير والمسلم والذمى“ عالمگیری[3] ص ۳۰۰، ج:۵، مجالس الابرار میں ہے ”وإن إقتسمو اللحم وزنا وتصدقوا بالجلد على فقير أو وهبواللغنى يجوز“. ص ۲۲۸، ہدایہ میں ہے ”ولو باع الجلد أو اللحم بالدراهم

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ) [3] لو لم يتحر ولم يشک فظهر أنه ليس مصرفاً أعادَ إجماعاً، النهر الفائق ص۴۶۷ ج۱ باب المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، عالمگیری کوئٹہ ص۱۹۰ ج۱ الباب السابع فى المصارف.

(صفحہ ہذا) [1] كنز الدقائق ص۵۵، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دار الاشاعت كلكته

[2] در مختار كتاب الزكوة، باب المصرف، مطبوعه کراچی، مطبوعه زكريا ص ۲۹۱ ج۳.

[3] عالمگیری كوئٹه كتاب الاضحية، قبيل الباب السادس.

أو بما لا تنفع به إلا بعد إستهلاكه تصدق بثمنه لان القربة إنتقلت إلى بدله" هدايه[1] ص: ۴۶۰، ج: ۴، كتاب الاضحية فى ضمن قوله ويتصدق بجلدها"۔

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ زکوۃ وعشر کا کل مال مدرسین کی تنخواہ اور مدرسہ کی عمارت میں صرف نہیں کرسکتے، ہاں طلبہ مسلمان عاقل بالغ نادار کو دے سکتے ہیں، اور یہ لوگ چاہیں اپنے مصرف میں لائیں، یا دوسرے کارخیر میں صرف کریں، اور چرم قربانی کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ جب تک قربانی کرنے والا چمڑے فروخت نہ کردے، ہر شخص کو ہبہ کرسکتا ہے، خواہ جس کی ملک کرے غریب ہو یا صاحب نصاب ہو، یا ناظم مدرسہ ہو یا غیر ناظم اور اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کردیا تو اس کی قیمت کا غرباء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن جس کو چرم قربانی یا اس کی قیمت کا مالک بنایا جائے، اس کو اختیار ہے کہ اپنے مصرف میں لائے، یا مدرس کی تنخواہ میں صرف کرے، یا تعمیر مدرسہ میں لگائے، پس اگر چرم قربانی کسی کو تملیکاً دیدیا جائے، یا اس کی قیمت غریب آدمی کو دی جائے اور یہ لوگ مدرس کی تنخواہ یا مدرسہ کے دوسرے کام میں صرف کریں تو درست ہے[2] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲/۲۱/ ۸۹ھ

مدرسہ میں زکوۃ کا روپیہ دینا

سوال:- دینی مدارس میں زکوۃ دینے والے مہتمم مدرسہ کو اس طرح دیتے ہیں کہ وہ صحیح مصرف

[1] وهدايه ص ۴۵ ج ۴ كتاب الأضحية، مطبوعه ياسر نديم ديوبند.

[2] والحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هٰذه الأشياء فتكون لرب المال ثواب الزكاة، والفقير ثواب هذا التقرب، سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر ص ۳۲۹ ج ۱ باب فى بيان أحكام المصرف، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت، البحر الرائق كوئٹه ص ۲۴۳ ج ۲ باب المصرف، المحيط البرهانى ص ۲۱۲ ج ۳ الفصل الثامن : من يوضع فيه الزكاة، مطبوعه المجلس العلمى ڈابهيل.

میں خرچ کرے، گویا کہ مہتمم صاحب وکیل ہوتے ہیں، جواب طلب امر یہ ہے کہ طلباء کی خوراک پوشاک میں بایں طور دینا جائز ہے کہ نہیں، کہ زکوۃ کے روپیہ کا گندم وسالن وغیرہ خرید کر عام مطبخوں کی طرح تیار کرا کے تقسیم کردیا جائے، یا روپیہ ہی کا طلباء کو مالک بنادیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوۃ کے روپے سے غلہ خرید کر مطبخ میں کھانا پکا کر مستحقین طلباء کو کھانے کا مالک بنا کر دینے سے بھی زکوۃ ادا ہوجائے گی، اور نقد روپیہ دینے سے بھی ادا ہوجائے گی[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۸/۷/۹۳ھ

کیا مدارس بیت المال ہیں

سوال:۔ اس زمانے میں کیا مدرسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی طرح سے بیت المال ہیں کیا اس میں بھوکے غریبوں کا بھی حق ہے کیا غلہ وغیرہ بطور قرض یا بطور خیرات دیا جاسکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بیت المال سے امداد کی جاتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً!

پورے طور تو یہ بیت المال نہیں اس لئے کہ بیت المال کی طرف سے عاشر، ساعی، مصدق مقرر ہوتے جو کہ قانون شرع کے مطابق اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ وغیرہ وصول کر کے دیدیتے تھے۔ ارباب اموال کے ذمہ ان کو ادا کرنا ضروری تھا یہاں تک کہ اگر وہ لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ از خود

[1] ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة فلا یکفی فیها الإطعام إلا بطریق التملیک الدرالمختار مع الشامی کراچی ص:۳۴۴، ج:۲، کتاب الزکوة، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱ ج۳، تاتارخانیة ص۲۷۵ ج۲ الفصل الثامن : من توضع فیه الزکاة، مطبوعه کراچی.

ادا کریں اور بیت المال کو نہ دیں تو ان کا یہ ادا کرنا معتبر نہیں تھا[1]، ان مدارس کا ایسا حال نہیں اس لئے کہ جو روپیہ مدارس کے لئے دیا جاتا ہے وہ عام ضرورت مندوں اور بھوکوں کو نہیں دیا جاسکتا نہ قرض دیا جاسکتا ہے بلکہ مدارس سے متعلق جو مصارف ہیں حسب قوائد شرع ان ہی مصارف میں صرف کیا جائے گا اس لحاظ سے ان مدارس میں کچھ شان بیت المال کی بھی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۲/۴/۸۶ھ

[1] قال اريت الى الفقراء فى المصر وحلف صدق الا فى السوئم والاموال الباطنة بعد اخراجها من البلد (الا فى السوائم) اى فلا يصدق فى قوله اريت زكاتى بنفسى الى الفقراء فى المصر، لانها بالاخراج التحقت بالاموال الظاهرة مكان الاخذ فيها للامام كما فى الاموالى الظاهرة وهى السوائم فيكون هو الزكاة والاول ينقلب نفلا ويأخذها منه (الدرمع الشامى زكريا ص۲۴۵، تا ۳/۲۴۷، باب العاشر، مطلب لا يسقط الزكاة بالدفع الى العاشر فى زماننا، مجمع الانهر ص۳۱۰/۱، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت. النهر الفائق ص۴۴۵/۱، كتاب الزكاة، باب العاشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

باب ہفتم: -تملیک وحیلہ

تملیک کا حکم اور اس کا طریقہ

سوال: -تملیک کس کو کہتے ہیں، اور اس کے لئے کیا شرط ہے، اور اس کا کیا طریقہ ہوگا، تملیک کے بعد اگر جس کو تملیک کی گئی ہے، نہ دینے پر راضی ہو تو اس کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

تملیک کسی مال کا کسی شخص کو مالک وقابض دخیل اور حقیقۃً مالک بنا دیا جائے، جس کی علامت یہ ہے کہ اگر یہ شخص اپنی ضرورت میں صرف کرے تو دینے والے کو گراں نہ گذرے، اور بہتر ہے کہ کسی غریب ومسکین سے کہا جائے کہ تم کہیں سے قرض لیکر اس قدر روپیہ مدرسہ کے اندر چندہ میں دے دو ہم تمہارا قرض ادا کر دینگے، پھر اسکو لا کر دینے پر زکوۃ وصدقات کا مال اسکو دیکر اسکا قرض اس سے ادا کر دیا جائے[1] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے ملفوظات کمالات اشرفیہ میں تملیک زکوۃ کے سلسلہ میں مذکور ہے، کہ کسی غریب آدمی سے کہے کہ مفت کا ثواب لینا چاہو تو تم کسی سے روپئے قرض لیکر فلاں نیک کام میں چندہ میں دیدو ہم تمہارا قرض ادا

---

[1] مستفاد: وحیلة الجواز أن یعطی مدیونه الفقیر زکوته ثم یأخذها عن دینه درمختار مع الشامی زکریا ج:۳، ص:۱۹۰، کتاب الزکوة. مطلب فی زکوة ثمن المبیع وفاء، والحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذهِ الأشیاء فتکون لرب المال ثواب الزکاة وللفقیر ثواب هذا التقرب، سکب الأنهر علی مجمع الأنهر ص۳۲۹ج۱ باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، البحر الرائق کوئٹه ص۲۴۳ ج۲ باب المصرف، در مختار مع الشامی ص۲۹۳ج۳ باب المصرف، مطبوعه زکریا دیوبند.

کردیں گے، جب وہ قرض لیکر روپیہ چندہ میں دیدے، تو پھر اس کو اپنی زکوۃ یا قربانی کی کھال کا روپیہ دیدو کہ اسی سے قرض ادا کرو۔ص:۶۱۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیلۂ تملیک متعین رقم غریب کو دینا درست نہیں

سوال:-گذشتہ ۱۷ ۱/۵ ۷ کو ہمارے ایم پی مرحوم نے معین الحق چودھری صاحب کو ہمارے یہاں بلوا کر ان سے دو پنکھے اور ایک گھڑی کی درخواست کرنے پر موصوف نے مذکورہ اشیاء کا تخمینا ایک ہزار روپے لگائے اور وہ روپے زکوٰۃ کے روپے سے دینے کا وعدہ فرمایا نیز یہ بھی فرمایا کہ زکوٰۃ کا روپیہ مسجد میں نہیں لگا سکتے، اس لئے کسی زکوٰۃ کھانے والے غریب کے نام کے لئے کہ اس کے نام پر ایک ہزار روپے ارسال کریں اور وہ روپیہ غریب کو دستیاب ہونے پر غریب ۲۵/روپے دے کر اس سے ۹۷۵/روپے لے کر مسجد میں لگائیں چنانچہ اس مشورہ کے تحت ایک غریب آدمی کا نام ان کو دیا گیا لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مذکورہ روپیہ ارسال کرنے سے قبل موصوف کا انتقال ہو گیا میں نے موصوف کی اہلیہ کے پاس خط لکھا کہ موصوف نے جو وعدہ کیا تھا اس وعدے کے روپے ارسال فرمائیں، مگر ان کی اہلیہ نے مذکورہ زکوٰۃ کی رقم اس غریب کے نام پر ارسال کرنے کے بجائے میرے (سکریٹری مسجد) کے نام پر ارسال کیا اور موصوفہ نے یہ بھی لکھا کہ یہ زکوٰۃ کا روپے ہے، اس لئے جیسا مناسب سمجھیں خرچ کریں میں نے مرحوم کے مشورہ کے مطابق یہاں کے چند علماء سے مشورہ کر کے ان میں سے ۲۵/روپے اس غریب کو دے کر بقیہ روپے سے دو پنکھے اور مصلی وغیرہ خرید کیا، فی الحال یہاں چند علماء مذکورہ روپے سے مسجد کے لئے پنکھے خریدنا ناجائز ہے کا فتویٰ دیئے ہیں۔

مذکورہ روپے میرے نام پر آنے کے بعد اس غریب کو میں نے بلایا اور اس سے کہا کہ تمہارے ساتھ جس روپے کے بارے میں بات چیت ہوئی تھی، وہ روپیہ میرے نام پر آیا ہے اب تم اس میں

سے ۲۵/روپے لے لواور بقیہ ۹۷۵/روپیہ اللہ کے واسطے مسجد میں دیدو ۵۰۰/روپے پوسٹ آفس میں تھا اس لئے صرف پانچ سو روپے ان کے حوالہ کر کے میں نے کہا کہ گن لو یہ ۵۰۰/روپے ہے اور پانچ سو روپے پوسٹ آفس میں ہے تو اس غریب نے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا کہ گننے کی کیا ضرورت ہے، ۲۵/روپے میں رکھ کر بقیہ سب روپے مسجد کے لئے عطیہ کرتا ہوں، حیلہ صحیح ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

پانچ سو روپے تو ڈاک خانہ میں جمع رہے ان کی تو تملیک بھی نہیں ہوئی ان پر اس غریب کی ملک ثابت نہیں ہوئی، لہٰذا ان کو مسجد کے پنکھوں کے لئے استعمال کرنا بالکل ناجائز ہے، بقیہ پانچ سو روپے غریب کو دیئے گئے مگر اس شرط کیساتھ کہ وہ ۲۵/روپے رکھ کر ۴۷۵/روپئے مسجد میں دیدے اس زور ودباؤ سے اس نے دے دیئے تو یہ تملیک بھی برائے نام ہوئی واقعی تملیک اس وقت ہوتی جب اس غریب کو پورا اختیار رہتا اور وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیتا، اس لئے معطی کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، اب چندہ کر کے معطی کی زکوۃ اس کی اہلیہ سے اجازت لے کر برمحل صرف کی جائے تب مسجد میں ان پنکھوں کا استعمال درست ہوگا، اور زکوٰۃ کا فریضہ صحیح طور پر ادا ہوگا اس قسم کے حیلوں سے پورا پرہیز کیا جائے[۱] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۵/۹۶ھ

قبل التملیک کسی کو قرض دینا

سوال:- یہ سفیر باہر جمع شدہ روپئے کو قبل التملیک کسی کو قرض دے سکتا ہے یا نہیں؟

[۱] ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا یصرف إلی بناء نحو مسجد (إلی قوله) وقدمنا أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء وهل له أن یخالف امره ؟ لم أره والظاهر نعم لأنه مقتضی صحة التملیک، در مختار مع الشامی کراچی ص۳۴۴،۳۴۵ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص۴۶۲ج۱ باب المصرف، طبع مکه مکرمه.

الجواب حامداً ومصلیاً

اس کو حق نہیں وہ امین ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

بغیر تملیک زکوٰۃ کا پیسہ تنخواہ میں دینا

سوال:- اگر مہتمم مدرسہ بغیر تملیک کے مدرسین کو تنخواہ دیتا ہے جب کہ مہتمم سے کہہ دیا گیا کہ بغیر تملیک کے زکوٰۃ کے مال کا صرف کرنا جائز نہیں، تو اس صورت میں مدرسین کے اوپر تو کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر مدرسین کو معلوم ہے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ تنخواہ میں دیا جارہا ہے تو وہ لینے سے انکار کردیں تاہم اگر لے لیں تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور مہتمم کے ذمہ ضمان لازم رہے گا[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۴/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۱/۴/۹۲ھ

زکوٰۃ کے لئے تملیک کی شرط

سوال:- ادائے زکوٰۃ کیلئے فقہائے احناف ؒ نے جزاہم اللہ خیر الجزاء شرط لگائی ہے کہ زکوٰۃ

---

[1] وأما حكمها (أى الوديعة) فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة فى يده ...... والوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤاجر ولا ترهن الخ عالمگيرى مصرى ۳۳۸ج۴ كتاب الوديعة، الباب الأول فى تفسير الأيداع الخ.

[2] ولوخلط زكاة مؤكليه ضمن وكان متبرعاً إلا إذا وكله الفقراء در مختار كراچى ص ۲۶۹ ج۲ كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاء، البحر الرائق كراچى ص ۲۱۰، ج۲، كتاب الزكاة، حاشية الشلبى على الزيلعى ص۲۵۸ ج ۱، آخر كتاب الزكوٰة مطبوعه امداديه ملتان.

جس شخص کو دی جائے اسکو مالِ زکوٰۃ کا پورا مالک قرار دیا جائے، اور اسی لئے رفاہِ عام کے کاروبار میں جو سرمایہ داخل کیا جاتا ہے اور مختلف ضرورتوں میں حسبِ مصلحت خرچ کیا جاتا ہے وہاں مالِ زکوٰۃ دینے سے روکا جاتا ہے مثلاً خیراتی مدارس مذہبی میں جہاں نادار طلباء درس حاصل کرتے ہیں اور ان کے واسطے مدارس میں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا جاتا ہو جو طلباء عاریۃً لیتے ہیں اور بعد فارغ ہونے مدرسہ کو واپس کردیتے ہیں یا طلبہ کی خوراک کے واسطے کوئی سرمایہ ہوتا ہے جس سے وہ بسر اوقات کرتے ہیں ایسے موقعوں پر زکوٰۃ کا روپیہ خرچ نہیں کرتے، ایک اور مصرف انفاق فی سبیل اللہ ہے اس میں جہاد کے آلاتِ جنگ اور گھوڑے دیئے جاتے ہیں تو وہ بھی جس شخص کے مصرف میں دیا جاتا ہے اس کو اسی چیز کا مالک قرار دیتے ہیں، اور گھوڑا ہتھیار لینے والا اختیار رکھتا ہے، کہ وہ جہاد میں صرف کرے یا تجارت کے کاروبار میں استعمال کرے یا فروخت کردے اور ایسی صورتوں میں مال کے فی سبیل اللہ خرچ کرنے کا فائدہ کم رہ جاتا ہے، اس کے بجائے اگر سامان جنگ خود اسلامی حکومت کی مِلک قرار پائے، اور اغراضِ جہاد میں صَرف کرنے کے لئے اسے خزانہ میں محفوظ رکھیں تو زیادہ فائدہ پہنچائے، کہ یہ شرط لگانے اور شرط کے ساتھ سختی سے اس کی پابندی کرنے کے لئے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اس شرط کی بناء کس دلیل پر اور کب رکھی گئی، قرآن پاک میں زکوٰۃ کا ذکر بار بار اور تاکید سے آیا ہے اس کے مصارف بھی متعین فرمائے گئے ہیں اور نبوت کے مبارک عہد میں اور خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے، کہ تمام ممالکِ اسلامیہ کے دیہات اور قریوں میں زکوٰۃ وصول کرنے والے دَورہ کرتے تھے، وصول کرنے والوں کا بھی قرآن مجید میں عاملین کے نام سے ذکر ہوا ہے اور انہیں اسی سرمایہ زکوٰۃ سے اُجرت دی جاتی تھی وہ تمام ہمسروں سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے، اور دینے والے انہیں دے کر فریضہ سے فارغ البال ہوجاتے تھے، مال عاملین زکوٰۃ باہر سے لاکر داخلِ خزانہ کرتے تھے، تو کارکنانِ خزانہ بھی زکوٰۃ کے مالک قرار نہیں پاتے تھے، پھر حاکم یا اس کے مشیروں کے قبضہ سے زکوٰۃ صرف ہوتی تھی، اور ان میں سے کوئی بھی مالک قرار نہیں پاتا تھا مگر مفصلات کے زکوٰۃ دینے والے اپنے فریضہ سے انہی

غیر مالکوں کو دے کر بری الذمہ ہو جاتے تھے، اور جن لوگوں کی ضرورتوں میں مال صرف ہوتا ہوگا، انہیں مالک سمجھیں تو سمجھیں، ورنہ حاکمِ وقت سے لے کر عاملین تک مال میں سب مالکوں کی طرف سے بطور وکیل کے تصرف کرتے تھے، پس یہ وکیل بننے کا اختیار جو حاکمِ وقت کو اور اس کے ماتحتوں کو دیا گیا ہے ایسا ہی اختیار مہتممانِ مدارس اور منتظمان جنگ و جہاد سے کس بنا پر روک لیا گیا ہے، مہتممانِ مدارس خود مالک قرار نہ پائیں، مگر سرمایہ کو مدرسہ کی ملکیت قرار دیں اسے اپنے ذاتی تصرف میں کام نہ لائیں اور کتب خانہ، خوراکِ طلباء اور تنخواہ مدرسین پر صرف کریں، اسی طرح منتظمانِ جنگ و جہاد حکومت اسلامیہ کو مالک تصور فرما کر اغراضِ جنگ کا سامان مہیا رکھیں اور کتابوں کو طلباء کی ملکیت اور گھوڑوں کو سواروں کی ملکیت قرار دے کر رفاہِ عام کا مدعا زیادہ استقلال اور دیر تک پورا کرسکیں۔

پس یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم صادر ہونے میں جس شکل سے اس کی تعمیل زکوٰۃ سے ہے اور باوجود تتبع کے کوئی جزئیہ ایسا نہیں ملا جس سے معلوم ہو کہ عہد نبوت یا عہدِ خلفاء راشدین یا دیگر شاہانِ اسلام (جن کا قول وفعل ائمہ فقہاء مجتہدین کے نزدیک قابلِ استدلال ہو) کے زمانہ میں مالِ زکوٰۃ کو مستعار دے کر اداءِ زکوٰۃ کے لئے کافی سمجھا گیا ہو اور تملیک ضروری قرار نہ دی گئی ہو، اگر آپ کی نظر میں کوئی جزئیہ ایسا ہو تو ضرور مطلع فرمائیے، آپ خود اعتراف کرتے ہیں کہ عاملین اور حکامِ وقت سب کے سب مالکوں کی طرف سے وکیل ہوتے تھے، مگر مہتممانِ مدرسہ اور منتظمانِ جنگ و جہاد سے یہ اختیار کس بناء پر روک لیا گیا، ہم تو نہیں سمجھتے کہ اختیار روکا گیا ہے بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ ان حضرات کو اب بھی اختیار ہے اور جس شخص کی ضرورت میں کھانا کپڑا وغیرہ دے کر صرف کریں گے، وہ مالک بن جائے گا، اور یہ دینا بطورِ تملیک ہوگا نہ کہ بطورِ عاریت کہ کپڑا دے کر واپس لے لیا جائے اور کتاب دے کر واپس لے لی جائے، نہ ہی آپ نے کوئی ایسی نظیر لکھی جس سے معلوم ہو کہ حکامِ وقت بطورِ عاریت دے کر زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے تھے، مالک بننے کی صلاحیت ذی روح ذی عقل میں ہوتی ہے سرمایہ کو مدرسہ کی ملک قرار دینے سے اگر یہ

مراد ہے کہ ملازمین وطلباء سب مالک ہیں تو رِفاہِ عام میں انکی ملک خرچ کرنے کا کیا حق حاصل ہے[1]۔ کوئی مہتمم جو کہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے محض وکیل ہے اس بات کا مجاز نہیں کہ کسی طالب علم کی مِلک میں خواہ اس کو وہ کسی طرح حاصل ہوئی ہو کوئی تصرف بغیر اس کی رضامندی کے کر سکے، جب آپ نے اس مالِ زکوٰۃ کو طلباء کی ملک قرار دیا تو طلبہ کو اپنی مِلک میں بیع، ہبہ وغیرہ کا پورے طور پر تصرفات کا اختیار حاصل ہوگا، مہتمم وغیرہ کسی کو منع کرنے کا حق نہیں، یہی کیفیت سواروں کی قرنِ اول میں ہوئی، اور اسلامی حکومت کے تمام زمانہ قیام میں ہوتی رہی اس سے یہ شرط کب استنباط ہوتی ہے کہ لینے والے کو زکوٰۃ کا مالک قرار دینا ضروری ہے اور جس حدیث میں زکوٰۃ کی مصلحت بیان ہوئی ہے کہ اغنیاء سے لی جائے اور فقراء کو دی جائے، اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فقراء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے، جس صورت میں فائدہ زیادہ ہو وہی بہتر ہونی چاہیئے، اور انتظام کرنے والوں کو اس میں مصلحت دیکھنے کا اختیار ہونا چاہیئے، پس استدعا ہے کہ علماء اسلام اس عقدہ کو حل فرمانے کی زحمت برداشت کریں اور اس دشواری کو اسلامیوں کے دماغ سے دور کرنے کا ثواب لے کر رفاہِ عام کے کام کو سہل اور مفید تر بنائیں۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

مدارس میں طلباء کی خوراک وبسر اوقات کے لئے کس نے زکوٰۃ کو منع کیا، آج بھی جگہ جگہ مدارسِ اسلامیہ میں زکوٰۃ کا روپیہ آتا ہے اور اس سے مستحق طلباء کو کھانا کپڑا جوتہ نقد وظیفہ دیا جاتا ہے اور یہ سب کچھ بطورِ تملیک ہوتا ہے، لہٰذا اس پر تو اشکال بے محل ہے، باقی رہی یہ بات کہ تملیک من کل وجہ کس شرط پر مبنی ہے اور کس وقت سے؟ تو ہمارے فقہائے کرام نے لفظ آتو سے استدلال کیا ہے، چنانچہ علامہ عثمانی ابن علی زیلعی تبیین ص:۲۵۱[2] میں فرماتے ہیں: لانَّ الزکوٰةَ یجبُ

[1] رِفاہِ عام جیسے سڑک، شفا خانہ وغیرہ میں کسی کی مِلک نہیں ہوتی، امیر فقیر، سید، غیر سید سبھی اس سے منتفع ہوتے ہیں، اس لئے ان موقعوں میں صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

[2] تبیین الحقائق ص: ۲۵۱، ۵۲، ج: ۱، کتاب الزکاة، طبع امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۲۰۱ ج ۲ اول کتاب الزکاة، بدائع زکریا ص ۱۴۲ ج ۲ کتاب الزکاة، فصل وأما رکن الزکاة.

فیها تملیک المال لان الایتاء فی قولهٖ تعالٰی واٰتو الزکٰوة یقتضی التملیک ولا تتاَدّیٰ بالاِبَاحةِ حتٰی لوکفل یتیمًا فانفق علیه ناویًا للزکٰوة لا یجزیه بخلاف الکفارة لوکساه تجزیه لوجود التملیک. اھ ابوبکر جصاص رازی نے تفسیر احکام القرآن میں منتخب مقامات پر لفظ ایتاء، اعطاء اور لفظ رداً اور لفظ اغناء وغیرہ سے جوکہ احادیث میں وارد ہیں، استدلال کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط وقتِ فرضیتِ منتظمانِ جنگ وجہاد کی ہوگی، اگر مراد یہ ہے کہ عمارتِ مدرسہ سرمایہ کی مالک ہوتو اس میں مالک بننے کی صلاحیت ہی نہیں: ولایبنی بها مسجدٌ ولا یکفن بها میت لإنعدام التملیک هو الرُّکن اھ هدایه[1] ولقائل ان یقول قولکم التملیک رکن دعویٰ مجردة اذلیس فی الأدلّة النقلیة المنقولة فی هٰذا الباب مایدل علٰی ذٰلک ما خلا قوله تعالٰی انما الصَّدقات للفقراء وانتم جعلتم اللام للعاقبة دون التملیک والجواب ان معنی قولهم للعاقبة أن المقبوض یصیر ملکا لهم فی العاقبة فهم مصارف ابتداء لا مستحقون ثم یحصل لهم الملک فی العاقبة بدلالة اللام فلم تبق دعویٰ مجردة اھ عنایة ص: ۲۰، ج: ۲[2] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ
معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

تملیک کی صورت

سوال:-(۱) تملیک کی صورت کیا ہے؟ کیا ان غریب الوطن یا مقیم طلباء سے جن کے اولیاء غنی ہیں لیکن وہ خود نصاب زکوٰۃ کے مالک نہیں ہیں، تملیک کرائی جاسکتی ہے، نیز کیا تملیک شدہ

---

[1] هدایة ص: ۲۰۵، ج: ۱، باب المصارف.

[2] عنایة علی فتح القدیر ص: ۲۶۷-۶۸، ج: ۲، باب المصرف، طبع دار الفکر بیروت، تبیین الحقائق ص ۲۹۹ ج ۱ باب المصرف، امدادیه ملتان.

مال کو تعمیرِ مساجد جیسے دیگر مصارف میں صرف کیا جاسکتا ہے، چرمِ قربانی کی رقم کی بھی تملیک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) تملیک کے لئے مملّک کا بالغ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱،۲) کسی مستحقِ زکوٰۃ سے کہا جائے کہ ہمارے مدرسہ میں تعمیر یا تنخواہ یا خریداریٔ مال وکتب وغیرہ کی ضرورت ہے پیسہ موجود نہیں ہے تم مدرسہ کی امداد کردو، وہ کہے گا کہ میں خود ہی غریب مستحق زکوٰۃ ہوں میرے پاس پیسہ نہیں، میں کہاں سے دوں گا، اس سے کہا جائے گا کہ تم کسی سے مثلاً زید سے قرض لے کر دیدو، اللہ تعالیٰ تمہارا قرض ادا کردے گا اس کی ذات سے امید ہے وہ شخص زید سے قرض لاکر مدرسے میں دیدے، اس سے تنخواہ، تعمیر وغیرہ کی ضرورت پوری کرلی جائے پھر اس کو مذکورہ رقم دی جائے جس سے وہ قرض ادا کردے۔[1]

جو طالب علم بالغ ہو صاحبِ نصاب نہ ہو اس سے بھی تملیک کرائی جاسکتی ہے اگرچہ اس کے ولی غنی ہوں، نابالغ سے تملیک نہ کرائی جائے، جمیع صدقاتِ واجبہ چرمِ قربانی وغیرہ میں یہ صورت ہوسکتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲؍۲؍۹۳ھ

ادائے زکوٰۃ کے لئے حیلۂ تملیک

سوال:- خالد صاحبِ نصاب ہے اس نے زکوٰۃ کا پچاس روپیہ ایک غریب کو دیا غریب

---

[1] لو أراد صرفها الی بناء المسجد أو القنطرة لا یجوز فان أراد الحیلة فالحیلة أن یتصدق به المتولی علی الفقراء ثم الفقراء یدفعونه الی المتولی ثم المتولی یصرف الی ذالک الهندیة ص:۴۷۳، ج:۲، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات الخ مطبوعه کوئٹه النهر الفائق ص۴۶۲/۱، کتاب الزکاة باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه الدر مع الرد کراچی ص۳۴۵ج۲ باب المصرف.

نے اپنی خوشی سے بلا جبر خالد کو بخش دیا، پھر خالد نے غریب کو دیدیا، مطلب یہ ہے کہ خالد زکوٰۃ ادا کرنے کا حیلہ کرتا ہے اور پچاس روپیہ زکوٰۃ کے سوا دوسو کے عوض میں دیتا ہے کیا اس حیلہ سے خالد کی زکوٰۃ جائز ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

سخت ترین مجبوری کے وقت کہ گذشتہ زمانہ کی زکوٰۃ فرض ہے اور ادائیگی کے لئے کوئی انتظام نہیں ہے اور نہ قریب میں کوئی توقع ہے، تو یہ حیلہ مشروع ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مواخذہ سے بچالیں گے[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

حیلہ عدم وجوب زکوٰۃ

سوال:-کوئی شخص سال آنے پر اپنا مال اپنے لڑکے کو ہبہ کردے پھر جب دوسرا سال آنے لگے تو بیٹا باپ کو ہبہ کردے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے اور کیا یہ بھی حیلہ بازی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض نہ ہو تو ایسا کرنا مکروہ ہے: **واذا فعله حيلة لدفع الوجوب كأن استبدل نصاب السائمة بآخرا واخرجه عن ملكه ثم ادخله فيه قال**

[۱] ولومات وعليه صلوات فائتة وأوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وكذا حكم الوتر من ثلث ماله ولو لم يترك مالايستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم (قال الشامیؒ) وبعد ذالک يعيد الدور لكفارة الصيام ثم للأضحية ثم للأيمان ...... وظاهر كلامهم أنه لوكان عليه زكاة لا تسقط عنه بدون وصية (إلى قوله) ثم رأيت فى صوم السراج التصريح بجواز تبرع الوارث باخراجها وعليه فلا بأس بادارة الولى للزكاة، (الدر مع الشامى زكريا ص۵۳۲تا۵۳۵ ج۲ باب قضاء الفوائت، مطلب فى اسقاط الصلوة عن الميت، بحر كوئٹه ص۹۱ ج۲، باب قضاء الفوائت، هنديه كوئٹه ص۱۲۵ ج۱ الباب الحادى عشر فى قضاء الفوائت.

ابویوسف لا یکرہ لا نہ امتناع عن الوجوب لا ابطال حق الغیر وفی المحیط انہ الاصح وقال محمدؒ یکرہ واختارہ الشیخ حمید الدین الضریر لان فیہ اضرارًا بالفقراء وابطال حقھم مآلاً وکذا الخلاف فی حیلۃ دفع الشفعۃ قبل وجوبھا وقیل الفتویٰ فی الشفعۃ علیٰ قول ابی یوسفؒ وفی الزکوٰۃ علیٰ قول محمدؒ وھٰذا تفصیل حسن شرح در رالبحار ص: ۲۱، شامی[1] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ کی فرضیت سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا

سوال:-ایک شخص کے پاس دس تولہ سونا ہے اور ہر رمضان کو زکوٰۃ ادا کرتا ہے، اب حیلہ یہ کرتا ہے کہ رمضان آنے سے پہلے دس تولہ سونا اپنی بی بی کو دیتا ہے، یعنی مالک بنادیتا ہے، یا اپنے کسی رشتہ دار کو مالک بنادیتا ہے، پھر اسی طرح بی بی صاحبہ دوسرے رمضان آنے سے پہلے پہلے اس سونے کا مالک شوہر کو بنادیتی ہے، اب اس صورت میں شوہر اور بی بی کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر ساقط ہوگئی تو شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً

محض زکوٰۃ سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے[2]۔ اگرچہ ایسا کرنے سے زکوٰۃ لازم

---

[1] شامی زکریا ص۲۰۸ ج۳ باب زکاۃ الغنم، ھندیہ کوئٹہ ص۳۹۱ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاۃ، تاتارخانیۃ کراچی ص۲۹۷ ج۲ الفصل الحادی عشر فی الاسباب المسقطۃ للزکاۃ، ومن جملۃ الأسباب المسقطۃ الردۃ.

[2] وتکرہ الحیلۃ لا سقاطھا ای الزکوٰۃ عند محمد وعلیہ الفتویٰ الخ سکب الانھرعلی مجمع الانھر ص:۲۹۰ ج۱، کتاب الزکاۃ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، عالمگیری ص۳۹۱ ج۶، مطبوعہ کوئٹہ، کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاۃ، مجمع الأنھر ص۲۹۰ ج۱ کتاب الزکاۃ، طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت.

نہیں ہوگی[1] فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ واجب نہ ہونے کا حیلہ

سوال:-زکوٰۃ سے بچنے کے لئے حیلہ کرنا کہ سال ختم ہونے سے پہلے اپنا مال دوسرے کی طرف منتقل کردے کسی امام کے نزدیک جائز ہے اورآیاامام شافعیؒ یاان کے علماء نے امام مذکور بالا پر لعن طعن کی ہے یانہیں، اگرنہیں تواس مسئلہ میں امام صاحب کی جواس کے جواز کے قائل نہیں، تکذیب کرے تواس کا یہ فعل کیسا ہے نیز تکذیب کے کیا معنی ہیں۔فقط

الجواب حامداًومصلیاً

قال فی البحر اعلم انه لو وهب النصاب فی خلال الحول ثم تم الحول وهو عند الموهوب له ثم رجع للواهب بعد الحول بقضاء أو بغیره فلا زکوٰة علی واحد منهما کما فی الخانیة وهی من حیل اسقاط الزکٰوة قبل الوجوب وفی المعراج ولو باع السوائم قبل تمام الحول بیوم فراراً عن الوجوب قال محمد یکره وقال ابویوسف لا یکره وهو الاصح ولو باعها للنفقة لا یکره بالاجماع ولو احتال لاسقاط الواجب یکره بالاجماع ولو فر من الوجوب بخلاً لا تأثما یکره بالاجماع اهـ[2]

اس سے معلوم ہوا کہ بعض مجتہدین کے نزدیک بعض صورتوں میں حیلہ درست ہے اوربعض کے نزدیک مکروہ ہے اوربعض صورتوں میں سب کے نزدیک درست ہے، اوربعض صورتوں میں سب کے نزدیک مکروہ ہے،لعنت کرنا کسی مسلمان پردرست نہیں،[3] حضرت امام شافعیؒ کی شان اس

[1] رجل له مائتا درهم أراد أن لا تلزمه الزکاة فالحیلة له فی ذلک أن یتصدق بدرهم قبل تمام الحول بیوم (إلی قوله) فلا تجب الزکاة (هندیه کوئٹه ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة)

[2] طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۱ قبیل باب المصرف، طبع مصر، بحر کوئٹه ص ۲۲۰ ج۲ کتاب الزکاة، فصل فی الغنم، هندیه کوئٹه ص ۳۹۱ ج۶ کتاب الحیل، الفصل الثالث فی مسائل الزکاة.

[3] لا ینبغی للمؤمن أن یکون لعانا، مشکوٰة شریف ص۴۱۳ باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، طبع یاسر ندیم دیوبند.

سے ارفع ہے، اگر تکذیب کا مطلب یہ ہیکہ بعض مجتہدین کی طرف اس مسئلہ کا انتساب غلط ہے، تب تو یہ ناواقفیت پر مبنی ہے اور اگر مطلب یہ ہیکہ یہ مسئلہ ہی غلط ہے یعنی حیلہ بعض صورتوں میں ناجائز ہے، تو یہ بعض مجتہدین کے قول کے موافق صحیح ہے، اور اگر یہ مطلب ہیکہ کسی صورت میں حیلہ درست نہیں، تو غلط ہے کیونکہ بعض صورتوں میں بالاجماع ایسا کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۲۶/۷/۵۶ھ

حیلۂ تملیک

سوال:-اگر اہل برادر زکوٰۃ کا روپیہ فقیر مدرسہ ومکانات احاطہ مسجد میں صرف کرنا چاہتے ہیں اسکی صورت یہ تجویز کرتے ہیں کہ مہتمم مدرسہ جو صاحب قرض ہیں اور صاحب نصاب نہیں ہیں، زکوٰۃ کا پیسہ انکو دیدیا جائے اور وہ پھر اپنی طرف سے مواقع مذکورہ میں فی الحال یا جب ضرورت ہو صرف کردیں، یا مہتمم صاحب اگر صاحب نصاب ہیں تو وہ اس پیسے کو کسی غیر صاحب نصاب کو دیدیں وہ پھر مہتمم صاحب کو دیدے پھر مہتمم صاحب اسکی طرف سے مذکورہ بالا مصرف میں صرف کردے یا کوئی اور صورت جواز کی ہو کہ اسکے مطابق عمل کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس طرح زکوٰۃ ادا ہوجائیگی: **من علیه الزکٰوة لو اراد صرفها الیٰ بناء المسجد والقنطرة لا یجوز فان اراد الحیلة فالحیلة ان یتصدق به المتولی علیٰ الفقرآء ثم الفقراء یدفعونه الیٰ المتولّی ثم المتولی یصرف الیٰ ذالک کذا فی الذخیرة اھ**

عالم گیری ص: ۴۷۳، ج: ۲ [۱] لیکن مہتمم یا کسی دوسرے مصرف کومجبور کرنا اوراس پر دباؤ ڈالنا درست نہیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود غفرلہٗ مظاہرعلوم سہارن پور

حیلۂ تملیک

سوال:-کسی صاحب مال کوکسی اسلامی ادارہ میں کثیر رقم خرچ کرنی ہےصاحب مال یہ حیلہ کرتا ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کووہ رقم اس شرط پر دیتا ہے کہ وہ مستحق زکوٰۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں واپس کرے تو یہ حیلہ کیسا ہے، زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور وہ مستحق زکوٰۃ جس نے مال اسلامی ادارہ میں واپس کیا ہے،اس کوکار خیر میں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

یہ شرط قطعاً ناجائز ہےصاحبِ مال کوکسی طرح جائزنہیں کہ مستحق زکوٰۃ کواس اسلامی ادارہ میں اس رقم کے دینے پرمجبور کرے اگر باوجود شرط کے مستحق زکوٰۃ وہ رقم اسلامی ادارہ میں واپس نہ دے تب بھی صاحب مال کوواپس لینے کاحق حاصل نہیں رہا،جب مستحق کو مالک بنادیا اوراسکے حوالہ کردی تو زکوۃ ادا ہوگئی،اب اس کواختیار ہے کہ وہ رقم جہاں چاہےصرف کرے چاہےاسلامی ادارہ میں دے چاہےاپنے کسی اورکام میں لاوے جب ثواب کی جگہ میں صرف کریگا ثواب کا مستحق ہوگا،ایسی صورت میں شرط اور جبر کا توحق نہیں ہے صرف تلقین کرسکتا ہے کہ اس ادارہ میں ضرورت زیادہ ہےاوراس میں دینے سے ثواب بھی زیادہ ہے[۲]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبدمحمود گنگوہی عفااللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور

الجواب صحیح:سعیداحمدغفرلہٗ صحیح:عبداللطیف ۲۱/۵/۵۹ھ

---

[۱] الهندية كوئٹه ص:۴۷۳ ج۲ كتاب الوقف، الباب الثانى عشر فى الرباطات، النهر الفائق ص۴۶۲ ج۱ كتاب الزكاة، باب المصرف مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر مع الشامى كراچى ص۳۴۵ ج۲ باب المصرف. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حیلۂ تملیک جب کہ صدقۂ نافلہ بھی موجود ہو

سوال:- ہمارے مدرسہ میں نافلہ کی مد میں بھی کچھ روپیہ باقی رہتا ہے، مگر زکوٰۃ کی رقم حیلۂ تملیک کے بعد مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کی جاتی ہے، کیا صدقات نافلہ جب تک بالکل ختم نہ ہوجائے، اس وقت تک حیلۂ تملیک جائز نہیں، ان مفاد کے پیش نظر زکوٰۃ کی رقم کو حیلہ تملیک کے ساتھ نافلہ بنایا جاتا ہے، کہ مرکز کی زکوٰۃ جلد از جلد ادا ہوجاتی ہے اور عوام الناس اور مجہول الحال لوگوں پر صرف کرنے میں دل کو خدشہ باقی رہتا ہے، کہ کہیں یہ صاحب نصاب تو نہیں، نیز تملیک کے بعد یہ وسعت ہوجاتی ہے، زکوٰۃ کی مد میں صرف کرسکتے ہیں اور نافلہ کی مد میں بھی (حسب ضرورت) وغیرہ کیا یہ درست ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

عواقب کے پیش نظر اس کی گنجائش ہے[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

زکوٰۃ کے روپیہ کی تملیک کے بعد واپسی

سوال:- (۱) ہمارے یہاں قصبہ لاّو پورہ میں ایک اسلامی مکتب ہے، مکتب کے نام پر ایک

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] والحيلة فى هذه الأشياء أن يتصدق بها على الفقير ثم يأمره أن يفعل هذه الأشياء فيحصل له ثواب الصدقة ويحصل للفقير ثواب هذه القرب (تبيين الحقائق ص ۳۰۱ ج ۱ باب المصرف، طبع امداديه ملتان، الدر مع الرد كراچى ص ۳۴۵ ج ۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف مطبوعه مكه مكرمه.

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] ان الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يامره بفعل هذه الاشياء الخ. الدرالمختار على الشامى زكريا ص:۲۹۳، ج:۳، باب المصرف. كتاب الزكاة، تبيين ص ۳۰۱ ج ۱ باب المصرف، طبع امداديه ملتان، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ باب المصرف، مطبوعه مكه مكرمه.

دوسری جگہ سے مبلغ چارسو چھتیس روپیہ زکوٰۃ کے مہتمم کے پاس آئے، مکتب میں زکوٰۃ کا مصرف نہ تھا، لہٰذا مہتمم نے یہ ۴۳۶/روپیہ زکوٰۃ کا ایک دوسرے شخص زید کو بطورِ تملیک دیدیا اور کہا میں نے یہ روپیہ مدرسہ میں دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرو، مہتمم نے روپیہ زید سے نہیں لیا اور کہا کہ تم ہی رکھو، ضرورت پڑنے پر تم سے ہم لیتے رہیں گے، ضرورت کے موقعہ پر زید نے اس میں سے مبلغ ۲۹۰/روپیہ مدرسہ کو دیدیئے اور باقی ۱۴۶/روپیہ کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا، مہتمم مدرسہ اس باقی ماندہ رقم کو زید سے طلب کرتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ باقی ماندہ ۱۴۶/ روپے زید کے ذمہ مدرسہ میں دینا واجب ہے، یا اس کو پورا اختیار ہے کہ دے یا نہ دے؟

(۲) نہ دینے کی صورت میں زید گنہگار رہوگا یا نہیں؟

(۳) زید کے ذمہ واجب نہ ہونے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم جبراً یہ روپیہ زید سے لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) زید سے یہ باقی ماندہ روپیہ لینے کی صورت میں مدرسہ کا مہتمم گنہگار یا فاسق ہوگا یا نہیں؟

(۵) زید کے ذمہ ان روپیوں کے واجب الادا ہونے کی صورت میں اگر زید سے مدرسہ کے مہتمم ناراض ہوں، اور دل میں کسی قسم کی کشیدگی وکدورت رکھیں تو مہتمم اس کشیدگی وناراضی سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

جب یہ روپے مکتب کے نام مہتمم صاحب کے پاس آئے تو مہتمم صاحب کو حق نہیں تھا کہ کسی غیر آدمی کو دیدیں، غیر آدمی کے دینے کی وجہ سے ان کے ذمہ ضمان لازم ہے[۱] پھر جتنا روپیہ اسنے دیدیا اسکا مکتب میں صرف کرنا اس دینے والیکی طرف سے درست ہے، جو باقی رہ گیا اسکا ابھی مدرسہ میں دینا معتبر نہیں، اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا تھا، وہ وعدہ کے درجہ میں ہے، اس کو چاہئے کہ

[۱] ولو خلط زكاة مؤكليه ضمن وكان متبرعا الا اذا وكله الفقراء. درمختار كراچى ص:۲۶۹، ج:۲، الدرالمختار نعمانيه ص:۱۱، ج:۲، كتاب الزكاة، مطلب فى زكاة ثمن المبيع وفاءً بحر كوئٹه ص۲۱۰ ج۲ كتاب الزكاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ كتاب الزكاة، طبع مكه مكرمه.

اپنا وعدہ پورا کرے اور بقیہ روپیہ دیدے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے [۱]

(۳) جبراً اس سے لینے کا مہتمم کو حق نہیں [۲]

(۴) مہتمم اس کو روپیہ ناحق دیکر گنہگار ہو چکا، اب اس سے لینے کا حق نہیں کہ وصول نہ کرنے کی وجہ سے مستقل گنہگار رہو۔

(۵) زید کے ذمہ دیانۃً وعدہ کر لینے کی وجہ سے اس کا دینا واجب ہے، [۳] زید تو اپنی طرف سے کہہ چکا تھا کہ میں نے یہ روپیہ مدرسہ کو دیا، اس کو مدرسہ کی ضروریات میں خرچ کرو، اگر اس کہنے کے بعد وہ روپیہ مہتمم کے ہاتھ میں دیدیتا تو وہ مدرسہ کا ہو جاتا، پھر مہتمم زید کو دیتا تو یہ امانت ہوتا، اور مہتمم کو ان کا واپس لینا قضاءً وقانوناً بھی برحق ہوتا اور واپس نہ لینے کی وجہ سے وہ گنہگار بھی ہوتا، مگر چونکہ اس پر مہتمم کا قبضہ نہیں ہوا، اس لئے زید کی مِلک ختم نہیں ہوئی، لہٰذا یہ دینا وعدہ کے درجہ میں رہ گیا، [۴] زید کو اور مہتمم کو مسئلہ سمجھا دیا جائے تاکہ دونوں اس کے موافق عمل کریں اور کشیدگی اور ناراضگی کو ختم کردیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹/۷/۹۲ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۷/۹۲ھ

---

[۱] الخلف فی الوعد حرام، اشباہ ص ۱۵۹ الفن الثانی وھو فن الفوائد، کتاب الحظر والإباحة، طبع اشاعة الإسلام دھلی.

[۲] وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء وهل له أن يخالف أمره لم أره والظاهر نعم لأنه مقتضى صحة التمليك، الدر مع الشامی کراچی ص۳۴۵ج۲ باب المصرف، النهر الفائق ص ۴۶۲ ج ۱ کتاب الزكاة، باب المصرف، طبع مکه مکرمه.

[۳] وأوفوا بالعهد ما عاهدتم الله عليه وما عاهدتم عليه غيركم من العباد إن العهد كان مسئولا أي إن صاحب العهد كان مسئولا، روح المعانی ص ۱۷ج۱۵ سورۂ بنی سرائیل آیت ۳۴ طبع مصطفائيه ديوبند.

[۴] الصدقة بمنزلة الهبة فی المشاع وغير المشاع وحاجتها إلى القبض، هنديه كوئٹه ص ۴۰۶ کتاب الهبة الباب الثانی عشر فی الصدقة رجل اخرج الدراهم من الكيس أو من الجيب ليدفعها إلى مسكين ثم بداله فلم يدفع فلا شئ عليه من حيث الحكم، هنديه كوئٹه ص ۴۰۸ ج۴ حوالۂ بالا.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ہشتم

﴿عشر وخراج کے احکام﴾

عشر کا ثبوت قرآن کریم سے

سوال:-بعض لوگ کہتے ہیں کہ عُشر زمین کے بارے میں قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے کوئی حکم نازل نہیں کیا ہے کیا یہ حکم: **"یا ایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیّبات ما کسبتم و ممّا اخرجنا لکم من الارض" (الآیة)** پارہ۳/رکوع۵/سے ثابت نہیں ہوتا، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حافظ ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن[1] ص:۱۰، ج:۳، میں امت کا اتفاق نقل کیا ہے اس بات پر کہ آیت: "واٰتُوْ حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ" میں عشر مراد ہے، بعض

[1] اتفاق الأمة علی وجوب الحق فی کثیر من الحبوب والثمار وھو العشر ونصف العشر احکام القرآن للجصاص. ص:۱۰، ج:۳، ذکر الخلاف فی الموجب فیه. طبع دار الکتاب العربی بیروت. روح المعانی ص۸/۳۸، سورۂ انعام آیت: ۱۴۱، مطبوعه مصطفائیه دیوبند، تفسیر مظھری ص۳/۲۹۴، سورۂ انعام، آیت: ۱۴۱، مطبوعه رشیدیه کوئٹه.

ائمہ نے:''انفقوا من طیّبات ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض'' سے بھی وجوبِ عشر پر استدلال کیا ہے۔ کذا فی احکام[1] القرآن ص: ۴۵۸، ج: ۱، او الزیلعی[2] ص: ۲۹۲/۱. فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/۱۰/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

صحیح عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۲/ شوال ۶۴ھ

ہندوستانی زمین کا حکم

سوال:- ہندوستانی زمین عشری ہے یا خراجی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

موجودہ حالت میں جب کہ زمینیں ملک سرکار ہیں تو نہ وہ عشری ہیں نہ خراجی: هذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولاخراجیة من الأراضی تسمّٰی ارض المملکة واراضی الحوز اھ شامی.[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ عالم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دار العلوم دیوبند

---

[1] وقوله تعالٰی (ومما اخرجنا لكم من الأرض) ويحتج به لأبى حنيفة رضى الله عنه فى ايجابه العشر، احكام القرآن للجصاص ص: ۴۵۸، ج: ۱، باب المكاسبة، مطبوعه دارالكتاب العربى بيروت.

[2] زيلعى ص ۲۹۲/۱، باب العشر، مطبوعه امداديه ملتان، بدائع زكريا ص ۱۶۹، ۱۷۰/۲، كتاب الزكوة، فصل واما زكاة الزروع والثمار.

[3] شامى نعمانيه ص ۲۵۶/۳، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطلب لا شىء على زراع الاراضى السلطانية من عشر او خراج، شامى كراچى ص ۱۷۹/۴، الدرالمنتقى مع المجمع الانهر ص ۴۶۱/۲، كتاب السير، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

ہندوستان کی زمین عشری ہے یا خراجی

سوال:- ہندوستان کی زمین (خواہ بہار کی ہو یا یوپی کی) عشری ہے یا خراجی، بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین بادشاہ اسلام کے وقت سے مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں ان میں عشر ہے نیز جو زمین اس وقت مسلم کی ملک وقبضہ میں ہیں اور کسی غیر مسلم سے منتقل ہو کر ملک مسلم میں آنا معلوم نہیں تو بناء بر استحصاب حال ان پر قبضہ مسلم مستمر مان کر ان کو بھی عشری قرار دیا جائے گا، حکومت جو محصول لیتی ہے، وہ خراج میں محسوب ہوسکتا ہے، لیکن عشر کے حق میں محسوب نہیں ہوسکتا، فتاویٰ رشیدیہ[1] حصہ سوم ص:۵۵، میں اس کی تصریح موجود ہے، ایسا ہی عزیز الفتاویٰ[2] ص:۲۷ ج:۱، وص:۸۷۶، جلد ایک وتتمہ جلد اول، امداد الفتاویٰ[3] ص:۵۰، وحوادث الفتاویٰ ص:۱۹، میں بعض علماء نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کی بناء پر یہاں کی زمینوں کو دونوں قسم کی مؤنتوں عشر واخراج سے مستثنیٰ کردیا ہے: **وما أسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة باجماع الصحابة عشرية لانه اليق بالمسلم الخ درمختار وقوله وقسم بين جيشنا احترز به عما ان اقسم بين قوم كافرين غير اهله فانه خراجى كما فى النتف ولو قال بيننا لشمل ما اذا اقسم بين المسلمين غير**

---

[1] فتاوی رشیدیه ص ۴۴۸، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعه الرشید دیوبند.

[2] عزیز الفتاوی ص ۳۵۷، کتاب الزکوة، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالاشاعت کراچی.

[3] امداد الفتاوی ص ۶۱ - ۵۹، فصل فی العشر والخراج، مطبوعه زکریا دیوبند.

الغانمین فانه عشری لان الخراج لا یؤظف علی المسلم، ابتداءً (شامی[1] ج:۳، ص: ۲۵۴) لایؤخذ العشر من الخارج ترک السلطان او نائبه الخراج لرب الارض او وهبه له جاز عند الثانی وحل له لو مصرفاً وان لا تصدق بهٖ یفتٰی ولو ترک العشر لا یجوز اجماعاً ویخرجه بنفسه للفقراء الخ در مختار وکذا لو کانت عشریة لا یؤخذ منها خراج لانهما لا یجتمعان. قوله لا یجوز اجماعاً لعل وجهه ان العشر مصرفه مصرف الزکٰوة لانه زکٰوة الخارج ولایکون الانسان مصرفاً لزکٰوة نفسه بخلاف الخراج فانه لیس زکٰوة ولذا یوضع علیٰ ارض الکافر. ملخصاً[2]

حکومت اگر ارض عشریہ سے خراج وصول کرے تو یہ ناجائز ہے اور اس سے عشر ادا نہیں ہوگا، کیونکہ حکومت مصرف زکوٰۃ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۸/۴/ ۷۰ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

دارالعلوم دیو بند مفتی مظاہر علوم سہارن پور ۲۰/۴/ ۷۰ھ

اراضی ہند میں عشر اور خراج کا حکم

سوال:-ما قولکم فی مسئلة وجوب العشر وعدمه فی الارضی التی

---

[1] الدر المختار مع الرد المحتار نعمانیه ص: ۲۵۴، ج:۳، باب العشر والخراج والجزیة. مجمع الانهر ص۲/۴۵۷، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، هندیه کوئٹه ص۲/۲۳۷، کتاب السیر، الباب السابع فی العشر والخراج.

[2] شامی نعمانیه ص: ۲۶۵، ج:۳، باب العشر والخراج، مطلب لو رحل الفلاح من قریة لا یجبر علی العود. هندیه کوئٹه ص ۲/۲۴۰، کتاب السیر، الباب السابع فی العشر والخراج، بحر کوئٹه ص ۱۰۹، ۵/۱۱۰، باب العشر والخراج.

کانت مقبوضة فی أیدی النصاریٰ کارض الهند والفنجاب والفشاور وغیرها فان کان واجبًا فبأی دلیل واضح وسند ساطع وان کان غیر واجب فلعدم وجوبه کونها اراضی دارالحرب کافیة ام لا!

(۲) واذا وضعت النصاریٰ علٰی الأراضی المملوکة المذکورة ثمنا مخصوصاً و نقداً معلوما الذی یسمٰی فی عرف عامة الخلائق بمالیة المال هل هٰذا خراج شرعی ام لا وفی صورة عدمه موجب لسقوط العشر ام لا.

(۳) والاراضی التی تستقیٰ بماء الانهار حفرتها النصاریٰ ووضعوا لاستعمال مائها طرقاً مختلفةً وثمناً متفرقة حسب الفصول والبقول والعامل فی مائها خلاف قوانینهم یکون مجرمًا عندهم هل یجب فیها العشر اونصف العشر بینوا بحوالة الکتب المعتبر.

الجواب حامداًومصلیاً

(۱) فیه قولان احدهما وجوب العشر اذا ملک المسلم مستمراً علیها من زمن السلطنة المسلمة انتقلت الیه وهو لا یعلم انها من مسلم انتقلت اوکافر هٰذا ما اختاره الشیخ رشید[۱] احمد المحدث الگنگوهی فی فتاواه ومولانا اشرف[۲] علی التهانوی ومبناه عدم القطع بکونه دارالحرب لاسیما فی بعض الاحکام.

والقول الثانی عدم وجوب العشر والخراج واختاره مولانا محمد أعلٰی التهانوی فی رسالته[۳] حیث قال ان اراضی الهند لیست بعشریة و لا

---

[۱] فتاوی رشیدیه ص۴۳۵، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعه محمودیه دیوبند.
[۲] امداد الفتاوی ص۵۹، فصل فی العشر والخراج، مطبوعه زکریا دیوبند.
[۳] رساله "احکام الاراضی" مؤلفه قاضی اعلی ابن شیخ علی التهانویؒ.

خراجية بل أراضى الحوذ اى أراضى بيت المال والمملكة وصرح الشلبى[1] بعدم وجوب العشر والخراج من مثل ذالک الاراضى.

(۲) الاصح ان الثمن المذكورة اجرة الاراضى والعشر لا يسقط به اذا كانت الارض عشرية اما اذا كانت خراجية فهذا الثمن ينوب عن الخراج (كذا فى فتاوىٰ الرشيدية)[2]

(۳) اذا كانت الارض مسقية بماء الانهار المذكورة الماخوذ بالثمن ففيها نصف العشر.[3] فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ مظاہر علوم سہارن پور

---

[1] وهذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولا خراجية من الاراضى تسمى ارض المملكة واراضى الحوز الخ، شامى نعمانيه ص ۳/۲۵۶، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه كراچى ص ۴/۱۷۹، مطلب لا شيء على زراع الاراضى السلطانية من عشر وخراج الدرالمنتقى مع مجمع الانهر ص ۲/۴۶۱، كتاب السير، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] فتاوى رشيه ص ۴۴۸، عشر وخراج كا بيان، مطبوعه الرشيد ديوبند.

[3] ويجب نصفه فى مسقى غرب ودالية او سقاه بماء اشتراه الخ، الدرالمختار على ردالمحتار زكريا ص ۳/۲۶۸، كتاب الزكوة، باب العشر والخراج، مطلب مهم فى حكم اراضى مصر والشام، الخ، بحر كوئٹه ص ۲/۲۳۸، كتاب الزكوة، باب العشر، النهر الفائق ص ۱/۴۵۴، كتاب الزكوة، باب العشر، مطبوعه مكه مكرمه

ترجمہ سوال وجواب

سوال:-(۱) جو زمینیں نصاریٰ کے قبضہ میں ہیں جیسے ہندوستان، پنجاب، پشاور کی زمینیں ان میں عشر کے وجوب وعدم وجوب کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے، اگر واجب ہے تو کس دلیل سے، اور اگر واجب نہیں تو عدم وجوب کے لئے ان زمینوں کا اراضی دارالحرب ہونا کافی ہے یا نہیں۔

(۲) مذکورہ مملوکہ زمینوں پر نصاریٰ نے جو ثمن مخصوص اور نقد معلوم مقرر کر رکھا ہے جس کو عرف میں مال گذاری کہتے ہیں خراج شرعی ہے یا نہیں، خراج نہ ہونے کی صورت میں عشر ساقط ہوگا یا نہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

اراضی ہند میں عشر کا حکم

سوال:-اراضی ہند کی عشری وغیر عشری ہونے کی تحقیق فرمائیں، علماء نے اس مسئلہ کو ایسا الجھادیا ہے کہ مسئلہ کا کوئی رخ واضح نظر نہیں آتا آخر عوام کیا کریں، عشر نکالیں یا نہیں، زمین کی مال گذاری پانی کا جو حکومت نے پبلک پر عائد کردیا ہے یہ عشر کے غلہ سے دیا جاسکتا ہے، یا نہیں، آم، امرود، کیلے، لیموں، سبزی، ترکاریوں میں عشر ہے یا نہیں اور اس کے دینے کی کیا شکل ہوگی۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) (۳) جو زمینیں نصاریٰ کی کھودی ہوئی نہروں سے سیراب کی جاتی ہیں جن کے پانی کے استعمال کے مختلف طریقے اور پیداوار کے اعتبار سے متفرق محصول مقرر کر رکھے ہیں، اور ان پانیوں میں ان کے قوانین کے خلاف تصرف کرنے والا ان کے نزدیک مجرم ہوتا ہے تو اس میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر، معتبر کتابوں کے حوالہ سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً (۱) اس میں دو قول ہیں ایک وجوب عشر جبکہ سلطنت اسلامیہ کے زمانہ سے ملک مسلم اس پر برابر قائم رہی ہو یا وہ زمین مسلمان کے پاس آئی ہو اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ وہ پہلے مسلمان کے پاس تھی یا کافر کے حضرت مولانا شیخ رشید احمد صاحب گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے فتاویٰ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے اور اس کی بنیاد قطعی طور پر ہندوستان کے دارالحرب نہ ہونے پر ہے، خاص کر بعض احکام میں۔

دوسرا قول عشر وخراج کا واجب نہ ہونا ہے، اس کو مولانا محمد اعلیٰ تھانویؒ نے اپنے رسالے میں اختیار فرمایا ہے فرماتے ہیں۔'' کہ ہندوستان کی زمینیں نہ عشری ہیں نہ خراجی بلکہ بیت المال اور سلطنت کی زمینیں ہیں، شامی نے ایسی زمینوں میں عشر وخراج کے واجب نہ ہونے کی تصریح کی ہے''

(۲) اصح قول یہ ہے کہ محصول مذکور زمینوں کا کرایہ ہے جس کی وجہ سے عشری زمین سے عشر ساقط نہیں ہوگا، لیکن جب زمین خراجی ہو تو یہ محصول خراج کے قائم مقام ہوگا۔ کذا فی فتاویٰ الرشیدیہ۔

(۳) جب زمین مذکورہ نہرں سے سیراب کی جائیں جن کے اندر محصول لیا جاتا ہے تو ایسی زمینوں میں نصف عشر واجب ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند مظاہر علوم سہارن پور

الجواب حامداً ومصلیاً

علماء نے تو بہت سلجھایا ہے آج نہیں کئی سو سال پہلے شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے جو خلیفہ خاص تھے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے اس مسئلہ پر مستقل رسالہ اپنے وقت میں تصنیف فرمایا جس کا نام رسالہ ''اراضی[1] ہند'' ہے اس میں زمینوں کے اقسام اور ان کے احکام تفصیلاً بیان کئے، موجودہ دور میں بھی مختلف رسائل لکھے گئے، مختصراً عرض یہ ہے کہ جو زمین ملک مسلم نہ ہو، جیسا کہ خاتمہ زمینداری کے بعد سے یہاں کی زمینوں کا حال ہے، اس میں عشر واجب نہیں[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۲/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید دارالعلوم

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند

ہندوستانی زمینوں میں عشر

سوال:- ہندوستان کی وہ زمینیں جو حکومت اسلامیہ کے زمانہ سے مسلمانوں کے قبضہ میں ہیں اور ان کی کاشت میں ہیں، تو کیا ان پر عشر واجب ہوگا، مشہور یہ ہے کہ جو مال گذاری حکومت کو دی جاتی ہے یہ قائم مقام عشر کے ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اگر زمین دوسرے کو

---

[1] ''تحقیق اراضی ہند'' مصنفہ شیخ جلال الدین تھانیسری متوفی ۹۸۹ھ، ۱۵۸۱ء

[2] وهذا نوع ثالث يعني لا عشرية ولا خراجية من الاراضي تسمى ارض المملكة وارضي الحوز، شامي نعمانيه ص ۳/۲۵۶، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه كراچی ص ۴/۱۷۹، مطلب لاشيء على زراع الاراضي السلطانية من عشر وخراج، الدر المنتقى مع مجمع الانهر ص ۲/۴۶۱، كتاب السير، باب العشر والخراج، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

کاشت کے لئے دیدی جائے تو عشر کس پر واجب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسی زمینوں پر عشر واجب ہے[1]، حکومت کی مال گذاری عشر کے قائم مقام نہیں ہوتی، جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ[2] میں ہے عشری زمین اگر کاشت پر دی جائے تو مالک اور مزارع پر حصہ وار عشر واجب ہوگا، جو زمین نقد کرایہ پر دی جائے اس میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک مالک پر عشر ہوگا صاحبین کے نزدیک مستاجر پر ہوگا: **والعشر على المؤجر كخراج مؤظف وقالا على المستاجر كمستعير مسلم وفى الحاوى وبقولهما نأخذ وفى المزاعة ان كان البذر من رب الارض فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة درمختار وقال حتّٰى تفسد الاجارة باشتراطِ خراجها اوعشرها على المستاجر كما فى الاشباه وكذا حامد آفندى العمادى وقال فى فتاواه قلت عبارة الحاوى القدسى لا تعارض عبارة غيره فان قاضى خان من اهل الترجيح فان من عادته تقديم الاظهر والا شهر وقد قدم قول الامام فكان هو المعتمد وافتى به غير واحد منهم زكريا "آفندى شيخ الاسلام وعطاء الله آفندى شيخ الاسلام وقد اقتصر عليه فى الاسعاف والخصاف اهـ ردالمحتار[3] ص:۷۵، ج:۲، بابُ العشر.** واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۵؍رجب ۶۶ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۵؍رجب ۶۶ھ

صحیح عبداللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۶؍رجب ۶۶ھ

---

[1] وما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة باجماع الصحابة عشرية لانه اليق بالمسلم (درالمختار) ولوقال بيننا لشمل ما اذا قسم بين المسلمين غير الغانمين فانه عشرى (شامى كراچى ص۱۷۶/۴، باب العشر والخراج، مجمع الانهر ص۴۵۷/۲، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، هندية كوئٹه ص۲۳۷/۲، كتاب السير، الباب السابع.

(باقی اگلے صفحہ پر)

کیا ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں؟

سوال:-عشر کے متعلق آپ حضرات تحریر فرماتے ہیں کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد آراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آگئی لہٰذا عشر واجب نہیں، لیکن رسالہ دارالعلوم (مولانا فضل الرحمٰن مونگیری کا) کے پرچہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس میں انہوں ثابت کیا ہے کہ ہندوستان میں عشری زمین موجود ہے، رسالہ دارالعلوم دیوبند میں اس کے خلاف ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً

مونگیری حضرات کی رائے عشر کے متعلق وہی ہے، کہ واجب ہے وہ حضرات امارتِ شرعیہ کو ایک نوع کی اسلامی امارات قرار دیتے ہیں اور دارالعلوم میں جو مضمون شائع ہوا ہے، وہ بھی صحیح ہے، مگر وہ خاتمۂ زمینداری سے پہلے کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین

دارالعلوم دیوبند ۱۰/۱/۸۹ھ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ۲؎ فتاوی رشیدیہ ص۴۴۸، عشر وخراج کے احکام کا بیان، مطبوعہ الرشید دیوبند.

۳؎ الدرالمختار مع الشامی زکریا ص۲۷۷، ۲۷۶/۳، مطبوعہ نعمانیہ ص: ۵۵، ج: ۲، کتاب الزکاة، باب العشر، قبیل مطلب هل يجب العشر على المزارعين في الأراضي السلطانية. هندية كوئٹه ص۱۸۷/۱، كتاب الزكوة، الباب السادس في زكاة الزرع والثمار، فتح القدير ص ۲۵۰/۲، باب زكاة الزرع والثمار، مطبوعه دارالفكر بيروت.

عشری خراجی زمین

سوال:- ہندوستان کی زمین خصوصاً نئی آبادی مثلاً ملتان منٹگمری وغیرہ کے علاقہ کی زمین عشری ہے، یا خراجی اس کی صحیح تعریف تحریر کرنے کے بعد یہ بیان فرمائیے کہ ان زمینوں کی پیدار کی زکوٰۃ کی کیا صورت ہوگی، ذرا مفصل تحریر فرمائیے کہ عشر کیسی زمین پر واجب ہے اوراس کا کیا حکم ہے کچھ عشری خراجی زمین کی بھی تقسیم ہے یا عام ہے۔ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

جو زمین اسلامی حکومت کے وقت سے مسلمان کے پاس ہے اورعشری پانی سے سیراب کی جاتی ہے وہ عشری ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس کی پیدار میں عشر واجب ہوتا ہے[1]۔

زمین کی متعدد قسمیں ہیں: **الارض اما عشرية اوخراجية اوتضعيفية المشترون مسلم وذمی وتغلبی فالمسلم اذا اشترى العشرية او الخراجية بقيت علىٰ حالها. اوالتضعيفية فكذالك عند الامامؒ ومحمدؒ وقال ابويوسفؒ ترجع الىٰ عشر واحد واذا اشترىٰ التغلبی الخراجية بقيت خراجية اوالتضعيفية فهی التضعيفية اذا العشرية من مسلم ضوعف عليه العشر عندهما خلافاً لمحمدؒ واذا اشترىٰ ذمی غير تغلبی خراجية او تضعيفية، بقيت علىٰ حالها اوعشرية صارت خراجية ان استقرت فی ملكه عنده**

---

[1] ما اسلم اهله طوعا او فتح عنوة وقسم بين جيشنا والبصرة عشرية (الى قوله) وكل منهما اى العشرية والخراجية ان سقى بماء العشر اخذ منه العشر (الدر مع الشامی كراچی ص۲۷۶، تا ص۲۸۵/۴، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، هندية كوئٹه ص۲۳۷/۲، كتاب السير، الباب السابع فی العشر والخراج، هدايه مع الفتح ص۶/۳۳، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالفكر بيروت)

اھ طحطاوی[1] ص: ۴۱۹، ج: ۱ . فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

آبی اور بارش والی زمین میں عشر

سوال: -آبی زمین میں عشر کتنا فرض ہے اور بارش والی زمین میں کتنا فرض ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس زمین کی آب پاشی کی جاتی ہے یا محنت کر کے کنویں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے، اس کی پیداوار میں نصف عشر واجب ہے اور جس زمین میں بارش کے پانی سے کھیتی ہوتی ہے، اور مستقل پانی دینا نہیں پڑتا اس کی پیدار میں عشر واجب ہوتا ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی

اراضی ہند سے متعلق

سوال: - یہ رسالہ کبھی نظروں سے نہیں گذرا جواب سے بڑی تشفی ہوئی، ذرا اس کی وضاحت فرمائیں، جو زمین ملک مسلم نہ ہو، ہمارے قبضہ میں جو زمین ہے جو سرکار سے

---

[1] طحطاوی علی الدر ص ۶۷۲-۶۷۱/۱، کتاب الزکوۃ، باب العشر، مطبوعہ مصری، بحر کوئٹہ ص ۲۳۸/۲، باب العشر، شامی زکریا ص ۲۷۰/۳، کتاب الزکوۃ، باب العشر.

[2] وتجب فی مسقی سماء أی مطر وسیح کنهر بلاشرط نصاب وبقاء الخ ویجب نصفه فی مسقی غرب ای دلو کبیر ودالیة أی دولاب لکثرة المؤنة (الدر المختار علی ردالمحتار نعمانیه ص: ۴۹، ۵۰، ج: ۲، باب العشر. مطبوعه زکریا ص ۲۶۸-۲۶۵/۳، کتاب الزکوۃ، باب العشر والخراج، تبیین الحقائق ص ۲۹۱/۱، کتاب الزکوۃ، باب العشر، مطبوعه امدادیه ملتان، النهر الفائق ص ۴۵۳/۱، باب العشر، مطبوعه عباس احمد الباز مکه مکرمه.

بندوبست کر کے لی ہے کیا اس زمین پر ہماری ملکیت نہیں، خاتمہ زمینداری کے بعد تمام زمینوں کی مالک حکومت ہوگی، ہمارے پاس جو زمین ہے، ہم اس کے عارضی مالک ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون زمیندارہ کی تشریحات جو حکومت کی طرف سے شائع ہوئی تھیں، ان میں واضح کر دیا گیا تھا کہ زمیندار مالک نہیں رہا، اس کو معاوضہ دیا جائیگا، مالک حکومت ہے، وہ جس کو چاہے دے اور جس طرح چاہے دے[۱]، پھر اس صورت میں جب کہ مالک مسلم نہیں اس میں عشر کا کیا سوال۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۱۲/۸۸ھ

زمینداری ختم ہونے کے بعد مسئلہ عشر

سوال:- تھوڑا عرصہ ہوا کہ سفر میں لوگوں نے ایک استفتاء اور اس کا جواب دکھلایا، اس مجمع میں واقف کار لوگوں نے جوابی استدلال پر اظہارِ تعجب ہے کیا، جواب کی نقل ارسال ہے، صورتِ حال یہ ہے کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد زمین حکومت کی ملک قرار پائی ہو یا نہ پائی ہو، زمین پر قبضہ وتصرف کا حق رکھنے والوں کے حقوق میں اضافہ ہوا ہے کمی نہیں، یہ ایک علیحدہ بحث ہے کہ زمانہ سابق میں زمین کا مالک کاشتکار تھا یا زمیندار یا حکومت، بہر حال اتنی بات تو واضح ہے کہ زمینداری ختم ہونے سے پہلے جس زمین پر جو متصرف تھا وہ آج بھی ہے اگر اس پر پہلے عشر تھا تو آج بھی ہونا چاہئے، اب رہی یہ بات کہ حکومت نے اپنی طرف سے

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء من الملک، تفسیر بیضاوی ص ۸، تحت تفسیر سورۂ فاتحه، مطبوعه رشیدیه دهلی.

جس جس کو زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر، تو یہ اس وقت ہوسکتا ہے کہ جب حکومت نے زمینداری ختم کرنے کے بعد زمین کے مالکوں کی ملکیت منسوخ کر کے اپنی ملکیت کا اعلان کر دیا ہو اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے زید، عمر، ستیارام اور تاراسنگھ وغیرہ کو زمین دی ہو، لیکن ایسا واقعہ نہیں ہے، حکومت نے جن جن صورتوں میں زمینداری ختم کی اور زمیندار کی جگہ خود وہاں کوئی نئی ہندوبستی عمومی طریقہ پر نہیں کی گئی، اس لئے یہ سوال ہی نہیں ہوتا، کہ زمینداری ختم ہونے کے بعد جو زمین حکومت کی مِلک قرار پا گئی، اور پھر حکومت نے اپنی طرف سے لوگوں کو زمین دی ہو، اس حالت میں عرض ہے کہ جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے اور اس عاجز کی اور ساتھ ہی ساتھ ہزاروں اہلِ علم کی تشنگی جو اس جواب سے پیدا ہوئی دور فرمائی جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زمینداری ختم ہونے کے بعد جب ہر زمین مِلک حکومت قرار پا گئی، پھر حکومت نے اپنی طرف سے جس جس کو بھی زمین دی ہے تو اس پر نہ عشر واجب ہے نہ نصف عشر تاہم اگر کوئی شخص عشر یا نصف عشر ادا کر دے تو موجب خیر برکت ہے، جس قدر بھی زیادہ غرباء کو دے گا اجر وثواب پائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۷؍۳؍۸۷ھ

الجواب هو الموفق للصّواب: وجوبِ عشر کا مدار حقوق پر نہیں بلکہ مِلک پر ہے، یعنی وجوبِ عشر کے لئے شرط یہ ہے کہ زمین مسلمانوں کی ملک ہو اور جب سے مسلمانوں نے اس ملک کو فتح کیا ہو اور اس کی زمین غانمین میں تقسیم ہوئی ہے اس وقت سے آج تک برابر مسلمانوں ہی کی ملک چلی آ رہی ہو ارثاً اور شراءً وغیرہ ذالک۔ امّا شرط

الاهلية فنوعان احدهما الاسلام وانه شرط ابتداء هٰذا الحق فلا يُبْدَأ بهٰذا الحق الاّ علٰى مسلم بلا خلاف لان فيه معنى العبادة والكافر ليس من اهل وجوبها ابتداءً فلا يبدأ به عليه. (بدائع الصّنائع[1] ص: ۵۴، ج: ۲، فى بيان العشر) درمیان میں کسی کافر کی ملک میں نہ چلی گئی ہو، اور اگر درمیان میں کسی کافر کی ملک میں چلی گئی ہوگی تو عشری نہ رہے گی، چنانچہ فقہاء کرام کی عبارتیں اسی کی تصریح کرتی ہیں: واشترى ذمى ارضًا عشرية من مسلم فعليه الخراج (ملتقى الابحر[2] علٰى هامش مجمع الانهر ص: ۲۱۷، ج: ۱) ہدایہ میں ہے: ولو كانت الارض لمسلم باعها لنصرانى يريد به ذميًا غير تغلبى وقبضها فعليه الخراج عند ابى حنيفة رحمه اللّٰه لانه اليق بحال الكافر (هدايه[3] ص: ۱۸۵، ج: ۱) فتح القدیر میں شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واذا اشترىٰ ذمى غير تغلبى خراجية اوتضعيفية بقيت علٰى حالها ولو اشترىٰ عشرية من مسلم فعند ابى حنيفة رحمه اللّٰه تصير خراجية ان استقرت فى ملكه (فتح القدير[4] ص: ۱۹۶/ ۲) علامہ جلال الدین خوارزی شارح ہدایہ فرماتے ہیں: كذمى اشترى ارض عشر من مسلم ففيه الخراج عند ابى حنيفة رحمه اللّٰه (كفاية مع الفتح[5] ص ۱۹۸/ ۲) کنز الدقائق میں ہے: وخراج ان اشترىٰ ذمى ارضاً عشريَّة من

---

[1] بدائع كراچى ص: ۵۴، ج: ۲، بدائع زكريا ص: ۱۷۱، ج: ۲. كتاب الزكوة، فصل فى شرائط الفرضية.

[2] ملتقى الابحر على هامش مجمع الانهر ص ۳۲۲/ ۱، كتاب الزكوة، باب زكوة الخارج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[3] هداية ص: ۲۰۳، ج: ۱، باب زكاة الزروع والثمار. مطبوعه دارالكتاب ديوبند.

[4] فتح القدير ص: ۲۵۳، ۲/۵۴، باب زكاة الزروع والثمار. مطبوعه درالفكر بيروت.

[5] كفايه على هامش فتح القدير ص ۱۹۸، ج: ۲. كتاب الزكوة، باب زكاة الزروع والثمار، مطبوعه رشيديه كوئٹه،

مسلم (کنز الدقائق[1] ص: ۶۳) علامہ شامی حاشیہ بحر الرائق میں تحریر فرماتے ہیں: ولو ان کافراً اشتریٰ ارضًا عشریة فعلیه فیها الخراج فی قول ابی حنیفة رحمه اللّٰه (منحة الخالق[2] حاشیه بحر الرائق ص ۲۳۹، ج: ۲) اب اس کے بعد اگر اس کافر سے مسلمان نے خریدی یا کسی اور طریقہ سے مسلمان کی ملک میں آئی تو یہ زمین عشری نہ بنے گی: فصار شراء المسلم من الذمی بعد ماصارت خراجیة فتصیر علیٰ علی حالها ذکره التمرتاشی کما اذا اسلم هو واشترها منه مسلم اٰخر (فتح القدیر[3] ص ۱۹۷، ج: ۲) اب ہمیں دیکھنا ہے کہ خاتمہ زمیندار سے پہلے زمین کس کی ملک تھی، تو اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ زمین سرکاری ملک میں ہو جیسا کہ بعض کا خیال ہے گو دلائل کے اعتبار سے یہ بات کچھ قوی نہ ہو، اس احتمال پر زمینداری کا مطلب یہ ہوا کہ سرکار کو چونکہ کاشتکاروں سے براہِ راست لگان وصول کرنے میں دشواری رہتی ہے اس لئے اس نے خطے بنا کر زمینداروں میں تقسیم کر دیئے کہ یہ لوگ یعنی زمیندار کاشت کاروں سے لگان وصول کر لیا کریں اور سرکار میں پہنچا دیا کریں، تاکہ سرکار کو اس کی وصولیابی میں دشواری نہ ہو تو گویا زمیندار مالکِ زمین نہیں ہوتے تھے، بلکہ مالک تو سرکار ہی تھی، زمیندار تو کاشتکار اور سرکار کے درمیان لگان کی وصولیابی کا واسطہ تھے اور جو کچھ ان کو ملتا تھا وہ ان کی اُجرت تھی، ان کو جو کچھ اختیارات بھی دیئے گئے تھے، وہ محض اسی حیثیت سے تھے، اب جب کہ سرکار بدلی اور انگریز کی جگہ نئی سرکار نے لی تو اس نے زمینداروں کی اس حیثیت کو ختم کر دیا اور چونکہ انہوں نے اتنی مدت تک سرکار کی خدمت کی تھی، اس لئے اس کے عوض کے طور پر اور ان سے جو اختیارات چھین

[1] کنز الدقائق ص ۶۳، کتاب الزکوة باب العشر، مطبوعه دار الاشاعت کلکته.

[2] منحة الخالق علی هامش البحر الرائق ص ۲۳۹/ ۲، کتاب الزکوة، باب العشر مطبوعه کوئٹه،

[3] فتح القدیر ص ۲۵۴/ ۲، کتاب الزکوة، باب زکوة الزروع والثمار، مطبوعه دار الفکر بیروت.

لئے گئے اس کی اشک شوئی کرتے ہوئے انہیں کچھ رقم بھی بونس کی شکل میں دی یہ ایسا ہے جیسے پنشن کہ سابقہ خدمت کے عوض کردی جاتی ہے، ان اختیارات کوختم کرنے کا نام خاتمہ زمینداری ہے،تو اس صورت میں زمین زمیندار کی ملک تھی ہی نہیں ، بلکہ سرکار کی ملک تھی اس میں وجوبِ عشر کا سوال ہی نہیں، اس لئے کہ سرکار اور حکومت اگر مسلمان ہو اس وقت بھی عشر واجب نہیں ہوتا چنانچہ المنتفی[1] میں ہے: وَهٰذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولا خراجية من الاراضى تسمّى اراضى المملكة (ص: ۱۷۶، ج: ۲) چنانچہ جب سرکار مسلم ہوا س وقت سرکاری زمین میں نہ عشر واجب ہے، نہ خراج ،تو جب سرکار غیر مسلم ہوتو اس وقت بطریقِ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ زمین زمیندار ہی کی ملک تھی، جیسا کہ اکثر علماءِ کرام کی تصریحات ہیں اور دلائل کے اعتبار سے بھی اقرب واظہر ہے تو اس صورت میں ختم زمینداری کا مطلب یہ ہوا کہ وہ زمیندار سے خرید لی گئی، گو جبراً ہی صحیح اور کاشتکار کے ہاتھ فروخت کردی گئی اور کاشتکار کو خریدنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ یوں کہا کہ جو دس گنا ادا کرے وہ لے لے۔ کاشتکار نے براہِ راست زمیندار سے خریدی نہ ہو اس لئے کہ ان دونوں میں خرید وفروخت ہوئی ہی نہیں، لامحالہ سرکار نے زمیندار سے خریدی اور کاشتکار کو فروخت کی ،تو اس میں ملک کافر کی تخلل ہوگیا اور عشر ساقط ہوگیا، کتبِ فقہ خانیہ[2]، بحر[3]، طحطاوی[4]، عالمگیری[5] وغیرہ تقریباً سبھی

---

[1] شامی نعمانیه ص ۳/۲۵۶، مطلب اراضی المملكة والحوز لا عشرية ولاخراجية، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج الخ. الدرالمنتقى ص ۲/۴۶۲، كتاب السير والجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت،

[2] خانية على الهندية ص ۱/۲۷۰، فصل فى العشر والخراج، مطبوعه كوئٹه.

[3] البحرالرائق كوئٹه ص ۲/۲۳۸، كتاب الزكوة، باب العشر.

[4] حاشية الطحطاوى على الدرالمختار ص ۴۱۷، تا ۱/۴۲۲، مطبوعه دارالفكر بيروت.

[5] عالمگیری كوئٹه ص ۱/۱۸۶، كتاب الزكوة، الباب السادس عشر فى زكوة الزروع والثمار.

میں یہ مسائل بصراحت موجود ہیں، جو اہلِ علم حضرات کے نظر سے مخفی نہیں پھر تعجب ہے کہ اس عاجز کے جواب سے ہزاروں اہلِ علم کو تشنگی کیوں پیدا ہوئی۔ کیا یہ سب کتابیں تشنگی دفع کرنے کے لئے کافی نہیں، غالباً جواب مختصر ہونے اور استدلالی عبارات جواب میں نقل نہ کرنے اور اہلِ علم کی وسعت نظر پر اعتماد کرنے سے ایسا ہوا، تاہم اگر اسکے خلاف کتبِ مذہب میں دلائلِ قویہ موجود ہوں اور اس عاجز نے سمجھنے میں غلطی کی ہو تو دینی بات میں اصرار نہیں، سمجھ میں آنے پر انشاء اللہ تعالیٰ رجوع سے دریغ نہ ہوگا، حق تعالیٰ ضد اور ہٹ سے محفوظ رکھے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۴/ ۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۵/ ۸۸ھ

کیا عشر اب بھی واجب ہے؟

سوال:- چالیسواں، بیسواں کن کاشتکاروں اور کتنی پیداوار پر واجب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زمین داری ختم ہونے کے بعد اراضی ہندوستان موجودہ حکومت کی ملکیت میں آگئی، لہٰذا عشر واجب نہیں ہے، البتہ اگر خیر وبرکت کے لئے دے تو موجب اجر ہے، اور بلایا کے دور ہونے کا سبب ہے مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ: "انّ الصّدقة لتطفی غضب الرّب وتدفع میتة السوء" رواہ الترمذی (مشکوٰۃ[1] ص: ۱۶۸، ج: ۱) اگر زمین میں بارانی ہے تو دسواں حصہ پیداوار کا احتیاطاً نکال دیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۱/ ۸۷ھ

---

[1] مشکوۃ شریف ص ۱۶۸، مطبوعہ یاسر ندیم دیوبند، کتاب الزکاۃ، باب فضل الصدقة.
(**ترجمہ**) بیشک صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصہ کو ختم کر دیتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔

مقدارِ عشر

سوال:- پیداوار میں زکوٰۃ کب اور کس حساب سے نکالی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عشری زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ نکالا جائیگا، جب کہ وہ زمین بارانی ہو، اگر آب پاشی کرنی پڑتی ہے، تو نصف عشر واجب ہوگا، حولان حول شرط نہیں۔ شامی[1]، فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

عشر کا نصاب

سوال:- پیداوار کی زکوٰۃ کا کیا نصاب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ایک صاع (سوا تین سیر) بھی پیدا ہو تب بھی عشری زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہوتا ہے۔ (**كذا في الرد المحتار**[2] ص: ۴۹، ج: ۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

---

[1] يجب العشر في أرض غير الخراج وتجب في مسقى سماء أى مطر بلاشرط بقاء وحولان حول ويجب نصفه في مسقى غرب أى دلو كبير ودالية أى دولاب (الدر المختار على الرد المحتار نعمانيه ص۴۸ تا ۵۰/۲، كتاب الزكوة، باب العشر. مجمع الانهر ص۳۱۷، تا ۳۱۹، ج: ۱، كتاب الزكوة، باب زكاة الخارج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، البحر الرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجديه كوئٹه.

[2] (قوله بلا شرط نصاب وبقاء) فيجب فيما دون النصاب بشرط أن يبلغ صاعاً (شامي نعمانيه ص: ۴۹، ج: ۲، كتاب الزكوٰة، باب العشر. النهر الفائق ص۴۵۳/۱، كتاب الزكوة، باب العشر، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

عشر

سوال:- زید ایک عالم ہے، اس کے علاقہ میں غلہ کی پیداوار سے زکوٰۃ عام طور سے ادا کی جاتی ہے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں پر لعن طعن ہوتی ہے، کیا یہ برتاؤ عندالشرع درست ہے؟ یہ بات ملحوظ رہے کہ زکوٰۃ غلہ صاحبِ نصاب ہی لوگ دیتے ہیں، زید آج ڈھائی برس سے آسام کے ایک علاقہ میں دینی کام انجام دے رہا ہے، اس سلسلے میں حفظ قرآن پاک کے واسطے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے، جس کی آمدنی کا کوئی خاص ذریعہ نہ دیکھ کر غلہ کی زکوٰۃ لوگوں کو گراں معلوم ہوتی ہے، اس کے پیشِ نظر صرف یہ بات ہے کہ اگر دھان کی فقط زکوٰۃ مسلمانوں کی طرف سے نکال کر اکٹھا کر لیا جائے تو عمدہ طور سے مدرسہ کے لئے طلبہ کے واسطے طعام وقیام کا نظم ہو سکے، جب کہ زید کو کسی قسم کی تنخواہ ومعاوضہ نہیں دیا جاتا ہے، اور نہ ہی وہ طلب کرتا ہے، آسام یا پورے ہندوستان کی زمینوں پر گورنمنٹ کا ٹیکس وصول کر لیا جاتا ہے تو کیا **کلما اخرجت الارض ففيه العشر** پر عمل ہو جاتا ہے، دھان یا غلّہ جس مقدار میں پیدا ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں، اگر ہے تو کتنی ہے، مدلل جواب سے مطلع فرمائیں، نیز اگر زکوٰۃ یہاں کی زمینوں پر واجب نہیں ہے، تو پھر زید کا یہ عمل کیسا ہے، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب حامداً ومصلیاً

زید کا دینی مدرسہ قائم کرنا اور اس کے لئے کوشش کرنا قابلِ صد تحسین ہے، اللہ پاک اس کی کوشش کو بارآور فرمائے اور جزائے خیر دے زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ ،عشر واجب ہونے کے لئے اس زمین پر ملک مسلم قائم ہونا ضروری ہے خاتمۂ زمینداری کے بعد یہاں کی زمینوں پر عموماً ملک مسلم قائم نہیں رہی، لہٰذا ایسی زمینوں کی پیداوار میں زکوٰۃ عشر واجب نہیں،

البتہ بطور صدقۂ نافلہ اور دینی خدمت کیلئے جس قدر بھی دیدیں اور اس سے مدرسہ چلایا جائے موجبِ خیر و برکت اور باعثِ اجر وثواب ہے، جو لوگ عشر نہ دیں ان پر لعن وطعن درست نہیں بات صرف ترغیب تک رکھی جائے۔ **وان قسمت بين المسلمين لا يؤظف الا العشر وان سقيت بماء الانهار فلهذا قال فى التبيين هٰذا فى حق المسلم اما الكافر فيجب علها الخراج من اى ماءٍ سقٰى لان الكافر لايبتدأ بالعشر الخ (مجمع الانهر[1] ص: ١٧١، ج: ١) وخراج ان اشترىٰ ذمى ارضًا عشرية من مسلم اى يجب الخراج لان فى العشر معنى العبادة والكفر ينا فيها الخ (البحر[2] ص: ٢٣٨، ج: ٢)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند یکم ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲/۱۱/۸۸ھ

زکوٰۃ وعشر ومصرف کی تحقیق

سوال:-(۱) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہے یا بیسواں حصہ اور کن شرائط کے ساتھ یعنی کیا موجودہ حکومت کا لگان اور مال گذاری دینے کی حالت میں بھی زکوٰۃ کی وہی مقدار ادا کرنی پڑے گی، جو اسلام نے اسلامی حکومت میں مقرر کی ہے؟

---

[1] مجمع الانهر ص ٢/٤٥٩، كتاب السير والجهاد، باب العشر والخراج، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت.

[2] البحرالرائق كوئٹه ص ٢/٢٣٨، كتاب الزكوة، باب العشر، فتاوى عالمگيرى ص ١/١٨٦، الباب السادس فى زكوة الزروع والثمار، مطبوعه كوئٹه، زيلعى ص ١/٢٩٤، باب العشر، مطبوعه امداديه ملتان.

(۲) زمینی پیدوار میں صرف غلہ مثلاً گیہوں اور چنا وغیرہ کا شمار ہے یا ادرک اور آلو وغیرہ بھی زمینی پیداوار میں شامل ہے۔

(۳) زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے، حاصل ہونے کے ساتھ ہی یا سال بھر تک کھانے پینے سے اگر بچے اس وقت۔

(۴) پیدوار کی زکوٰۃ پوری حاصل شدہ پیداوار میں نکلے گی یا مزدوری اور دیگر ضروری اخراجات نکال کر جو باقی بچے اس میں سے زکوٰۃ نکلے گی۔

(۵) مقروض پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں اگر فرض نہیں ہے، تو صرف سونے چاندی کی فرض نہیں ہے یا پیداوار کی بھی زکوٰۃ اس پر فرض نہیں ہے۔

(٦) اگر کوئی شخص مقروض ہے لیکن اس کے پاس اتنی جائیداد بصورت زمینداری موجود ہے، جس کی قیمت قرض کے بار سے زائد ہے، اور مقروض اس جائیداد کا پورا مالک ہے، فروخت اور رہن سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے، ایسی حالت میں اس کے لئے سونے چاندی اور زمینی پیدوار کا کیا حکم ہے، یعنی ان چیزوں کی زکوٰۃ اس پر فرض ہے کہ نہیں۔

(۷) اگر کہیں مسلمانوں نے مل کر اپنا ایک قومی بیت المال قائم کرلیا ہو وہاں کوئی شخص زکوٰۃ نکال کر بیت المال میں نہ بھیجے بلکہ بطور خود تقسیم کردے تو یہ زکوٰۃ ادا ہوئی کہ نہیں۔

(۸) کیا زکوٰۃ کی رقم وجنس ایسے مکاتب میں لگائی جاسکتی ہے جو تعلیم قرآن پاک کے لئے قائم کئے گئے ہوں۔

(۹) کیا زکوٰۃ کی رقم کسی ایسے جلسہ میں خرچ ہوسکتی ہے، جو تبلیغ اسلام کے خیال سے منعقد کئے جائیں مثلاً بارہ ربیع الاول کا جلسہ میلاد النبی جس میں غیر مسلمین کو خصوصیت کے ساتھ اس لئے دعوت دی جاتی ہے، کہ ان کے سامنے اسلام اور شارح اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل پیش کئے جائیں اور وہ اس کا کوئی بہتر اثر قبول کرسکیں۔

(۱۰) اگر سونے چاندی اور پیدوار کی زکوٰۃ نہ نکالی جائے تو اس کے استعمال کے متعلق کیا حکم ہے یعنی اس سونے چاندی یا غلہ کا استعمال کرنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز نہیں ہے تو کس مرتبہ میں یعنی صرف ناجائز ہے یا حرام۔

(۱۱) زیور کی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں۔

(۱۲) عام خیرات وزکوٰۃ ایسے لوگوں کو جو اور دیگر ذرائع آمدنی رکھتے ہیں روپے اور غلہ کے خود مالک ہیں جائز ہے یا نہیں۔

نیز ان لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات دینا جائز ہے یا نہیں جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط ہیں یعنی محنت کرنے کے قابل ہیں لیکن بلا وجہ محنت نہیں کرتے، نیز یہ بھی ارشاد ہو کہ ان دونوں قسموں کے لوگوں کو خیرات اور زکوٰۃ کی رقم وجنس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔

(۱۳) موجودہ فقیر جو ہاتھ پاؤں کے مضبوط یا کھیت اور روپے وغیرہ کے مالک ہیں لیکن بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ذات کے فقیر ہیں ان کو از روئے شریعت بھیک دینا جائز ہے کہ نہیں اور ان کے لئے بھیک مانگنا جائز ہے یا نہیں، نیز کیا اسلام میں فقیر کی کوئی ذات ہے کہ نہیں۔

(۱۴) اگر ۱۳ر میں درج شدہ لوگوں کو زکوٰۃ وخیرات دینا جائز ہے تو اس زکوٰۃ وخیرات کا کوئی ثواب بھی دینے والے کو ملے گا یا نہیں؟

(۱۵) جو لوگ اپنے کو ذات کا فقیر کہتے ہیں لیکن پیدوار اور سونے چاندی کے مالک ہیں ان پر زکوٰۃ فرض ہے کہ نہیں، از راہ عنایت مذکورہ بالا مسائل کے متعلق بالتفصیل قرآن پاک واحادیث نبوی وفتاویٰ فقہیہ کے حوالہ سے جواب تحریر فرمائیں اور ہر نمبر کا علیحدہ علیحدہ بالترتیب جواب دینے کی زحمت گوارہ کریں اور خدا سے اجر وثواب حاصل کرنے کیلئے مستحق بنیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) جو غلہ وغیرہ عشری زمین سے پیدا ہو خواہ اس کے پیدوار بارش کے پانی سے ہوئی

E:\f.m.Fainal\Jild-14\Ushr & Khiraj ke Ahkam

ہو یا قدرتی نہر وغیرہ کے پانی سے بلا قیمت ہوئی ہو اس میں زکوٰۃ واجب ہے، اور وہ پیداوار کا دسواں حصہ ہے: قال ابو حنیفة رحمة اللّٰه علیه وفی قلیل ما اخرجته الارض وکثیره العشر سواء سقٰی سیحا اوسقته السماء (ہدایہ[۱] ص: ۱۸۱، ج ۱) اور اگر چرس یا ہرٹ وغیرہ کے ذریعہ سے اس میں کاشت کی گئی ہے، تو اس کی زکوٰۃ پیدوار کا بیسواں حصہ ہے: وما سقی بغرب او دالیة اوسانیة ففیه نصف العشر علٰی القولین. (ہدایہ[۲]) مال گذاری اور لگان دینے سے یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

(۲) یہ چیزیں بھی پیداوار میں شمار ہیں ان میں بھی زکوٰۃ مذکورہ لازم ہے: فیما سقته السماء اوسقٰی سیحا أو اخذه من ثمر جبل العشر قل او کثر.[۳]

(۳) حاصل ہونے کے ساتھ ہی لازم ہو جاتی ہے، سال بھر گذرنا لازم نہیں: بلا شرط نصاب وبقاء وحولان حول (سکب[۴] الانہر)

---

۱ ھدایة ص: ۲۰۱، ج: ۱، باب زکاة الزرع والثمار. مطبوعه دارالکتاب دیوبند، عالمگیری ص۱۸۵/۱، الباب السادس فی زکاة الزروع والثمار، مطبوعه کوئٹه، البحرالرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه،

۲ ھدایة ص: ۲۰۲، ج: ۲، باب زکاة الزرع والثمار. مطبوعه دارالکتاب دیوبند، درمختار علی الشامی زکریا ص۲۶۸/۳، باب العشر، النهر الفائق ص۴۵۴/۱، باب العشر، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

۳ ملتقی الابحر علی مجمع الانهر ص۳۱۷/۱، کتاب الزکوة، باب زکوة الخارج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری ص۱۸۶/۱، الباب السادس فی زکوةا لزروع والثمار، مطبوعه کوئٹه، البحرالرائق ص۲۳۷/۲، باب العشر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه، تاتارخانیه ص۳۲۳/۲، کتاب العشر، الفصل الاول، مطبوعه کراچی.

۴ سکب الانهر علی مجمع الانهر ص۳۱۷/۱، کتاب الزکوة، باب الزکوة الخارج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، درمختار علی الشامی کراچی ص۳۲۶/۲، باب العشر،

E:\f.m.Fainal\Jild-14\Ushr & Khiraj ke Ahkam

(۴) پوری پیداوار میں سے لگائی جائے گی، مزدوری وغیرہ کو اس سے منہا نہیں کیا جائے گا: **وکل شیئ اخرجته الارض عما فیه العشر لا یحتسب اجرة العمّال ونفقة البقر** (هدایه[1])

(۵/۶) قرض کی ادائیگی کے بعد اگر سونا یا چاندی بقدر نصاب اس کے پاس بچے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں[2]، زمین کی پیداوار میں بہرصورت زکوٰۃ یعنی عشر واجب ہے[3]۔

(۷) ادا ہوجائے گی، اگر بیت المال کے ذمہ دار منتظم اسے صحیح مصرف پر صرف کرتے ہیں تو وہاں دینا بھی درست ہے[4]۔

(۸) زکوٰۃ سے غریب لڑکوں کو جوکہ سید نہ ہوں، وظیفہ اور کپڑا وغیرہ تملیکاً دینا واجب ہے، مکتب کی تعمیر میں لگانا یا معلم کی تنخواہ میں دینا درست نہیں، اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ دی جائے اور وہ اس پر قبضہ کرکے اپنی طرف سے مکتب کے متولی اور مہتمم کو دیدے تو پھر معلم کی تنخواہ وغیرہ

---

[1] هدایه ص۲۰۳-۲۰۲/۱، کتاب الزکوة، باب زکوة الزرع والثمار، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، شامی کراچی ص۲/۳۲۸، باب العشر، مجمع الانهر، ص۱/۳۲۰، باب زکاة الخارج، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل اذا بلغ نصابا الخ، هدایه علی الفتح القدیر ص۲/۱۶۰، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالفکر بیروت، شامی کراچی ص۲/۲۶۲، کتاب الزکوة، سکب الانهر ص۱/۲۸۷، کتاب الزکوة، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت،

[3] ویجب (العشر) مع الدین، الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۲/۲۶۶، کتاب الزکوة، باب العشر، ولایمنع الدین وجوب العشر والخراج، خانیه علی الهندیة ص۱/۲۵۶، فصل فی مال التجارة، مطبوعه کوئٹه.

[4] وفی الظهیریة الافضل لصاحب المال الظاهر ان یؤدی الزکوة الی الفقراء بنفسه لان هؤلاء لا یضعون الزکوة مواضعها، البحرالرائق ص۲/۲۲۳، فصل فی الغنم، مطبوعه کوئٹه.

میں دینا بھی درست ہوگا[۱]۔

(۹) اداءِ زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری ہے کہ کسی غریب مسلم غیر سید کو بلا کسی معاوضہ ومنفعت کے برائے خدا تملیکاً دی جاوے اور ایسے جلسوں میں یہ صورت نہیں ہوتی، لہٰذا جلسہ میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی: **الزکٰوۃ ھی تملیک المال من فقیر مسلم غیر ھاشمی ولا مولاہ بشرط قطع المنفعة عن المملک من کل وجه للّٰه تعالٰی** (زیلعی[۲])

(۱۰) زکوٰۃ اگر فرض ہو اور کوئی ادا نہ کرے تو وہ سخت گنہ گار فاسق اور مردود الشہادۃ ہے[۳]، مگر اس مال میں حرمت نہیں آتی اگرچہ غلہ کا کھانا قبل ادائے زکوٰۃ منع ہے[۴]۔

(۱۱) جس طرح چاندی سونے میں زکوٰۃ ضروری ہے اسی طرح چاندی کے سونے کے زیور میں زکوٰۃ ضروری ہے: **یجب فی مائتی درھم وعشرین دیناراً ربع العشر ولو**

---

[۱] ولاتصرف فی بناء مسجد وقنطرة الی قوله والحیلة لمن اراد ذلک ان یتصدق ینوی الزکوة علی فقیر ثم یأمره بعد ذلک بالصرف الی ھذه الوجوه فیکون لصاحب المال ثواب الصدقة ولذالک الفقیر ثواب ھذا الصرف، تاتارخانیه کراچی ص ۲/۲۷۲، کتاب الزکوة، الفصل الثامن، من توضع الزکوة، بحر کوئٹه ص ۲/۲۴۳، باب المصرف، شامی زکریا ص ۲۹۱، تا ۲/۲۹۳، باب المصرف.

[۲] زیلعی ص ۱/۲۵۱، اول کتاب الزکوة، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر کوئٹه ص ۲/۲۰۱، اول کتاب الزکوة، درمختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۱–۲/۱۷۳، اول کتاب الزکوة.

[۳] وعن محمدؒ ان من لم یؤد الزکوة لم تقبل شھادته، بدائع زکریا ص ۲/۷۷، کتاب الزکوة، کیفیة فرضیة الزکوة، مجمع الانھر ص ۱/۲۸۴، اول کتاب الزکوة، طحطاوی ص ۵۸۷، اول کتاب الزکوة، مطبوعه مصری،

[۴] ولایأکل شیأ من طعام العشر حتی یؤدی عشره، عالمگیری کوئٹه ص ۱/۱۸۷، کتاب الزکوة، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار، مجمع الانھر ص ۱/۳۲۴، باب فی بیان احکام المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، شامی کراچی ص ۲/۳۳۲، باب العشر.

تبراً او حلیاً اھـ ودلیل وجوب الزکوٰة فی الحلی احادیث فی السنن منها قوله علیه السلام لعائشة رضی اللّٰه عنها لما تزینت له بالفتخات اتؤدین زکوٰتهن قالت لا قال هو حسبک من النار اھـ (بحر[1]: ۲، ص: ۲۲۹)

(۱۲) جو شخص ایک زکوٰۃ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کی کوئی اور شئ رکھتا ہو اور وہ اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو اگر چہ اس پر سال بھر نہ گذرا ہو اور اگر چہ وہ تجارت کے لئے نہ ہو ایسے شخص کو زکوٰۃ ہرگز نہ دی جائے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، شرعاً ایسا شخص غریب اور فقیر نہیں اور ایسے شخص کو زکوٰۃ لینا حرام ہے، اور اس قدر مالیت اس کے پاس نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر چہ اس میں کمانے کی قدرت ہو: **المصرف هو الفقیر وهو من یملک ما لا یبلغ نصابا ولا قیمته من ای مال کان ولو صحیحاً مکتسبًا اھـ.** (مراقی[2] الفلاح ص:۴۱۷) تاہم بہتر یہ ہے کہ جو شخص زیادہ حاجت مند ہے اور کمانے سے عاجز ہے اس کو دی جائے، جس کے پاس کھیت کی آمدنی اس قدر نہیں کہ اس کو اور اس کے اہل وعیال کو کافی ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے اگر چہ کھیت قیمت زائد ہو۔

(۱۳) جس شخص کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہو اس کو سوال کرنا اور بھیک مانگنا حرام ہے۔ (**کذا فی الطحاوی[3] ص: ۴۲۰**) ایسے لوگوں کو بھیک دینا بھی ناجائز ہے البتہ اگر کسی شخص کے متعلق علم نہ ہو کہ یہ مالدار ہے یا نہیں یا اس کے غریب اور عاجز ہونے کا علم نہیں تو اس کے دینا درست ہے، شریعت مطہرہ میں سوال کو منع فرمایا ہے لہٰذا جب تک بغیر سوال کئے

---

[1] البحرالرائق کراچی ص۲/۲۲۵، باب زکاة المال، درمختار مع الشامی کراچی ص۲/۲۹۸، باب زکاة المال، النهرالفائق ص۱/۴۳۶، باب زکوة المال، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] مراقی الفلاح ص۲۱۷، باب المصرف.

[3] ولا یحل ان یسأل شیأ من القوت من له قوت یومه بالفعل او بالقوة الخ، طحطاوی مصری ص۵۹۴، باب المصرف، تاتارخانیه کراچی ص۲/۲۷۰، الفصل الثامن فی من توضع الزکوة، مجمع الانهر ص۱/۳۳۰، باب المصرف، مطبوعه بیروت.

ضرورت پوری ہوجائے سوال کرنا حرام ہے، پس فقیر بننا اور باوجود صاحب مال ووسعت ہونے کے مانگنے کا پیشہ اختیار کرنا حرام ہے۔

(۱۴) ایسے لوگوں کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اور دینے کا گناہ ہوگا کہ اعانتِ معصیت ہے[1]۔

(۱۵) اگر بقدر نصاب سونا یا چاندی ہے اور حاجت اصلیہ سے زائد ہے نیز اس پر سال بھر گذر چکا ہے تو زکوٰۃ فرض ہے اور پیداوار میں بھی زکوٰۃ لازم ہے: فرضت علٰی حر مسلم مکلف مالک لنصاب من نقد ولو تبرا اوحليا او آنية اوما يساوی قيمته من عروض تجارة فارغ عن الدين وعن حاجته الاصلية نام ولو تقديرا وشرط وجوب ادائها حولان الحول علی النصاب الاصلی، (مراقی الفلاح[2]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۵/۹/۵۵ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۶/رمضان المبارک ۵۵ھ

مال گذاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا

سوال:-صوبۂ بنگال کی زمین جس میں گورنمنٹ مال گذاری بھی لیتی ہے، آیا یہ مال

---

[1] ويأثم معطيه ان علم بحاله لاعانته على المحرم، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۴، باب المصرف، مطبوعه مصری، النهر الفائق ص ۴۶۹/۱، باب المصرف، مطبوعه بيروت، بحر كوئٹه ص ۲۵۰/۲، باب المصرف.

[2] مراقی الفلاح علی الطحطاوی مصری ص:۵۸۸، اول كتاب الزكوة، درمختار مع الشامی كراچی ص ۲۵۹، تا ۲۶۳/۲، اول كتاب الزكوة،

گذاری لینا خراج شمار ہوگا، یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس زمین پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وہ زمین عشری ہے تو اس پر عشر واجب ہوگا مال گذاری ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوگا[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

سوال:- کسان لوگ جو ہر فصل میں چالیسواں حصہ نکالتے ہیں کیا اس رقم سے مسجد کی نالی پر برآمدہ ڈال سکتے ہیں جب کہ نالی مسجد سے علیحدہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

قانون زمین دارہ ختم ہونے کے بعد زمین کی پیداوار میں زکوۃ واجب نہیں رہی[2]، صدقہ نافلہ کے طور پر جو کچھ بھی خدا کی راہ میں دیدیا جائے باعث خیر وبرکت ہے اس کو ہر نیک کام میں خرچ کرنا شرعاً درست ہے مسجد کا برآمدہ ونالی وغیرہ بھی اس سے بنوانا درست ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲/۴/۹۵ھ

---

[1] یجب العشر فی أرض غیر الخراج بلا شرط نصاب وبلاشرط بقاء وحولان الحول (الدرالمختار علی الردالمحتار نعمانیہ ص:۴۸، ج:۲، کتاب الزکوۃ، باب العشر.

[2] وھٰذا نوع ثالث یعنی لا عشریة ولا خراجیة من الاراضی تسمی ارض المملکة واراضی الحوز الخ (شامی زکریا ص:۲۹۴، ج:۶. کتاب الجهاد، باب العشر والخراج الخ. مطلب اراضی المملکة والحوز لا عشریة ولا خراجیة.

باغ اور زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ

سوال:- زید ڈیڑھ سو بیگہ زمین کا زمیندار یا کاشتکار تھا اس کے پاس مال گذاری سال وارضروری اخراجات خانگی کے بعد ہزاروں میں غلہ بچتا تھا، اسی طرح معمولی کمی بیشی کے ساتھ ہر سال بچت ہوتی ہے، وہ غلہ فروخت بھی نہیں کرتا خانگی ضرورت کے لئے کبھی فروخت کرتا ہے تو بقدر ضرورت سالوں کا پرانا غلہ اس کے پاس فروختگی کے بعد کئی کئی نصاب کی قیمت کا موجود ہے، تو کیا اس حالت میں اس کے اوپر غلوں میں زکوٰۃ ہے اسی طرح ضرورت سے زائد اس کے پاس باغ ہیں جن کی قیمت کئی نصابوں کو پہنچتی ہے، آیا ان باغات میں بھی زکوٰۃ ہے واجب ہوگی تو کس صورت سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو غلّہ تجارت کے لئے نہیں اس میں زکوٰۃ فرض نہیں، خواہ وہ کتنی بھی مقدار میں ہو، یہی حال زمین، کھیت، باغ کا ہے، البتہ زمین اور باغ کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اگر وہ عشری ہے اور اس میں قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ کل پیدوار کا عشر واجب ہوتا ہے، خواہ کتنی ہی پیداوار ہو اور اس کی قیمت کتنی ہی ہو، (البسط فی ردالمحتار[1]) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہٗ

---

[1] ویجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة وفی مسقی سماء سیح بلاشرط نصاب وبلاشرط بقاء وحولان حول الخ مختصراً، شامی ص: ۴۹، ج: ۲، کتاب الزکوة، باب العشر، مکتبه نعمانیه. بحر کوئٹه ص۲۳۷، ج۲، باب العشر، عالمگیری ص۱۸۶، ج۱، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه کراچی ص۳۲۳، ج۲، کتاب العشر، الفصل الاول.

فصل پر غلّہ نکالا مسجد میں بھی لگانا درست ہے

سوال:- ایک مسجد ہے، مدرسہ کے متعلق، مسجد کے اکثر کام مدرسہ ہی کی جانب سے انجام دیئے جاتے ہیں مسجد کا حساب مدرسہ سے علیحدہ ہے، مدرسہ کی مالی حالت کمزور ہے، مدرسہ علم دین کی مستحکم خدمت انجام دیتا ہے بیرونی طلباء بھی کثیر تعداد میں تعلیم پاتے ہیں، اس صورت میں فصل کا غلّہ جو کہ بمد چالیسواں نکالا جاتا ہے، مسجد میں لگانا گویا صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں جواز کی صورت میں بہتر کس کے لئے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ غلہ صدقہ واجبہ نہیں[۱]، دینے والے مسجد کیلئے دیں تو مسجد کے مصارف میں صرف کرنا بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح: العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند ۵/۴/۹۶ھ

جس غلّہ کی زکوٰۃ نہ دی جائے اس کا حکم

سوال:- اکثر کھیتی کرنے والے جب کہ وہ غلہ اکٹھا کرتے ہیں اور حکم ہے کہ دس من غلہ سے ایک ایک من غلّہ زکوٰۃ نکالیں اور وہ زکوٰۃ نہیں نکالتے تو کیا ایسے مال سے کوئی نیک کام مثل قربانی، عقیقہ یا میت کے لئے ایصال ثواب کر سکتے ہیں یا نہیں، اگر کر سکتے ہیں تو

---

[۱] وهذا نوع ثالث يعنى لا عشرية ولا خراجية من الاراضى تسمىٰ ارض المملكة واراضى الحوز الخ، (شامى زكريا ص ۶/۲۹۴، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج، مطلب اراضى المملكة والحوز الخ.

ازروئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جو شخص واجب نہیں ادا کرتا تو وہ گنہ گار ہے[1]، لیکن اس سے وہ غلّہ حرام نہیں ہوتا، اس کا استعمال اپنی ذاتی ضرورت میں بھی درست ہے، اور عبادت میں بھی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

ٹیوب ویل سے بھی پانی دیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال:- ربیع یا خریف کی زکوٰۃ کا حکم یکساں ہے، یا جداگانہ؟ کیونکہ کبھی کبھی بارش اور ٹیوب ویل دونوں قسم کے پانی سے سینچائی ہوتی ہے ایک ہی قسم کی پیداوار میں، لہٰذا ایسی صورت میں زکوٰۃ کا حساب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً

دونوں فصلوں کا حکم یکساں ہے، اگر بارش کا پانی غالب ہے اور ٹیوب ویل کی اتفاقیہ معمولی نوبت آتی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائے گا ورنہ نصف عشر دینا ہوگا[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۳/۵/۹۱ھ

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب لو مرة بلاعذر کبيرة. (شرح فقه اکبر ص:٦٨، مطبوعه مجتبائی دهلی)

[2] ولو سقی سيحا وبآلة اعتبر الغالب الخ، (الدارالمختار علی الشامی نعمانية ص: ٥١، ج: ٢، کتاب الزکوة، باب العشر. هدايه ص ٢٠٢، ج ١، کتاب الزکوة، باب زکوة الزرع والثمار، مطبوعه ياسرنديم ديوبند، البحرالرائق ص ٢/٢٣٨، باب العشر، مطبوعه الماجديه کوئٹه)

زکوٰۃ نقد زمین وغیرہ میں

سوال:- (۱) جس زمین کی مال گذاری فی بیگہ دو روپے تین روپیہ چار روپیہ تک سالانہ ہو اس زمین کی بھی زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا نہیں، اگر زکوٰۃ اس میں نکالنا فرض ہے، تو کیا زمین کی قیمت لگا کر، اگر زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ نکالنا ہے، تو کتنا پیدا ہونے سے زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، کیا اسی وقت زکوٰۃ پیداوار کی نکال دینی چاہئے، یا سال بھر اپنی ضروریات میں خرچ کرنے کے بعد اور مال گذاری ادا کرنے کے بعد زکوٰۃ نکالنی چاہئے۔

(۲) زید کی دال کی ایک مشین ہے اس مشین کی قیمت لگا کر زکوٰۃ نکالنی چاہئے یا جو نفع سال بھر میں ہو وہ اپنی ضروریات میں صرف کرنے کے بعد جو روپیہ باقی ہے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۳) جو سکہ ہندوستان میں انگریزی رائج ہے، اس میں زکوٰۃ کس حساب سے نکالی جائے، سیکڑہ میں کتنی زکوٰۃ نکالنی پڑے گی۔

(۴) زید کے پاس کچھ نقد روپے ہیں اور کچھ زمین ہے، رمضان کا مہینہ زکوٰۃ کے لئے مقرر کیا ہے اب سوال یہ ہے کہ نقد روپیہ میں تو زکوٰۃ رمضان میں نکالیں گے، باقی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ فی الحال نکالی جاوے گی یا اپنی ضرورت میں خرچ کرنے کے بعد جو غلہ بچ جائے گا وہ رمضان میں فروخت کر کے قیمت نقد روپیہ میں ملا کر زکوٰۃ نکالی جاوے۔

(۵) جن علماء کے نزدیک ہندوستان دارالحرب ہے چند کفار کی زمین زید کے پاس مرہون ہے، زکوٰۃ زمین کی پیداوار سے نکالی جاویگی، یا جو روپیہ باقی ہے اسکی زکوٰۃ نکالی جاویگی۔

(۶) زید کا کچھ روپیہ بقدر نصاب لوگوں کے یہاں باقی ہے، جس کے وصول ہونے کی بہت کم امید ہے کیا زید پر اس روپیہ کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ہندوستان کی جو زمین کفار کے قبضہ میں تھی یا ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں

اور سلطنت اسلامیہ کے زمانے سے جو زمین برابر مسلم کے قبضہ میں آرہی ہے وہ عشری ہے اس کی پیداوار کی زکوٰۃ بہرصورت واجب ہے[1]، خواہ مالگذاری کتنی ہی دینی پڑتی ہو، اور خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو اس کا کوئی نصاب متعین نہیں اور نہ سال گزرنا یا سال بھر تک باقی رہنا شرط ہے، اس میں زمین کی قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ کل پیداوار کا (بغیر مال گذاری اور بیج کی قیمت اور ملازمین کی تنخواہ اور جانوروں کی خوراک اور اپنا خرچ منہا کئے) دسواں حصہ (جبکہ کھیتی بارش کے پانی سے یا نہر کے پانی سے ہوتی ہو) پہلے ہی علیحدہ کر کے مستحقین کو دیدیا جاوے اور کنویں کے پانی سے ہرٹ چرس وغیرہ کے ذریعہ سے کھیتی ہوتی ہے تو کل پیداوار کا بیسواں حصہ پہلے ہی نکال دیا جاوے اس کے بعد میں اپنے خرچ میں لانا چاہئے۔[2]

(۲) اس مشین پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ مال تجارت نہیں البتہ سونے اور چاندی پر جب کہ بقدر نصاب ہو اور حوائج اصلیہ سے زائد ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے زکوٰۃ واجب ہے[3]، خواہ اس مشین کے ذریعہ سے حاصل ہوا ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔

---

[1] كل ارض اسلم عليها اهلها طوعا وفي الحجة بلاقتال ولادعوة الى الاسلام فانها تكون عشرية وكذالك كل ارض فتحت قهرا وعنوة وقسمت بين الغانمين فهي عشرية (تاتارخانيه ص ۲/۳۳۴، الفصل الخامس في معرفة ارض العشر الخ، مطبوعه كراچی، المحيط ص ۲/۲۸۵، الفصل الخامس، معرفة ارض العشر، مطبوعه ڈابهيل، خانيه على الهندية ص ۱/۲۷۰، فصل في العشر والخراج. مطبوعه كوئٹه،

[2] وتجب في مسقى سماء أى مطر وسيح كنهر بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء وحولان حول ويجب نصفه في مسقى غراب أى دلو كبير الخ. (مختصراً الدرالمختار على الشامى نعمانية ص: ۵۰، ج: ۲، كتاب الزكوة، باب العشر، مجمع الانهر ص۳۱۷، تا ۱/۳۹۱، كتاب زكاة الخارج، مطبوعه بيروت، بحر كوئٹه ص۲/۲۳۷، باب العشر)

[3] وسببه أى سبب افتراضها ملك نصاب حولى وفارغ عن حاجته الأصلية (وفي باب زكاة المال) نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درهم (الدرالمختار على الشامى نعمانية ص: ۲۸، ج: ۲، النهر الفائق ص۱/۴۱۳، اول كتاب الزكوة، مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت، بحر كوئٹه ص ۲/۲۰۲، اول كتاب الزكوة.

(۳) سو روپیہ میں اڑھائی روپیہ یا اڑھائی روپیہ کے وزن کے برابر چاندی یا اس چاندی کی قیمت کی کوئی اور شئ نکالنی چاہئے[1]۔

(۴) اس کا جواب نمبر۱ میں آچکا ہے۔

(۵) اس زمین میں زکوٰۃ نہیں اور روپیہ کی زکوٰۃ جب روپیہ تمام یا بقدر نصاب یا خمس نصاب وصول ہو تب گذشتہ تمام سالوں کی ادا کرے۔

(۶) واجب ہے لیکن کم از کم خمس نصاب وصول ہو جانے پر اس کی ادائیگی واجب ہوگی۔ پھر جب دوسرا خمس وصول وہ تو اس کی زکوٰۃ اداء کردے[2]۔

(۷) جب زید کے روپیہ کے برابر اس زمین سے وصول ہو جائے تو زید چھوڑ دے اور اصل مالک کے حوالے کردے کہ میں اپنا مطالبہ وصول کر چکا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح عبد اللطیف مفتی مدرسہ مظاہر علوم ۱۶/ ذی الحجہ ۵۶ھ

---

[1] تجب فی کل مائتی درهم خمسه دراهم و كل عشرين مثقال ذهب نصف مثقال الى قوله ولو ادى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالاجماع كذا فی التبيين الخ، عالمگیری ص ۱۷۸، ج ۱، الباب الثالث فی زکوة الذهب، مطبوعه کوئٹه، تاتارخانیه ص ۲/۲۳۰، الفصل الثانی فی زکوة المال، مطبوعه کراچی، بدائع زکریا ص ۲/۱۰۳، کتاب الزکوة، صفة الذهب،

[2] اما القوى فهو الذى وجب بدلا عن مال التجارة الى قوله ولاخلاف وجوب الزكوة فيه الا انه لا يخاطب باداء شیء من زکوٰة مامضى مالم يقبض اربعين درهما، فكلما قبض اربعين درهما ادى درهما واحدا، بدائع الصنائع زكريا ص ۲/۹۰، کتاب الزكوة، مراتب الديون، شامی کراچی ص ۲/۳۰۵، باب زكوة المال، تاتارخانيه كراچی ص ۲/۲۹۹، الفصل الثانی عشر فی ذكاة الديون.

E:\f.m.Fainal\Jild-14\Sadqa-e-Nafila

باب نہم

﴿صدقۂ نافلہ﴾

زکوٰۃ کے علاوہ صدقہ خیرات

سوال:- آمدنی کا وہ حصہ جو زکوٰۃ دینے کے بعد بچ رہا کیا اس رقم سے بھی دس فی صدی اور تناسب سے خیرات کرنا واجب یا سنت ہے؟ فقط

الجواب حامداًومصلیاً

واجب یا سنت مؤکدہ (جس کے ترک پر عقاب یا عتاب ہو) تو نہیں مواقعِ ضرورت میں ایثار و ہمدردی کے پیشِ نظر اپنے حوصلہ اور وسعت کے موافق خرچ کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے، دس فیصد ہو یا کم وبیش ہو[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند ۱۴/۵/۸۸ھ

زکوۃ ذمہ میں رہتے ہوئے صدقہ نفلی دینا

سوال:- ایک شخص جس کے ذمہ زکوۃ واجبہ یا قرض روزہ باقی ہے، اس کے باوجود وہ

[1] اعلم ان الصدقة تستحب بفاضل عن كفاية من يمونه الخ، شامی زکریا ص ۳/۳۰۸، باب المصرف، مطلب الافضل علی ان ينوی بالصدقة جميع المؤمنين الخ.

عطیہ یا نفلی روزہ رکھتا ہے، تو اس کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ نیز اگر کسی نے ایسا کیا تو فرض میں وضع ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عطیہ دینے سے ثواب ملے گا نفلی روزہ سے بھی ثواب ملے گا لیکن فرض واجب کی فکر نہ کرنا اور نفل میں مشغول ہونا ناسمجھی اور کم عقلی ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

مقروض کے ذمہ قرض کی ادائیگی ہے یا صدقہ نفل

سوال:- ایک شخص سو روپیہ سے تجارت کرتا ہے، اور چھ سو روپیہ کا مقروض ہے، کیا اس قرض کی صورت میں کسی مدرسہ یا مسجد وغیرہ کی کچھ امداد کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ مقدم قرض کی ادئیگی ہے اور امداد کی صورت میں ثواب کا مستحق ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ چندہ نفل کے درجہ میں ہے، اور قرض ادا کرنا فرض ہے، اگر فرض ذمہ میں باقی رہتے ہوئے کوئی شخص نفل پڑھتا تو اس کو ثواب بھی ملتا ہے اور فرض کی تاخیر پر باز پرس بھی ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ ثواب نہیں ملے گا صحیح نہیں، البتہ قرض کی ادائیگی کا اہتمام چاہئے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب ولو مرة بلا عذر كبيرة شرح فقه اكبر ص ۶۸، مطبوعه مجتبائی دهلی.

[2] الفرض افضل من النفل بسبعين درجة الخ، مرقات ص ۳/۳۳۵، باب الافلاس والانظار، الفصل الاول، مطبوعه بمبئی.

حرام مال کا صدقہ

سوال :-زنا کار مرد وعورت نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، یا ناچ باجا، سارنگی طبلہ، ڈھولک مجیرا ہارمونیم سے کماتے ہیں اور اچھے کاموں میں خرچ کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

حرام مال اللہ پاک کی بارگاہ میں قبول نہیں[1]، بہ نیت ثواب حرام مال کو صدقہ کرنا بھی سخت گناہ اور خطرناک ہے[2]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیشہ ور مانگنے والوں کو صدقہ وغیرہ دینا

سوال:-اکثر فقیر اہلِ نصاب ہوتے ہوئے خیرات اور صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اسی بناء پر وہ عید الاضحیٰ میں قربانی نہیں کرتے، کہ ہمارے یہاں تو مانگنے میں کافی گوشت آجائے گا، صدقات، خیرات اور عید کی قربانی کا گوشت جب لوگ انہیں دیتے ہیں تو ان کی عادت میں پختگی آتی ہے اگر لوگ ایسے صاحبِ نصاب فقراء کو مصلحۃً اگر صدقات وخیرات اور

---

[1] لا يقبل الله الا الطيب، الحديث (مشكوة شريف ص١٦٧، باب فضل الصدقة، مطبوعه ياسر نديم ديوبند)

[2] انما يكفر اذا تصدق بالحرام القطعي أى مع رجاء الثواب الناشى عن استحلاله كما مر فافهم الدر المختار مع رد المحتار نعمانية ص:٢٦، ج:٢، مطلب فى التصدق من المال الحرام. كتاب الزكوة، بذل المجهود ص٣٧/١، باب فرض الوضوء، مطبوعه مكتبه رشيديه سهارنپور، بحر كوئٹه ص١٢٢/٥، كتاب السير، باب احكام المرتدين.

عیدالاضحیٰ میں قربانیوں کا گوشت نہ دیں تو بری بات تو نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

ایسے لوگ صدقات کے مستحق نہیں، ایسے لوگوں کو سوال کرنا بھی ناجائز ہے[۱]، اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کو صدقۂ فطر یا زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ دے گا تو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی[۲]۔

قربانی کا گوشت امیر غریب سب کو دینا اور کھلانا شرعاً جائز ہے، اس کے لئے غریب ہونا ضروری نہیں[۳]، البتہ جب وہ صاحب نصاب ہیں تو ان پر تو خود اپنی قربانی واجب ہے، اگر قربانی نہیں کریں گے تو گنہگار رہوں گے[۴]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۱۴/۷/۶۴ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطف ۱۷/رجب ۶۴ھ

---

[۱] لا یحل له ان یسأل شیئا من القوت من له قوت یومه (النهر الفائق ص ۴۶۹/ ۱، باب المصرف، مطبوعه عباس احمد الباز مكه مكرمه، الدر مع الشامی ص ۳۵۴/ ۲، باب المصر، تبيين الحقائق ص ۳۰۵/ ۱، باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[۲] ولا الیٰ غنی يملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية من أی مال كان، شامی نعمانية ص: ۶۴، ج: ۲، باب المصرف. النهر الفائق ص: ۴۶۴، ج: ۱، باب المصرف، مطبوعه مكه مكرمه، تبيين الحقائق ص ۳۰۲/ ۱، باب المصرف، مطبوعه امداديه ملتان.

[۳] وللمضحی ان يهب كل ذالک او يتصدق به او يهديه لغنی او فقير مسلم او كافر، (اعلاء السنن ص ۲۶۲/ ۱۷، باب التصدق بلحوم الاضاحی وجلودها، مطبوعه مكه مكرمه)

[۴] انما تجب علی حر مسلم مقيم موسر عن نفسه (قوله موسر) ومقداره ماتجب صدقة الفطر (مجمع الانهر ص ۱۶۶/ ۴، كتاب الاضحية، دارالكتب العلمية بيروت، الدر مع الشامی كراچی ص ۳۱۲/ ۶، اول كتاب الاضحية، هنديه كوئٹه ص ۲۹۲/ ۵، كتاب الاضحية، الباب الاول)

بھنگی کو صدقہ دینا

سوال:-نمازی کے پرانے کپڑے بھنگی بھنگن کو دینا کیسا ہے؟ بھنگی لوگ اکثر پرانے یا نئے کپڑے مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

غریب کی حاجت پورا کرنے کے لئے نمازی آدمی کو بھی اپنا کپڑا دینا درست ہے، چاہے غریب بھنگی بھنگن ہو یا اور کوئی ہو[1]۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

پرانے کپڑے غرباء کو دینے کا ثواب

سوال:- میں پرانے کپڑے غریبوں کو دیدتی ہوں تو کیا مجھ کو اس کا ثواب ملتا ہے؟ نئے کپڑے میں اور پرانے کپڑے میں فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

پرانے کپڑے اور نئے کپڑے میں جیسا فرق ہے ایسا ہی فرق دونوں کے ثواب میں

---

[1] لا بأس ان یعطی کافرا حربیا او ذمیا وان یقبل الھدیة منه لما روی ان النبی ﷺ بعث خمس مائة دینار الی مکة حین قحطوا وامر بدفعها الی ابی سفیان بن حرب وصفوان ابن امیة لیفرقا علی فقراء اهل مکة الخ شامی کراچی ص: ۳۵۲، ج:۲، کتاب الزکوة باب المصرف. مطبوعه زکریا ص ۳/۳۰۲، فتح القدیر ص ۲/۲۶۶، کتاب الزکوة، باب من یجوز دفع الصدقة الیه، مطبوعه دارالفکر بیروت.

ہے، تاہم ضرورت مندوں کی ضرورت اس سے پوری ہوتی ہے، اسکا بھی ثواب ملے گا[۱]۔

فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پیداوار میں سے زکوٰۃ سمجھ کر نکالا ہوا غلہ

سوال:- چالیس من میں ایک من غلّہ زکوٰۃ سمجھ کر دیتے ہیں، اس غلّہ کی رقم مدرسہ میں اور مدرس کی اُجرت میں دینا درست ہے یا نہیں؟ کچھ عالم کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ نہیں ہے، یہ صدقۂ نافلہ ہے اس رقم کو ہر کارِ خیر میں خرچ کر سکتے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً

یہ صدقۂ نافلہ ہے ہر کارِ خیر میں خرچ کر سکتے ہیں[۲]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

للہ دی گئی اشیاء کا تنخواہ میں استعمال

سوال:-صدقۂ نافلہ کفارۂ قسم، کفارۂ ظہار کے نام سے جو رقمیں یا اشیاء موصول ہوں

۱؎ عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنه قال سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ما من مسلم کسامسلما ثوبا الا کان فی حفظ من اللّٰہ مادام علیه منه خرقة. مشکوۃ شریف ج: ۱، ص: ۱۶۹، باب افضل الصدقة، الفصل الثانی. مطبوعه یاسر ندیم دیوبند.

ترجمہ :- ابن عباسؓ سے رویت ہے کہامیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص کسی کو پہننے کے لئے کپڑا دیتا ہے جب تک اس کا ایک ٹکڑا بھی اس پر رہتا ہے وہ اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے۔

۲؎ فاما التطوع فیجوز الصرف الیهم، عالمگیری ص ۱۸۹، باب السابع فی المصارف، مطبوعه کوئٹه، شامی کراچی ص ۲/۳۵۱، باب المصرف، مجمع الانهر ص ۱/۳۳۱، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمية بیروت.

ان کو تنخواہوں میں دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً

کفارۂ قسم اور کفارۂ ظہار کی رقموں کا مستحقِ[1] زکوٰۃ کو مالک بنا دینا ضروری ہے[2]۔ معلمین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں ورنہ کفارہ ادا نہیں ہوگا، جو غلہ وغیرہ اس مد میں آئے اس کا بھی یہی حکم ہے جو اشیاء محض تحصیل ثواب کے لئے دی جائیں کسی واجب کا ادا کرنا ان سے مقصود نہ ہو ان کو تنخواہ میں دینا بھی درست ہے[3]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۳ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۳/۳/۹۳ھ

غنی کو صدقہ دینا

سوال:- کسی صاحب استطاعت آدمی کو دونوں وقت برابر کھلانے میں اجر ملتا ہے یا نہیں؟

---

[1] مصرف الزکوۃ والعشر هو فقیر ومسکین وهو مصرف ایضا لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذالک من الصدقات الواجبة (شامی کرچی ص ۲/۳۳۹، باب المصرف، سکب الانهر ص ۱/۳۲۴، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً الخ. الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۲۹۱، ج:۳، کتاب الزکاة. باب المصرف. النهر الفائق ص ۴۶۲، ج ۱، باب المصرف، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۲/۲۴۳، باب المصرف.

[3] وحکم الصدقة الواجبة کالزکوة ...... اما النافلة فتجوز (النهر الفائق ص ۱/۴۶۴، مطبوعه مکه مکرمه، بحر کوئٹه ص ۲/۲۴۵، باب المصرف، الدرالمختار مع الشامی کراچی ص ۲/۳۵۱، باب المصرف.

الجواب حامداً ومصلیاً

اجر تو ضرور ملتا ہے مگر صدقات واجبہ اس سے ادا نہیں ہوتے[۱] غریب ومسکین کو کھلانے کا اجر زیادہ ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقہ اور خیرات میں فرق

سوال:- صدقہ اور خیرات میں کیا فرق ہے اور صدقہ کس کو کہتے ہیں، کیا کسی سیّد کو اس نیت سے کھانا دیا جاسکتا ہے، کہ اس کا ثواب مردوں کی روح تک پہنچے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقہ میں بھی ثواب کی نیت ہوتی ہے اور خیرات میں بھی اس میں دونوں برابر ہیں، البتہ صدقہ کبھی واجب ہوتا ہے۔

مثلاً نذر مان لینے سے یا میت کی طرف سے اسکے وصیت کرنے پر یا کسی کے پاس حرام مال آجائے اور مالک تک یا اسکے ورثاء تک پہنچانا متعذر ہو تو اس کا بھی صدقہ کرنا واجب ہوتا ہے اور اس اخیر کی صورت کو نیت سے بھی مستثنیٰ کیا جاتا ہے، یعنی اس میں ثواب کی نیت نہیں کی جاتی ہے کہ اللہ پاک اس مالِ حرام کے وبال سے مجھے بچائے، زکوٰۃ کو بھی صدقہ کہتے ہیں جو فرض ہے اسی طرح صدقہ فطر ہے جو کہ واجب ہے، خیرات کا اطلاق ہمارے عرف میں صدقہ نافلہ پر ہوتا ہے، صدقہ نافلہ سیّد کو دینا درست ہے، اور صدقہ واجبہ درست نہیں۔

---

[۱] ولا الیٰ غنی یملک قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية، درمختار نعمانية ص: ۶۴، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳۴۷، ج: ۲، باب المصرف. النهر الفائق ص ۴۶۴/۱، باب المصرف، هنديه کوئٹه ص ۱۸۹/۱، الباب السابع فی المصارف.

اگر میت نے وصیت نہیں کی تھی بلکہ اپنی طرف سے سید کو کھانا کھلایا اور ثواب کی نیت میت کے واسطے کر لی تو درست ہے اور صدقہ واجبہ درست نہیں، کفارہ واجب تھا، یا نذر واجب تھی، اور اس نے وصیت کی تو سیّد کو کھلانا درست نہیں: قوله وبني هاشم مواليهم وقال المصنف في الكافي وهذا في الواجبات كالزكوٰة والنذر والعشر والكفارة اما التطوع والوقف فيجوز الصرف اليهم اھ بحر[1] ج: ۲، ص: ۲۴۶. فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/۱۰/۵۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

---

[1] البحر ص: ۲۴۶، ج: ۲، باب المصرف مطبوعہ کوئٹہ پاکستان. هنديه كوئٹه ص ۱۸۹ / ۱، الباب السابع فی المصارف، طحطاوی علی المراقی ص ۵۹۳، باب المصرف، مطبوعه مصر.

باب دهم

﴿صدقۂ فطر﴾

صدقة الفطر کا حکم اور اس کی ادائیگی کی صورت

سوال:-ما يقول العلماء في صدقة الفطر هل هو واجب ام غيره وان كان الاول فما صورة اعطائه. ورجل فى يوم الفطر يصدق بصدقة الفطر فى هٰذهٖ الصورة اعنى يطبخ الطعام واللحم كما هو داب الفنجاب وهو ان يعطوا الطعام كثيراً لا الرغيفين كما هو فى الهند اوفى بعض علاقة الفنجاب فيأكلون ما هو فى قسمتهم ثم يعطون بقية الٰى مالكه فهذهٖ الصورة لا عطاء صدقة الفطر جائزام لا ان كان الاول فما معنٰى التمليك كما ذكر فى كتاب الفقه والتمليك شرط. حرروا بحوالة الكتب مع الصفحات بالصواب.

الجواب حامداًومصلياً!

صدقة الفطر واجبة صرح به الحصكفى فى الدر المختار ص: ۱۲۲ ج ۱، وصورة اعطاءه ان يعطى نصف صاع من براو دقيقه اوسويقه او صاع تمر اوزبيب او شعير الٰى مصرف الزكوٰة ويجوز دفع القيمة وهى افضل عند وجدان ما يحتاجه لانها اسرع بقضاء حاجة الفقير وان كان زمن شدة فالحنطة والشعير ومايؤكل افضل من الدراهم ووقت الوجوب عند طلوع فجر يوم الفطر ويستحب اخراجها

قبل الخروج الیٰ المصلی وصح لوقدم اوأخرو التاخیرمکروہ ویدفع کل شخص فطرنہ بغیرواحد واختلف فی جواز تفریق فطرۃ واحدۃ علیٰ اکثر من فقیر وعلیٰ الجواز اکثر وبہ جزم فی الخانیۃ والبدائع والزیلعی فکان ھو المذھب ویجوز دفع ما علیٰ جماعۃ لو احد علیٰ الصحیح[1] ھٰکذا فی مراقی الفلاح وحاشیتھا للطحطاوی[2] ص:۳۹۵، والصورۃ المسئولۃ صورۃ الاباحۃ لا التملیک[3]

فقط واللّٰہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود گنگوھی عفا اللّٰہ عنہٗ

نصاب زکوٰۃ وفطرہ

سوال:- کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہشتی زیور ص:۳۶ تیسرا حصہ حاشیہ اول میں ذکر کیا گیا ہے جس کا حوالہ مراقی الفلاح علیٰ حاشیہ الطحاوی ص:۳۹۴ کصدقۃ الفطر وتجب علیٰ حر مسلم مکلف مالک لنصاب او قیمتہ

---

[1] الدرالمختار علی الشامی زکریا ص۳۱۸/ تا ۳/۳۲۳، باب صدقۃ الفطر، زیلعی ص۱/۳۰۸، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ الفطر، مجمع الانہر ص۱/۳۳۷، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ بیروت.

[2] مراقی الفلاح مع الطحاوی ص: ۵۹۶، باب صدقۃ الفطر. المحیط البرھانی ص۳/۳۸۴، کتاب الصوم، الفصل الثالث عشر فی صدقۃ الفطر، مطبوعہ ڈابھیل، تاتارخانیہ ص۲/۴۱۷، الفصل الثالث عشر فی صدقۃ الفطر، مطبوعہ کراچی.

[3] **خلاصۂ سوال**:-صدقہ فطر کا کیا حکم ہے اور کیا اس صورت میں اس کی ادئیگی ہوجاتی ہے کہ کھانا پکا کر فقراء کے سامنے رکھ کر کھلاتے ہیں حسب خواہش فقراء کھاتے ہیں، اور بچا ہوا کھانا مالک کو واپس کردیتے ہیں۔

خلاصہ جواب:-صدقۃ الفطر واجب ہے جس کی ادائیگی کے لئے صورت مسئولہ میں اباحت ہے تملیک نہیں ہے، اس صورت میں صدقۂ فطر ادا نہ ہوگا۔ فقط

عند طلوع فجر یوم الفطر ولم یکن للتجارة فارغ عن الدین و حاجته الاصلیة وحوائج عیاله والمعتبرة فیها الکفایة لا التقدیر وھی مسکنه واثاثه وثیابه وفرسه وسلاحه وعبیده للخدمة تومضمون ہذا سے ہماری عقل میں بہت کم لوگوں پر صدقہ فطر واجب ہوگا۔

(۱) ذیل میں جتنی اشیاء ذکر کی گئی ہیں وہ سب ہماری حوائج الاصلیہ اورحوائج عیالہ ہیں، مسکنہ، ثیابہ، اثاثۃ المنزل، فرسہ، ودابۃ للرکوب، سلاحہ، کتابہ، اس کے سواء آباد کرنے کے لئے بیل یعنی ہل جوتنے کے لئے اور دودھ پینے کے لئے بوجھ ڈھونے کے لئے، زمین، دھان، گیہوں وغیرہ، لہٰذا بہشتی زیور کی ۲ر مسئلہ کے اعتبار سے یہ ہرایک اگر چہ ہزاروں روپیہ کی قیمت کا ہواورضرورت سے زیادہ نہ ہوتو صدقہ فطر واجب نہیں یہ صحیح ہے یا نہیں۔

(۲) ہمارے سامنے شریف الدین اورامیر الدین کے درمیان مخاصمت ہوئی شریف الدین کہتا ہے کہ اوپر میں جو ذکر کیا گیا ہے یعنی حوائج اصلیہ اورحوائج عیالیہ اگر وہ سب اشیاء عیدالفطر کے روز موجود نہ ہوں، جتنا ہی قیمت کا ہوصدقہ فطر واجب ہوگا۔

امیر الدین کہتا ہے ہرگز نہیں جتنا اشیاء اوپر میں ذکر کیا گیا ہے وہ سب ضروری اسباب ہیں اس کے سواء اگراورکوئی اسباب موجود ہو جونصاب تک ہوسکے جیسے کریم الدین کے پاس عیدالفطر کے روز تین سومن دھان یا گیہوں موجود ہے موسم فصل آتے وقت اس کو دو سومن دھان یا گیہوں کی ضرورت ہوتی ہے باقی ایک سومن دھان یہ نصاب میں شامل ہوگا اوراسی کو فاضل عن الضرورۃ کہتا ہے۔

میں نے کہا کہ عیدالفطر کے روز حوائج عیالیہ پر جتنے دھان کی ضرورت پڑتی ہے، باقی دھان حوائج عیالیہ یا حوائج اصلیہ نہیں تو ان میں سے کس کی بات معتبر ہوگی۔

(۳) زید مزدوری کر کے کھاتا ہے، ایک بیگہ زمین بھی نہیں صرف اس کے پاس ایک

گائے موجود ہے اور وہ گائے کا دودھ بچوں کو پلاتا ہے، اس کی طاقت نہیں کہ بازار سے دودھ خرید کر بچوں کو پلاوے حالانکہ اس کی قیمت سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہوگا یا نہیں؟

(۴) زکوٰۃ اور صدقہ فطر کے نصاب میں کیا فرق ہے اور کون شخص پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے نیز زمین والا غریب ہو جو یہاں لوگوں کو دھان یا روپیہ قرض دیتا ہے اور موسم فصل میں ادا کرتا ہے تو یہ زکوٰۃ کے نصاب میں شامل ہوگا یا نہیں؟

(۵) صدقہ فطر، قربانی کے چرم کی قیمت اور زکوٰۃ کا پیسہ مدرسہ میں حیلہ کر کے دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) مسئلہ اسی طرح ہے دیگر کتب فقہ بحر[1]، بدائع[2] وغیرہ میں بھی مذکور ہے ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں[3]۔

(۲) صرف عید الفطر کے روز کی حوائج کا اعتبار نہیں کہ اس روز کی حالت سے جو زائد مقدار ہو اس پر صدقۂ فطر واجب کر دیا جائے: **وان لم یکن النصاب نامیا کدار لا تکون للسکنی ولا للتجارة ولو کان له دار واحدة یسکنها وفضلت عن سکناه یعتبر الفاضل ان کانت قیمته نصاباً وکذا مافضل عن الثلاثة من الثیاب للشتاء**

---

[1] البحر الرائق کوص ۲/۲۵۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه الماجدیه کوئٹه.

[2] بدائع زکریا ص۲/۱۹۸، کتاب الزکاة، من تجب علیه صدقة الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۳۹۴، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصری، شامی زکریا ص ۳/۳۱۰، باب صدقة الفطر.

[3] تجب علی حر مسلم ذمی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة کدینه وحوائج عیاله، شامی نعمانیه ج:۲، ص: ۷۳، باب صدقة الفطر.

E:\f.m.Fainal\Jlid-14\Sadqa-e-fitr

والصيف وعن فرسين للغازى وفرس وحمار للغير ومن نسخة واجدة من مصنف من كتب الفقه لاهلها واثنين من التفسير والحديث والواحد من المصاحف وفى الخلاصة لو كانت له كتب ان كانت كتب الطب والنجوم والادب يعتبر نصاباً ولو كانت له دور وحوانيت للغلة وهى لاتكفى عياله فهو من الفقراء علىٰ قوله محمد رحمة اللّٰه عليه خلافاً لا بى يوسف رحمة اللّٰه عليه وعلىٰ هٰذا الكرم والارض ولا يعتبر ما قيمته نصاب من قوت شهر بلا خلاف عندنا وقال الشافعى رحمة اللّٰه عليه تجب علىٰ كل من يملك زيادة علىٰ قوة يومه لنفسه وعياله اهـ مجمع الانهر[۱] ج: ۱، ص: ۲۲۶.

(۳) محض اس گائے کی وجہ سے صدقۃ الفطر واجب نہ ہوگا[۲]۔

(۴) مقدار نصاب میں صدقۃ الفطر کے لئے نقدین کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ نقدین کے برابر کوئی اور چیز قیمۃً ہو تب بھی صدقۃ الفطر واجب ہوگا اور زکوٰۃ جب واجب ہوگی کہ نقدین ہوں یا نقدین کے قائم مقام سوائم یا مال تجارت ہو، الحاصل مقدار تو برابر ہی ہے لیکن زکوٰۃ کے لئے نامی اور حولی ہونا ضروری ہے حولی ہونا یعنی سال بھر کا گذرنا[۳]۔

(۵) یہ چیزیں واجب التملیک ہیں اگر مستحق کو تملیکاً دے دی جائیں اور پھر وہ اپنی طرف سے بلا کسی دباؤ کے بخوشی دیدے تو مصالح مدرسہ میں یعنی تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں صرف

---

[۱] مجمع الانهر ص ۳۵-۳۳۴/ ۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت.

[۲] جواب نمبر: ۱ر کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

[۳] تجت على حر مسلم مكلف مالك لنصاب او قيمته وان لم يحل عليه الحول، مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصرى، شامى زكريا ص ۳۱۳/ ۳، باب صدقة الفطر.

کرنا شرعاً درست ہے۔ بلاتملیک درست نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ

عنہ مظاہر علوم سہارن پور ۳/ ذی الحجہ ۶۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد ۶/ ذی الحجہ

فطرہ کس غلّہ سے ادا کریں

سوال:- صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کونسا اناج یا کون سے اناج کی قیمت ادا کرنا چاہئے ایک تو یہ کہ سرکاری اناج کی (کنٹرول) دوکانوں پر جو اناج مثلاً گیہوں جوار ملتا ہے وہ یا بازاری عام دکانوں کا اناج زیادہ بھاؤ کا ہوتا ہے، اور سرکاری اناج کی کنٹرول دوکانوں کا بھاؤ کم ہوتا ہے لیکن روزانہ کا استعمال کبھی سرکاری دوکانوں کے اناج پر تو کبھی عام بازاری دوکان کے اناج پر ہوتا ہے۔

(۲) فی الحال گیہوں نہ سرکاری اناج کی کنٹرول دکان پر ملتے ہیں اور نہ بازاری عام دوکانوں پر ملتے ہیں، ایسی حالت میں صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے کون سی دوکان کے اناج کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا اناج وغیرہ دینا چاہئے آیا سرکاری اناج کی کنٹرول دوکان کے بھاؤ سے یا عام بازاری اناج کی دوکان کے بھاؤ سے ہونا چاہئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) کنٹرول سے سب کی ضروریات پوری نہیں ہوتی، مجبوراً عام بازاری نرخ سے

[۱] وحيلة التكفين بها التصدق على فقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد شامی نعمانية ص: ۱۲، ج: ۲، كتاب الزكوة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاء. مطبوعه زكريا ص ۳/۱۹۱، بحر ص ۲/۲۴۳، باب المصرف، مطبوعه ماجديه كوئٹه، مجمع الانهر ص ۱/۳۲۸، باب المصرف، مطبوعه بيروت.

خرید کر پوری کی جاتی ہیں اس لئے عام بازاری نرخ سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے، نصف صاع گیہوں کی قیمت کا کوئی اور غلہ جوار، چنا وغیرہ بھی دیا جا سکتا ہے[۱]۔ اگر جو دینا چاہیں تو ایک صاع دیں۔

(۲) جو نرخ عام بازاروں میں ہے خواہ اس نرخ سے دیدیں خواہ قریب تر جگہ جہاں عام گیہوں ملتا ہے، وہاں کی قیمت کا اعتبار کرلیں[۲]۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۱۵/۹/۸۵ھ

صدقۂ فطر میں کس قیمت کا اعتبار ہوگا

سوال:- صدقۂ فطر بمقدار نصف صاع گیہوں ہوتا ہے، اب نصف صاع کی قیمت بعض شہر میں ۴/آنہ ہوتے ہیں اور بعض جگہ میں ۲/آنہ اور بعض جگہ ۶/آنے اب جو اختلاف اماکن کی وجہ سے قیمت میں فرق ہوگیا ہے کس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا مخصوص کسی جگہ کی

---

[۱] یجب نصف صاع من بر او دقیقة او سویقة او صاع تمر او شعیر ولو رویًا، ومالم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة، درمختار نعمانیه ص ۷٦، ج: ۲، شامی کراچی ص: ۳٦۴، ج: ۲. باب صدقة الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹٦، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصری، زیلعی ص ۳۰۸/ ۱، باب صدقة الفطر، کتاب الزکاة، مطبوعه امدادیه ملتان.

[۲] ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفارة ففی اقرب الأمصار الیه شامی کراچی ص ۲۸٦/ ۲، کتاب الزکاة. باب زکاة الغنم، مجمع الانهر ص ۳۰۷/ ۱، باب زکاة الذهب والفضة والعروض، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت، عالمگیری کوئٹه ص ۱۸۰/ ۱، کتاب الزکاة، الفصل الثانی فی العروض.

قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا ہر جگہ کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یا جس جگہ کی پیداوار ہو اس جگہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس جگہ صدقۂ فطر ادا کرنا ہے اس جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔[۱] فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

حررہٗ محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم ۱۱/رجب ۵۶ھ

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کریں

سوال:- کنٹرول قیمت پر فطرہ جائز ہے یا نہیں ہمارے یہاں کنٹرول کا حال یہ ہے کہ سوائے خاص علاقہ کے ہر جگہ کنٹرول قیمت سے اشیاء دستیاب نہیں اب عام طور سے جواز یا عدم جواز کا قول صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نرخ سے اپنے اہل وعیال کا غلہ خریدا جاتا ہے، اس نرخ سے فطرہ ادا کریں:

ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ "من اوسط ما تطعمون اهلیکم" (الآیۃ[۲])

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیو بند

---

[۱] وتعتبر القیمة یوم الوجوب وقالا یوم الأداء ویقوم فی البلد الذی المال فیه شامی کراچی ص ۲/۲۸۶، باب زکاة الغنم. فتح القدیر ص ۲/۲۱۹، باب زکاة المال، مطبوعه دار الفکر بیروت، بحر ص ۲/۲۲۹، باب زکوة المال، مطبوعه کوئٹه.

[۲] سورة مائده آیت: ۸۹،

ترجمہ:- وسط درجہ کا (کھانا) جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو۔ (از بیان القرآن)

فدیہ اور فطرہ کس نرخ سے ادا کریں؟

سوال:- بغرضِ ادائے فدیۂ روزہ اور فطرۂ عید نرخ بازار معتبر ہے، یا کنٹرول ریٹ جس کو دیا جانا مقصود ہے، اس کو کنٹرول ریٹ سے گیہوں مل سکتا ہے، بازار میں گیہوں گراں ملتا ہے، گو اتنا گراں عامۃً نہیں ملتا، اگر دیہات سے منگایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

جس نرخ سے اپنی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اسی نرخ سے فطرہ اور فدیہ دیدیں، ظاہر ہے کہ آج کل کنٹرول سے عامۃً ضروریات پوری نہیں ہوتیں اس لئے بازاری نرخ سے دیں[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

چاول سے صدقۃ الفطر کی مقدار

سوال:- اگر کوئی شخص فطرہ گیہوں کے بجائے چاول میں ادا کرے تو ادا ہوگا یا نہیں اور انگریزی تول کے حساب سے کتنے سیر گیہوں یا چاول دینے ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

ادا ہوجائے گا گیہوں کی قیمت لگا کر اس کے عوض چاول جتنے بھی بازار میں فروخت

---

[1] ویقوم فی البلد الذی المال فیہ ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیہ، شامی کراچی ص: ۲۸۶، ج: ۲، باب زکوة الغنم. عالمگیری ص: ۱۸۰، ج: ۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعہ کوئٹہ، مجمع الانہر ص۳۰۷/۱، باب زکاة الذھب الخ، مطبوعہ بیروت.

ہوتے ہوں اسی قدر چاول دیدے وزن کے اعتبار سے گیہوں کے برابر نہ دے، وما لم ینص علیه کذرة وغیره یعتبر فیه القیمة اھ درمختار[۱] ص: ۱۲۲، ج: ۲، سہارن پور کی تول سے ایک صدقۃ الفطر کی مقدار ڈیڑھ سیر پختہ گیہوں ہے۔ احتیاطاً کچھ زائد پونے دوسیر دیدئے جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

جہاں اشیاء منصوصہ نہ ہوں وہاں صدقۃ الفطر کس طرح ادا کیا جائے

سوال:- ماقولکم رحمکم اللہ پوسٹ آفس وتھانہ بوسیدنگ ضلع اکیاب ملک برما ہے ہمارے ملک میں فطرہ کا جو اشیاء خمسہ منصوصہ علیہ ہے یہ کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی ہے اور نہ ہماری غذا ہے اور نہ اس کا عین میسر ہوتا ہے، اگرچہ شہر اکیاب اور بوسیدنگ میں گیہوں کا آٹا مل جاتا ہے لیکن چاول سے جو ہماری غذا ہے آٹا کی قیمت ازحد گراں ہے، اور ظاہر ہے کہ ایک چیز کا بھاؤ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، مثلاً اس موسم میں آٹا کا بھاؤ اگر شہر اکیاب میں بحساب فی روپیہ چھ سیر ہے، تو بوسیدنگ میں فی روپیہ چار سیر ہوتا ہے، اور ہمارے چاول کا بھاؤ عام طور پر فی روپیہ انیس بیس سیر ہے اور گیہوں کا بھاؤ ہندوستان میں فی روپیہ بارہ تیرہ سیر ہے اس غور کا مقام ہے کہ جو چیز ارزاں وآسان ہوتا ہے اس کی طرف لوگوں کا زیادہ میلان ہوتا ہے۔

لہٰذا گذشتہ زمانہ کی طرح دلیل پکڑتے ہیں کہ جیسا ہندوستانی وغیرہ کیلئے گیہوں

---

[۱] شامی کراچی ص: ۳۶۴، ج: ۲، شامی نعمانیة ص: ۷۶، ج: ۲. باب صدقة الفطر، بحر ص ۲۵۴، ج ۲، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

عام طعام ہے اورارزاں وآسان بھی ہے ویسا ہی ہمارے لئے چاول عام طعام ارزاں وآسان بھی ہے، پس اس صورت میں ہم لوگ حدیث **انہ سمع ابا سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ یقول کنا نخرج زکٰوۃ الفطر صاعا من طعام لو صاع من شعیر او صاعا من تمر او صاعا من زبیب او صاعا من اقط** پر عمل کر کے نصف صاع چاول سے یعنی صرف ڈھائی سیر چاول سے فطرۂ صوم ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

برتقدیر ثانی کیا اشیاء خمسہ منصوصہ علیہ کی قیمت دریافت کی بابت ہر اہل بعد اور ہر اہل قریہ کے لئے بلاد عام ہے، یا خاص، اگر عام ہے تو صدقۂ فطر کے بارے میں جو عبارت منصوصہ علیہ ہے: ''**تدخرون فی بلاد کم**'' آیا ہے اس کی مراد کیا ہے، اگر خاص ہے تو صدقۂ فطر کی قیمت اشیاء منصوصہ علیہ کا جہاں اس کا پیداوار ہے (مثلاً ہندوستان) وہاں سے دریافت کیا جاوے یا ہمارے بلاد سے جہاں اس کا پیداوار نہیں اور عبارت اقرب بلاد کا اعتبار کیا جاوے، آیا دلیل کتبِ معتبرہ میں کیا ہے اور خصوصاً ہم اہل قریہ کے لئے سراغ بالا پر جو ترتیب وار خط کشیدہ جگہ کا نام نشان ہے اس میں سے خاص اقرب بلاد کا اعتبار کس پر معتبر ہوگا آیا تھانہ بوسیدنگ کا اعتبار ہوگا یا شہر اکیاب کا، اور اس میں اقرب بلاد بوسیدنگ ہے مگر اس میں اتنا آٹا میسر نہیں ہوسکتا، جو ہر اہل قریہ کو کفایت کر سکے، اور اگر کفایت کرنا ضروری نہیں تو جو عبارت اشیاء خمسہ منصوص علیہ میں سے اتنی ہونی چاہئے جو اس کے اہل کو کفایت ہو سکے، آیا اس سے کیا مراد ہے اور اس کی دلیل کتب معتبرہ میں کیا ہے بحوالۂ کتب حدیث وفقہ حنیفہؒ تحریر فرمائیں۔ مع تعین صفحات واسامی مطابع۔ **بینوا توجروا**.

الجواب حامداً ومصلیاً

یہ استدلال بہت ہی غلط اور لغو ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں **صاعا من طعام** اور آپ اس پر عمل کرتے ہوئے نصف صاع چاول سے بری الذمہ ہونا

چاہتے ہیں۔ لفظ طعام کے معنی میں عطا کے اقوال مختلف ہیں ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے کہ طعام سے مراد گیہوں ہے جس کو قمح، حنطه، بر، بھی کہتے ہیں اور اس کی تائید میں لغت عرف اور دیگر احادیث وصریحہ پیش کرتے ہیں: اختلفوا فی المراد بالطعام فی هذا الحدیث والمعروف ان الطعام علی الاطلاق یطلق علی الحنطة وفی المجمع قال الخلیل ان العالی کلام العرب ان الطعام هو البر وحکی الخطابی ان المراد بالطعام ههنا الحنطة وهو اسم خاص له قال ویدل علی ذٰلک ذکر الشعیر وغیره من الاقوات والحنطة اعلاها فلو لا أنه ارادها بذلک لکان ذکرها عند التفصیل کغیرہٖ من الأقوات ولا سیما حیث عطفت علیها بحرف ''او'' الفاصلة وقال هو وغیره وقد کانت لفظة الطعام تستعمل فی الحنطة عند الاطلاق حتی اذا قیل اذهب الی سوق الطعام فهم منه سوق القمح واذا غلب العرف نزل اللفظ علیه اهـ اوجز المسالک[1] ص ۲۸۴، ج:۳، وفتح الباری[2] ص: ۲۹۰، ج:۳، قالوا والطعام هو البر بدلیل ذکر الشعیر. (غایه اهـ شبلی حاشیه زیلعی[3] ص:۳۰۸، ج: ۱،

بعض علماء نہ لفظ طعام کو عام کہا ہے کہ گیہوں اور دیگر غلّہ جات سب کو شامل ہے حتیٰ کہ زبیب کو بھی شامل ہے، لفظ طعام خواہ حنطہ کے ساتھ مخصوص ہو یا سب کو شامل ہے، بہر کیف جن حضرات نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ پورا صاع واجب کہتے ہیں۔

گیہوں میں بھی اور شعیر وغیرہ میں بھی، اس حدیث سے استدلال کر کے نصف صاع واجب کسی نے نہیں کہا، پھر اس حدیث سے جب کہ اسمیں لفظ صاع موجود ہے، نصف صاع

---

[1] اوجز المسالک ص: ۲۸۴، ج: ۲، باب مکیلة زکاة الفطر، مکتبه یحیوی سهارن پور.

[2] فتح الباری ص ۳/۲۹۰، ابواب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

[3] شلبی علی هامش الزیلعی ص ۱/۳۰۸، باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان.

کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہوجائے پر کیسے استدلال درست ہے۔

صدقة الفطر نصف صاع من بر اودقيقة اوسويقه او زبيب او صاع من تمر اوشعير. وقال الشافعی رحمة الله عليه من جميع ذلک صاع ولايجزی نصف صاع من بر لقول ابی سعيد الخدری رضی الله عنه كنا نخرج علی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم صاعا من طعام اوصاعاً من شعير اوصاعا من تمر اوصاعا من اقط اوصاعا من زبيب وفی بعض طرقه ذكر صاعا من دقيق ولنا قوله عليه السلام فی خطبته ادوا عن كل حر او عبد صغير وكبير نصف صاع من بر اوصاعا من تمر اوصاعا من شعير الحديث اهـ. (تبيين الحقائق[1] ص: ۳۰۸، ج: ۱ باب صدقة الفطر)

قال العينی روی الطحاوی احاديث كثيرة عن النبی صلی الله عليه وسلم وعن اصحابه ومن بعده وعن تابعيهم فی ان صدقة الفطر من الحنطة نصف صاع ومما سوی الحنطة صاع ثم قال ما علمنا احدا من اصحاب رسول الله صلی الله عليه وسلم ولا من التابعين روی عنه خلاف ذلک فلا ينبغی لاحد ان يخالف ذلک اذكان قد صارا جماعا فی زمن ابی بكر رضی الله عنه وعمر رضی الله عنه وعثمان رضی الله عنه الی زمن من ذكرنا من التابعين اوجز[2] ص: ۲۸۵، ج: ۳.

اشیائے منصوصہ پر غیر منصوص کو قیاس کرنا درست نہیں، بلکہ غیر منصوص میں قیمت کا اعتبار ہوگا:

ومالم ينص عليه كذرة وخبز يعتبر فيه القيمة اهـ درمختار[3] ص: ۱۱۷، ج: ۲)

---

[1] تبيين الحقائق ص۳۰۸/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه امداديه ملتان.

[2] اوجز المسالک ص۲۸۵/۳، مكيلة زكوة الفطر، مطبوعه يحيوی سهانپور.

[3] درمختار علی رد المحتار نعمانيه ص۷۶/۲، باب صدقة الفطر، مراقی الفلاح، مع الطحطاوی ص۵۹۶، باب صدقة الفطر، كتاب الزكوة، مطبوعه مصر، زيلعی ص۳۰۸/۱، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه امداديه ملتان.

پس اگر غیر منصوص سے کوئی شخص ادا کرنا چاہے تو منصوص کی قیمت لگا کر دراہم یا دنانیر دیدے یا اتنی قیمت کی کوئی اور شئی ثوب وغیرہ دیدے: ودفع القیمة الی الدراهم افضل من دفع العین علیٰ المذهب المفتیٰ به وهذا فی السعة اما فی الشدة فدفع العین افضل کماه یخفیٰ. در مختار (قوله ای الدراهم) ربما یشعر انها المراد بالقیمة مع ان القیمة تکون ایضا من الفلوس والعروض کما فی البدائع والجوهرة ا هـ رد محتار[۱] ص: ۱۱۹، ج: ۲.

قوله ای الدراهم مثلها الفلوس والعروض کما فی المنح ا هـ طحطاوی[۲] ص: ۴۳۷، ج: ۲، اقرب بلاد کا اعتبار اس عبارت فقہ کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

ویقوم فی البلد الذی المال فیه ولو فی مفازة ففی اقرب الامصار الیه در مختار[۳] ص: ۳۳، ج: ۲، جس روز صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے اس روز کی قیمت معتبر ہوگی۔ وتعتبر القیمه یوم الوجوب ا هـ درمختار[۴] ص: ۳۳، ج: ۲.

---

[۱] درمختار مع الشامی نعمانیه ص۷۷/۲، مطبوعه کراچی ص۳۶۶/۲، باب صدقة الفطر، مطلب فی مقدار الفطرة، بالمد الشامی، بدائع زکریا ص۲۰۵/۲، کتاب الزکوة، فصل فی بیان جنس الواجب الخ.

[۲] طحطاوی علی الدر ص۶۹۹/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

[۳] درمختار علی رد المحتار ص: ۲۲، ج: ۲، مطبوعه نعمانیه دیوبند، باب زکوة الغنم، عالمگیری ص۱۸۰/۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۳۰۷/۱، باب زکوة الذهب الخ، مطبوعه بیروت.

[۴] درمختار علی رد المحتار ص: ۲۲، ج: ۲، مطبوعه نعمانیه دیوبند، باب زکوة الغنم، عالمگیری ص۱۸۰/۱، کتاب الزکوة، الفصل الثانی فی العروض، مطبوعه کوئٹه، مجمع الانهر ص۳۰۷/۱، باب زکوة الذهب الخ، مطبوعه بیروت.

مقامات خط کشیدہ میں سے جو مقام آپ کے زیادہ قریب ہو اور وہاں اشیاء منصوصہ ملتی ہوں وہیں کے نرخ کا اعتبار کرلیا جاوے، **جملہ تدخرون فی بلادکم** خط کشیدہ اور مسئلہ کفایت کس کتاب میں ہے، پورا حوالہ دیا جائے: "**تدخرون فی بیوتکم**"تو قرآن شریف میں بھی آیا ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۱۹/ ذیقعدہ ۵۷ھ

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی

سوال:- برہی وغیرہ میں گیہوں کی پیداوار نہیں ہوتی اور نہ گیہوں فروخت ہوتا ہے البتہ بعض گھروں میں قدر قلیل آٹا اور میدہ بکثرت، نیز بسکٹ فروخت ہوتے ہیں، میدہ آٹا اور گیہوں سے بہت مہنگا بکتا ہے، ایسی صورت میں میدہ کی قیمت کے حساب سے کر کے دام دیئے جائیں یا ہندوستان سے گیہوں کے دام معلوم کر کے قیمت ادا کیا جاوے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

گیہوں، میدہ آٹا تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے صدقہ ادا ہو جائیگا۔ **الفطرة نصف صاع من بر او دقیق الخ هدایه**[2] ج: ۱، ص: ۱۹۰،

گیہوں سے آٹا دینا افضل ہے اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے: **والدقیق**

---

[1] سورۂ آل عمران آیت: ۴۹.

[2] هدایه ص: ۲۱۰، ج: ۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه یاسر ندیم دیوبند، زیلعی ص: ۳۰۸، ج: ۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه امدادیه ملتان، بحر ص: ۲۵۴، ج: ۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه.

اولیٰ من البر والدراهم اولی من الدقيق هدايه[1] ج: ١، ص: ١٩٠،

جس قریب کی جگہ گیہوں آٹے کی فروخت ہوتی ہے، وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی جاوے، اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا[2] اور جب آپ کے یہاں میدہ کی خرید وفروخت بکثرت ہے، تو خود میدہ یا اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا اگرچہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کر کے قیمت دینا کافی نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

صدقۂ فطر کس نرخ سے ادا کیا جائے

سوال:- کنٹرول کی حالت سب پر روشن ہے، اگر دلال لوگ خفیہ طور سے قیمت، مقررہ سے زیادہ قیمت لے کر مال فروخت کر دیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ (دلال اپنے پیسے سے مال خرید کر لایا ہے صرف اتنی بات ہے کہ حکومت نے کتنی شرائط جبریہ مقرر کر دی ہے نہ کہ مالک نے) اور کنٹرول ریٹ کے دام سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر وعدہ خلافی اور دروغ گوئی کی نوبت نہ آئے نیز عزت اور نقصانِ مال کا خطرہ نہ ہو[3]،

---

[1] هدايه ص ٢١٠/١، باب صدقة الفطر، مطبوعه ياسر نديم ديوبند، بدائع زكريا ص ٢٠٤، ج ٢، كتاب الزكوة، فصل فى بيان جنس الواجب الخ، النهر الفائق ص ٤٧٤/١، باب صدقة الفطر، كتاب الزكوة، مطبوعه بيروت،

[2] وتعتبر القيمة يوم الوجوب، ويقوم فى البلد الذى المال فيه ولو فى مفازة ففى اقرب الامصار اليه، الدرالمختار على ردالمختار ص ٢/٢٢، باب زكوة الغنم، مطبوعه نعمانيه، وزكريا ديوبند ص ٢١١/٣، عالمگيرى ص ١٨٠/١، كتاب الزكوة، الفصل الثانى فى العروض، مطبوعه كوئٹه، مجمع الانهر ص ٣٠٧/١، باب زكاة الذهب، مطبوعه بيروت.

[3] قال النبى ﷺ لا ينبغى للمؤمن ان يذل نفسه الحديث، ترمذى شريف ص ٢/٥٠، ابواب الفتن، مطبوعه رشيديه دهلى.

(جیسا کہ علم ہونے پر مقدمہ چلتا ہے اور جرمانہ ہوجاتا ہے) تو درست ہے[۱]، اگر اپنے اخراجات بھی کنٹرول نرخ سے لیتا ہے تو صدقۂ فطر بھی اس نرخ سے ادا کرنا درست ہے[۲]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور ۹/۱/۶۷ھ

چاول وغیرہ سے صدقۂ فطر ادا کرنے کی صورت

سوال:- چاول سے صدقۂ فطر ادا کیا جاسکتا ہے، یا نہیں، بر تقدیر ثانی سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں گیہوں وجَو وغیرہ نہیں ہوتے اور نہ ان کی قیمت ہم کو معلوم ہوتی ہے، ہاں البتہ بڑے بڑے شہروں اور گیہوں والے ملکوں میں کسی کو بھیج کر یا خط کے ذریعہ سے ان کی قیمت معلوم کی جاسکتی ہے، اور اس میں کس قدر تکلیف ہے، وہ مخفی نہیں اور نیم چاول بھی گیہوں اور جو کی طرح طعام ہی ہے پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ چاول سے صدقۂ فطر ادا نہیں کیا جاسکتا۔

الجواب حامداً ومصلیاً

چاول سے صدقۂ فطر ادا کرنے کے متعلق کوئی نص موجود نہیں لہٰذا اس میں قیمت کا اعتبار رہوگا، اسی طرح اقرب مواضع میں گیہوں یا جَو کی قیمت معلوم کر کے اس قیمت کے موافق چاول دیدیئے جائیں: **وما لم ینص علیه کذرة وخبز یعتبر فیه القیمة درمختار قال الشامی قوله وخبز عدم جواز دفعه الا باعتبار القیمة هو الصحیح لعدم**

---

[۱] المالک هو المتصرف فی الاعیان المملوکة کیف شاء الخ، بیضاوی ص ۲، سورۂ فاتحه، مطبوعه رشدیه دهلی،

[۲] ویشم رائحة الاستدلال من قوله تعالیٰ فی کفارة الیمن، من اوسط ما تطعمون اهلیکم. سورۂ مائده آیت: ۸۹۔

ورود النص به فکان کالذرة وغیرها من الحبوب التی لم یرد بها نص وکالاقط (بحر ردالمحتار[1] ص:۱۱۷، ج:۲، جب گیہوں کی روٹی گیہوں پر قیاس کرنا درست نہیں تو چاول کو گیہوں یا جو پر قیاس کرنا کیسے درست ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی ۵/۱/۵۵ھ

صحیح: عبداللطیف سعید احمد غفرلہٗ

صدقۃ الفطر کی مقدار میں مولانا عبدالشکور صاحبؒ کا موقف

سوال:-علم الفقہ مصنفہ مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی میں صدقۂ فطر کے متعلق ایک روایت اٹھارہ چھٹانک کی بھی ہے، فتاویٰ دارالعلوم میں اس کی تغلیط کی ہے اور تحریر ہے کہ جس نے مذکورہ حساب سے ادا کیا اسکی ادائیگی صحیح نہیں ہوئی، مابقی کا نکالنا ضروری ہے، اس تعارض کے دفعیہ کے لئے علامہ کی تحریر کردہ روایت کی کیا توجیہ ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ احمر (رتی) دوقسم کے ہے ایک عندالفقہاء دوسری عند الاطباء، دونوں کے وزن میں تفاوت ہے مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے ایک وزن کو معتبر مانا اور دیگر اکابر نے دوسرے وزن کو مصنف علم الفقہ مولانا عبدالشکور صاحبؒ نے مولانا عبدالحیؒ کا اتباع کیا ہے[2]۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۹/۴/۹۰ھ

---

[1] شامی کراچی ص: ۳۶۴، ج:۲، باب صدقة الفطر. البحرالرائق ص ۲/۲۵۴، کتاب الزکوة، باب صدقة الفطر، مطبوعه کوئٹه، طحطاوی مصری ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر،

[2] واحسن ما صنف فی صاعنا رسالة الشیخ المخدوم هاشم بن عبد الغفور السندی رحمه الله وقال فیها ان فلس السلطان عالمگیر مساو لمثقال شرعی، (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صاع کی مقدار

سوال:-صدقۃ الفطر ہر شخص پر کتنا واجب ہے کتابوں میں جو نصف صاع لکھتے ہیں اسی تولہ سیر کے حساب سے اس کا صحیح وزن کیا ہے کریم اللغات ص:۱۳۹ پر درج ہے، صاع وزن ہے، دوسو چونتیس تولہ کا اس لغات کے اعتبار سے نصف صاع ایک سیر ساڑھے سات چھٹانک ہوتے ہیں بریں بنا ہم تو ڈیڑھ سیر کے حساب سے دیتے ہیں، فی الحال ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ صدقۃ الفطر ہر شخص پر پونے دوسیر یا اس سے کچھ زائد ہے، احتیاطاً دوسیر دینا بہتر ہے، اب دریافت کرنا ہے، کہ صدقۃ الفطر کس حساب سے اور کتنا ادا کریں؟

الجواب حامداًومصلیاً

فتاویٰ رشیدیہ[۱] ص:۳۶۲ میں صدقۃ الفطر سہارن پور کی تول کے ڈیڑھ سیر پختہ گندم لکھا

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

صاع کوفی هست اے مرد فیهم .... دو صد و هفتاد توله مستقیم

باز دیناریکه دارد اعتبار .... وزن آن از ماشه دان نیم وچهار

درهم شرعی ازیں مسکیں سنو ...... کان سه ماشه هست یکه سرخه دو جو

سرخ سه جو هست لیکن پاؤ کم ....

ولقد اخطأ مولانا عبد الحیؒ فی نصاب الفضة والذهب فان حسابه غیر مستقیم واعتبر باحمر الاطباء وهی اربعة شعیرات، العرف الشذی ص۵۷، باب الوضوء بالمد، ابواب الطهارة، مطبوعه رحیمیه دیوبند، نیز ملاحظه هو علم الفقه کامل ص ۱۹، حصه چهارم زکاة کا بیان، مطبوعه فاروقیه لکهنؤ.

(حاشیہ صفحہ هذا) [۱] (۱) فتاوی رشیدیه ص۲/۵۳، کتاب الزکوة، مطبوعه رحیمیه دهلی.

(۲) تجب نصف صاع من بر اودقیق اوسویقه او زبیب او صاع تمر او شعیر الخ، الدر المختار علی الشامی زکریا. ص:۳۱۸، ج:۳، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر.

ہے، احتیاطاً دوسیر بتایا جاتا ہے جو شخص پورا دوسیر دیدے وہ مزید ثواب کا مستحق ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود دارالعلوم دیوبند

الجواب صحیح العبد نظام الدین دارالعلوم دیوبند

صاع کے وزن میں احتیاط پر عمل

سوال:- کسی امام کے نزدیک صاع ۲۵۲ تولہ کا ہے، جس کو مولانا روح الامین مرحوم نے اپنی فتاویٰ کی کتاب میں لکھا ہے، مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی کتاب مطالعہ کی گئی اس میں ۲۷۰/ تولہ کا حساب ہے، ۲۵۲ تولہ کا صاع نہیں ملا، ۲۵۲ تولہ کے صاع کے حساب سے فطرہ ادا کرنے سے فطرہ ادا ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صاع کے وزن کو جب تولہ اور سیر میں منتقل کیا جاتا ہے، تو حساب سے کچھ فرق نکلتا ہے، چنانچہ بہشتی زیور[۱] اور فتاویٰ رشیدیہ[۲] امداد الفتاویٰ[۳] ومظاہر حق[۴] کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اس لئے احتیاطی پہلو یہ ہے کہ جو وزن زائد ہو اس کو اختیار کیا جائے، کیونکہ صاع بھی مختلف تھے اور سیر بھی مختلف تھے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۸/ ۱۲/ ۹۲ھ

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی دارالعلوم دیوبند ۲۹/ ۱۲/ ۹۲ھ

---

[۱] بهشتی زیور ص: ۱۵۸، ج: ۱.

[۲] فتاویٰ رشدیه ص: ۵۲، ج: ۲، کتاب الزکوة، مطبوعه رحیمیه دهلی،

[۳] امداد الفتاویٰ ص: ۸۷، ج: ۲.

[۴] مظاهر حق (قدیم) ص ۱۰۵/ ۲، باب صدقة الفطر، مطبوعه لکهنؤ.

صاع وغیرہ کے اوزان

سوال:- صاع کے مسئلہ پر ایک فتویٰ، استفتاء انگریزی دور حکومت میں ہندوستان کے مختلف شہروں میں مختلف طرح کے وزن رائج تھے، کہیں ۴۶/تولہ کا سیر تھا، کہیں ۸۰/تولہ کا سیر اور تول میں بھی فرق تھا، اس زمانہ میں صدقۃ الفطر کی مقدار متعین کرنے میں بڑا اختلاف تھا کوئی پونے دوسیر بتاتا تھا، کوئی دوسیر کوئی دوسیر آدھ پاؤ اور کوئی سوا دوسیر اور بعض علماء نے ڈھیڑ سیر تک بیان کیا ہے، اس لئے ہر جگہ لوگ اپنے اپنے علماء کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے صدقۃ الفطر ادا کرتے ہیں، اب سیر کا وزن متروک ہو چکا ہے، اور اس کی جگہ تمام ہندوستان میں کلوگرام نے لے لی ہے، اور اس کا رواج ہوگیا ہے، اس لئے بہتر ہو کہ علماء کرام ایک تحقیق پر متفق ہو کر وزن مقرر کریں، تا کہ صدقۂ فطر صحیح طریقہ سے ادا ہو سکے، نیز یہ بھی ارشاد فرمائیں کہ صدقۂ فطر کے لئے صاحب نصاب ہونا شرط ہے یا نہیں، امید کہ اس مسئلہ پر تحقیق انیق فرما کر عند اللہ ماجور ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صاع ایک عربی پیمانہ ہے جس سے غلہ ناپ کر دیا جاتا ہے اور آج بھی عرب میں ناپ ہی کر غلہ فروخت کرتے ہیں، اور صدقۂ فطر ادا کرنے کا دستور ہے، صدقۂ فطر ادا کرنے کے لئے حدیث میں چار چیزیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) گیہوں یا اس کا آٹا نصف صاع (۲) چھوہارا (۳) منقی (۴) جو یا اس کا آٹا ان تینوں چیزوں میں سے ایک صاع دینے کا حکم ہے، ان میں موجودہ گرانی کے زمانہ میں آسان اور افضل گیہوں نصف صاع ہے، صاع کی تحقیق میں علماء محققین کو ہر زمانہ میں اختلاف رہا ہے، حنفیہ کے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے، جس پر تمام صحابہ کرامؓ نے اتفاق کیا ہے،

(البحر الرائق) اس مسئلہ پر غالبا سب سے پہلے ملا بیہقی لکھنوی اوران کے فرزند ملا معین نے فارسی میں ایک رسالہ تالیف کیا ہے، جس میں صاع کا جدید وزن مقرر کیا اوراس کے اتباع میں مولانا عبدالحئی فرنگی محلی نے عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں اسی جدید وزن کو قبل کیا، اور اس پر مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی اور دیگر علماء کانپور، بہار حیدرآباد نے اعتماد کر کے دو سیر ایک پاؤ نو تولہ سات ماشہ بیان کیا ہے، اور مولانا کرامت علی جونپوری نے مفتاح الجنۃ میں جونپوری سیر سے تین سیر بارہ تولہ نو ماشہ دورتی دو جو، اور مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ۳¼ سیر بیان کیا ہے، یہ تمام تحقیقات اپنے اپنے شہروں کے اوزان کے اعتبار سے ہوئیں، اور حساب لگانے کے بعد بھی فرق پڑتا ہے، ان تمام تحقیقات پر اعلیٰ حضرت بریلوی کی تحقیق تین سو اکیاون بھر کی ہے، جو ۴½ سیر کے قریب ہے، اور حساب لگانے سے یہی حساب زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کہ ایک صاع ایک ہزار چالیس درہم کا ہوتا ہے، اور ایک درہم کے چودہ قیراط اور قیراط کا وزن ۵ر جو، غیر نقش اور دم برید ہ ہو، اس لئے ایک درہم کے ۱۴×۵ = ۷ جو ہوئے، اس وزن کو تمام فقہاء نے تسلیم کیا ہے، اور موجودہ گرام کے وزن سے ایک درہم برابر ۷ر جو یا ۴ر گرام ہے، اس لئے ۱۰۴۰ر درہم ×۴ = ۱۴۶۰ر کلو ایک سو ساٹھ گرام کے اور نصف صاع دو کلو ۸ر گرام کے برابر ہوا جو سوا دو سیر کے برابر ہے، اس طرح فاضل بریلی کا پرانا وزن اس حساب سے بالکل مطابق ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، جس طرح زکوۃ کے نصاب میں ہندوستان کے تمام علماء نے فاضل بریلوی کے نصاب کو تسلیم کیا ہے، یعنی ۵۲½ر تولہ چاندی اور ۷½ر تولہ سونا اس کا مذکورہ بالا حساب کے مطابق قریب قریب ۸۰۰ر گرام چاندی اور سو گرام سے کچھ کم سونا کا جدید نصاب ہوتا ہے، خاکسار کو اس وزن کا حساب لگانے میں سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا، اور جو کو تول کر ہر طرح اطمینا کر لیا گیا ہے، اس وزن کے صحیح ہونے کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ ۱۳۲۹ھ میں خاکسار کے والد

ماجد مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب زیارت حرمین شریفین سے واپس تشریف لائے، تو اپنے ساتھ درنبوی کی بھی نقل بنوا کر لائے، جس کی سند اور اجازت حضرت شیخ الدلائل مولانا شاہ عبد الحق صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدۂ سے والد صاحب کو حاصل ہوئی، یہ دران کے پاس تھا، اس در سے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ۶/ در ایک صاع کے برابر ہوتا ہے، اور باقی تین اماموں کے یہاں چار در کا ایک صاع ہم نے اس حد سے بھی اس کا وزن درست کیا ہے، تحقیقات مذکورہ سے واضح ہوگیا کہ نصف صاع کا جدید وزن دوکلواسی گرام اور قدیم وزن سوا دوسیر ہے، اور صدقۂ فطر صرف صاحب نصاب پر واجب ہے، جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا نصاب رکھتا ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ عبدالسلام نعمانی المجددی

(مفتی خطیب جامع مسجد عالمگیری بنارس)

الجواب حامداً ومصلیاً

عربی پیمانہ کو جب ہندی وزن میں منتقل کیا گیا تو اس وقت سے اختلاف چلا آ رہا ہے، یہ اختلاف صدقۃ الفطر کی مقدار اور سونے کے نصاب سب ہی میں ہے، اگر اوزان کو جو سے وزن کیا جاتا ہے، مگر جو بھی مختلف کھیتوں اور علاقوں کے سب یکساں نہیں ہوتے، ان میں بھی فرق ہوتا ہے، سرخ سے وزن کیا جائے، اس میں بھی فرق ہے[1]، اس فرق اور اختلاف سے بچنے کی صورت نہیں احتیاط پر عمل کرنا دوسری بات ہے، اور سب کو ایک چیز پر مجبور و پابند کرنا الگ چیز ہے، قدرت کی طرف سے پیدا شدہ چیزوں میں جب اختلاف ہے اور ان کے اختلاف سے وزن متعین کرتے ہیں، تو اختلاف پیدا ہوتا ہے، تو اس اختلاف کو ختم کر کے اتحاد کی سعی

---

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو عرف الشذی ص۵۷، باب الوضوء بالمد، ابواب الطهارة، مطبوعه رحیمیه دیوبند.

بے محل ہے، اس اختلاف کی بناء پر باہم دست وگریباں ہونا غلط ہے، ہر ایک کو اپنے معتقد علیہ پر اعتقاد ہوتا ہے، خود ہر شخص حساب کر کے وزن متعین نہیں کرسکتا، ہم کو اپنے اکابر پر اعتماد ہے، کہ انہوں نے جو حساب لگا کر وزن متعین کردیا وہ صحیح ہے، خواہ دوسروں کے حساب سے بھی موافق ہوجائے، جیسا کہ سونے چاندی کے نصاب میں ایک ہی وزن سب کے حساب میں ہوا، سیر چھٹانک تولہ ماشہ کو کلو گرام میں منتقل کرنا کچھ دشوار نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

نصف صاع کی مقدار موجودہ وزن سے

سوال:- صدقۂ فطر کے متعلق یہاں کے مقامی اخبار سیاست مورخہ یکم شوال ۱۴۰۰ھ میں محمد رضی الدین معظم صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے انہوں نے صاع کا وزن اور اس کے حساب سے کس قدر فطرہ دینا چاہئے تحریر فرمایا ہے صاع کا وزن ۲ ۱/۲ اور (۲ رکلو ۳۳۷ گرام) اور ساڑھے تین سیر (۳ رکلو ۲۶۵ گرام) مقرر ہے، اس لحاظ سے نصف صاع کا وزن علی الترتیب سوا سیر یعنی (ایک کلو ۱۶۶ گرام) یا ۱ ۳/۴ سیر یعنی ایک کلو ۶۳۲ گرام ہے یہ اختلاف دراصل اس وجہ سے ہے کہ عہد نبوی میں مدینہ طیبہ میں کئی اقسام کے مقدار کے صاع رائج تھے لہٰذا بعد کے علماء کرام نے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ صاع کو تسلیم کیا اور ان کی مقدار ڈھائی سیر یا پونے تین سیر بتلائی، اب اپنے سمجھ بوجھ کی بات ہے کہ قانون کی آڑ لے کر کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ دیں یہاں پر جو اوقات سحر وافطار کے متعلق پرچے شائع ہوئے ہیں اس میں صدقۂ فطر کے متعلق ۱ ۱/۲ کلو ہے کہیں دو کلو ۳۰ گرام ہے عام لوگ جس میں بندہ ناچیز بھی شامل ہے ان کے لئے مشکل کا سامنا ہے لہٰذا براہ کرم مطلع فرمایئے کہ صدقۂ فطر کے لئے کم از کم کتنا

گیہوں یا جو دینا چاہئے یا زیادہ سے زیادہ کتنا دیا جائے۔ صدقۂ فطر ایک ہی غریب کو دے سکتے ہیں یا مختلف لوگوں کو۔

الجواب حامداًومصلیاً

صدقۂ فطر کی مقدار نصف صاع گندم اور ایک صاع جَو ہے[1] صاع بھی عرب میں مختلف تھے، اور سیر بھی مختلف تھے نیز جو، رتی) میں اختلاف تھا ان سب کو دیکھتے ہوئے جو حساب لگایا گیا تو اسی کے سیر سے یعنی اسی تولہ کا سیر مانا جائے، تو نصف صاع ڈیڑھ سیر کا ہوا پھر احتیاط کے طور پونے دو سیر فطرہ تجویز کیا گیا، ایک صاع کا وزن اس سے دوگناہ ہے، سیر بعض مقامات پر نوے کا بعض جگہ سو کا بعض جگہ زائد کا ہوتا تھا، انگریز کے دور میں سیر ۸۰؍ کا بنایا گیا۔ فتاویٰ رشیدیہ[2] میں صاع کے وزن کا طریقہ مذکور ہے، اب موجودہ وقت میں کلو رائج ہے، اس کے اعتبار سے نصف صاع کا وزن ایک کلو ۶۳۳ گرام ہے اتنی مقدار دینے سے واجب ادا ہو جائے گا کچھ زائد دیدیا جائے تو بہتر ہی بہتر ہے۔ فقط اللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۲۹؍۱۰؍۱۴۰۰ھ

صدقۂ فطر عید کی صبح یا رمضان میں

سوال:- صدقۂ فطر رمضان شریف میں ادا کرنا اولیٰ اور ستر گنا ثواب رکھتا ہے، یا عید

---

[1] وهى نصف صاع من برأ وصاع من شعير الخ عالمگير ص: ۱۱۹، ج: ۱، (مطبوعه كوئٹه) كتاب الزكاة الباب الثامن فى صدقة الفطر.

[2] فتاوى رشديه مبوب ص: ۵۲، ج: ۲، كتاب الزكاة (مطبوعه رحيميه ديوبند) فتاوىٰ رشيديه كامل ص: ۴۴۶، (مطبوعه رشيديه ديوبند)

E:\f.m.Fainal\Jlid-14\Sadqa-e-fitr

کی صبح کو دینا اولیٰ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

عید کی صبح کو صدقۂ فطر ادا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ غرباء کی حوائج پوری ہوسکیں، اگر عید کی تاریخ شروع ہونے سے پہلے رمضان ہی میں ادا کر دیا جائے[1] تو اس مقصد میں زیادہ معین ہے اور رمضان کا خصوصی ثواب مستقل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۳/۸/۱۳۸۸ھ

صدقۃ الفطر ادا کرنے کے بعد عید کے روز قیمت بڑھ گئی تو کیا کرے؟

سوال:- صدقۂ فطر پہلے ادا کر دیا تھا، جب عید کا دن آیا تو قیمت بڑھ گئی تو اب بڑھی ہوئی قیمت ادا کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

قیمت میں جتنا اضافہ ہوا ہو وہ اور دیدے[2]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیو بند ۹/۸/۹۴ھ

---

[1] ویستحب اخراجها قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر عملاً بأمره وفعله علیه الصلوٰة والسلام صح ادائها اذا قدمه علی یوم الفطر وفی الشامی وکانوا یعطون قبل الفطر بیوم او یومین الخ، الدرالمختار مع الشامی زکریا ص: ۳۲۲، ج: ۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. فوجهه ان وجوبها لاغناء الفقیر فی یوم الفطر وهذا المقصود یحصل بالتعجیل بیوم او یومین لان الظاهر ان المعجل یبقی الی یوم الفطر فیحصل الاغناء یوم الفطر ومازاد علی ذالک لا یبقی فلا یحصل المقصود، بدائع الصنائع زکریا ص۲/۲۰۷، کتاب الزکوة، وقت اداء صدقة الفطر. (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

زمین کی ملکیت پر قربانی اور صدقۃ الفطر کا وجوب

سوال:- میں نفس زمین کا مالک رہا ہوں ایک مرحلہ تک یعنی ذات ارض میری مملوکہ رہی ہے جس کی مقدار اتنی تھی کہ اس کی آمدنی اور پیداوار سے میں اکثر سالوں میں ایسی زندگی بسر کرتا ہوں یعنی اس کی آمدنی سے نہ جمع کرنے کے لئے بچتا تھا اور نہ معاش واخراجات میں کمی آتی تھی کہ دوسروں سے قرض لیا جائے، یہ تو اکثر کی حالت تھی یعنی زمین بقدر ضرورت تھی مگر بعض سالوں میں ایسا بھی ہوتا کہ پیداوار زیادہ ہونے کی وجہ سے سال بھر کے خرچ نکالنے کے بعد کچھ جمع بھی کیا جا سکتا تھا اور بعض سالوں میں پیداوار کم ہونے کی وجہ سے سال بھر کے خرچ میں کمی بھی آتی تھی لہٰذا دوسروں سے قرض بھی کچھ لینا پڑتا تھا، زمین کی مقدار تو یہ تھی باقی میں نے اس زمین کی آمدنی سے کچھ بھی نہیں لیا ہے، دوران تعلیم میں بلکہ ہمشیرہ مرحومہ کو زمین کی آمدنی تبرعاً دیتا رہا ہوں الا یہ کہ ایک مرتبہ پچاس روپے آمد ورفت وطن کا کرایہ اور جب مکان پر ٹھہرتا تھا۔ تو میرا کھانا پینا اپنے مکان پر ہوتا تھا اور مرحومہ کے اصرار پر تین عدد لوئیاں یعنی کمبل لئے ہیں، اب معلوم کرنا ہے کہ مجھ پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہوتا رہا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جب کہ یہ زمین آپ کی حوائج اصلیہ سے زائد ہے کہ آپ نے اس کی پیداوار سے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) [۲] تجب بطلوع فجر الفطر الخ الدرالمختار علی الشامی زکریا ص: ۳۲۲، ج: ۳، کتاب الزکاۃ باب صدقۃ الفطر. بدائع زکریا ص ۲/۲۰۶، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ الفطر، فصل وقت اداء صدقۃ الفطر، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقۃ الفطر، مطبوعہ مصری.

نوٹ:- جب صدقۂ فطر کی ادائیگی کا وجوب یکم شوال یعنی یوم الفطر کے طلوع فجر سے ہوتا ہے، تو جس نے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیا اور بعد میں قیمت بڑھ گئی تو جتنا اضافہ ہوا ہے دینا پڑے گا، اس لئے اصل ادائیگی یوم الفطر میں واجب تھی لہٰذا اس دن کی قیمت واجب ہوگی۔

کچھ بھی نہیں لیا، بجز ۵۰/روپئے اور تین کمبلوں کے بلکہ تبرکاً ہمیشہ ہمشیرہ کو پیداوار دیتے رہے تو آپ پر قربانی بھی واجب ہوئی اور صدقۃ الفطر بھی[1] وھٰذا ظاھر لا یخفیٰ.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۱۵/۳/۸۷ھ

ایضاً

سوال:- ایک شخص کو نقد روپیہ نہیں ہے، اور نہ زیورات ہیں کہ نصاب کہلائے البتہ اس کے پاس کاشت کی زمین ہے، رہنے سے فاضل مکانات ہیں کھانے پینے کے ظروف کے علاوہ ظروف ہیں کھانے سے بچا ہوا غلہ کا ذخیرہ ہے، سودے سے بھرپور دوکان ہے، ان چیزوں کی وجہ سے صاحب نصاب کہلائے گا یا نہیں، اس پر وجوب صدقہ وقربانی عائد ہوگی یا نہیں ایک شخص کے پاس دو یا ایک ایکڑ زمین ہے جس کی مالیت اتنی ہے کہ اس سے وہ صاحب نصاب ہوجاتا ہے، بلکہ فریضۂ حج پر قادر جائداد فروخت کرنے پر ہوجائے گا اس کے پاس اس کے علاوہ جائداد نہیں، اسی سے گذران کرتا ہے سال بھر کھیت کی آمدنی کھا پی کر برابر کر لیتا ہے، ایسے شخص پر صدقۂ فطر وجوب قربانی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فاضل مکان، فاضل ظروف، فاضل مویشی، فاضل آلات، فاضل غلہ اگر بقدر نصاب

---

[1] تجب ای صدقة الفطر علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلية وان لم ينم وجه تحرم الصدقة وتجب الاضحية الخ الدر المختار علی الشامی زکريا ص: ۳۱۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. طحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر مطبوعه مصر، بدائع زکريا ص ۱۹۸/۲، کتاب الزکوة، بيان من تجب عليه صدقة الفطر، مجمع الانهر ص ۳۳۴/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الکتب العليمة بيروت.

ہے، تو اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے[1] جس زمین کی آمدنی پر اس کا گذران موقوف ہے، اس کی وجہ سے حج فرض نہیں اگر چہ اس کی قیمت اخراجات حج کے لئے کافی ہو سکے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود عفی عنہ دارالعلوم دیوبند ۲۰/۴/۸۷ھ

صدقۃ الفطر وغیرہ کے لئے بیت المال

سوال:- ہماری بستی میں الحمدللہ بیتُ المال قائم ہے، ہم ہر سال عید الفطر پر صدقۂ فطر گھر گھر سے وصول کر لیتے ہیں اور عید کے بعد مجلسِ منتظمہ پر یہ طے کرتی ہے کہ بستی کے کن کن مستحقین کو کتنا روپیہ ماہانہ یکمشت دیدیا جائے، اس قسم کے نظم کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا صدقۂ فطر یومِ عید سے قبل بھی وصول کیا جا سکتا ہے؟ کیا جمع شدہ صدقہ فطر نیز زکوٰۃ وغیرہ سال کے اندر یا بر وقت ہی تقسیم کیا جانا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

صدقۃ الفطر کا ایسا انتظام کرنا کہ سبھی ادا کریں کوئی باقی نہ رہ جائے اور صحیح مصارف پر خرچ کیا جائے، بہت مناسب ہے مگر اس میں جبر کی صورت اختیار نہ کی جائے کہ ہر شخص صدقۂ فطر لازمی طور پر بیتُ المال ہی کو دے اور بیتُ المال کے لوگ اس پر جا کر مسلط ہو جائیں کیونکہ یہ بیتُ المال شرعی بیت المال نہیں بلکہ نام کا بیت المال ہے اس لئے اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ بھی جبراً وصول کرنے کا حق نہیں، چہ جائیکہ صدقۃ الفطر پھر اس کا وجوب عید

---

[1] تجب (ای صدقة الفطر) علی کل مسلم ذی نصاب فاضل عن حاجته الاصلیة وان لم ینم وبه تحرم الصدقة وتجب الاضحیة (الخ) الدر المختار علی الشامی زکریا ص: ۳۱۳، ج:۳، کتاب الزکاة باب صدقة الفطر. مجمع الانهر ص ۳۳۴/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، طحطاوی ص ۵۹۵، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر.

الفطر کی صبح صادق پر ہوتا ہے حتی کہ شبِ عیدین میں اگر کوئی مرجائے تو صدقۃ الفطر واجب نہیں[1]، اگر کسی سے پیشگی وصول کرلا گیا اور مستحق کو دینے سے پہلے اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے ورثہ کی طرف اس کی واپسی لازم ہوگی، نیز صدقۃ الفطر میں مستحب یہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے ادا کردیا جائے[2]۔ اس کو وصول کرکے محبوس کرلینا کہ یہ سال بھرتک کسی وقت ادا کردیا جائیگا اس کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۲۹/۸/۸۹ھ

صدقۂ فطر کیا امام کا حق ہے؟

سوال:- امام مسجد مسکین ہے مگر لوگ صدقۂ فطر سے امام مسجد کو کچھ نہیں دیتے بلکہ ہنود اور ایسے فقیروں کو جو کہ مالدار ہیں محض اس لئے کہ ان کا حق ہے، باٹ دیتے ہیں امام مسجد کو صدقۂ فطر سے کچھ حصہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ امام مسجد کو مسکین ہوتے ہوئے کیا صدقۂ فطر سے کچھ نہ لینا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اکر جگہ امامِ مسجد صدقۃ الفطر کو اپنا حق سمجھتا ہے اور دینے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ

---

[1] تجب بطلوع فجر یوم الفطر فمن مات قبله او اسلم او ولد بعده لا تجب، ملتقی الابحر ص ۳۳۶/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر، شامی زکریا ص ۳۲۲/۳، باب صدقة الفطر.

[2] ویستحب اخرجها قبل الخروج الی المصلی بعد طلوع فجر الفطر الدرالمختار علی الشامی کراچی ص:۳۶۷، ج:۲، باب صدقة الفطر، مطلب فی مقدار الفطرة بالمد الشامی. مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص ۵۹۶، باب صدقة الفطر، مطبوعه مصر، بدائع زکریا ص ۲۰۶/۲، وقت اداء صدقة الفطر، مجمع الانهر ص۳۳۷/۱، باب صدقة الفطر، مطبوعه بیروت.

یہ نماز پڑھاتا ہے اس صورت میں امامت کا معاوضہ ہوجاتا ہے، اس لئے امام کونہیں دینا چاہئے، غیر مسلم کو صدقۂ فطر نہیں دینا چاہے، بلکہ وہ مسلم مساکین وفقراء کا حق ہے: وَلاتدفع الزکٰوۃ الٰی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیر العشر والخراج الیه ای الذمی لو واجبًا کنذر وکفارۃ وفطرۃ خلافاً للثانی وبقوله یفتٰی حاوی القدسی اھ درمختار[1]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

پوتے کا صدقۂ فطر دادا پر

سوال:- زید صاحبِ نصاب ہے اور اس کے ایک لڑکا ہے اور زید کے ایک پوتا ہے جس کا باپ مرگیا اور زید اور اس کے لڑکے پوتے کا خورد ونوش یکجائی ہے، پس اس صوت میں زید کے پوتے کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ نیز زید کے اوپر اس پوتے کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ زید کا پوتا ابھی نابالغ ہے، لیکن قریبُ البلوغ ہے اور زید کی کفالت میں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زید اپنے پوتے کو شرعاً اپنے مال سے زکوۃ نہیں دے سکتا۔ ولا یدفع الی اصله وان علا وفرعه وان سفل کذا فی الکافی. عالمگیری[2] ص ۱۸۸/ ۱.

---

[1] الدرالمختار نعمانیة ص:۶۷، ج:۲، شامی کراچی ص: ۳۵۱، ج:۲، باب المصرف. بحر ص ۲۴۲/ ۲، باب المصرف، مطبوعه ماجدیه کوئٹه، مجمع الانهر ص ۳۲۹/ ۱، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

[2] عالمگیری کوئٹه ص۱۸۸/ ۱، باب المصرف، مراقی الفلاح مع الطحطاوی ص۵۹۳، باب المصرف، مطبوعه مصر، سکب الانهر ص ۳۳۱/ ۱، باب المصرف، مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت.

اگر زید کا پوتا صاحب نصاب ہے تو کوئی اور شخص بھی زکوۃ نہیں دے سکتا۔لیکن اگر وہ صاحب نہیں تو دوسرے لوگ اس کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔زید کا صاحب نصاب ہونا پوتے کے لئے موجب غناء نہیں جیسا کہ ماں کے غنی ہونے سے بیٹا غنی نہیں ہوتا، کیوں کہ دادا پر اصالۃً پوتے کا نفقہ واجب نہیں،**هكذا يفهم مما في باب المصرف وباب النفقة**[1]

ظاہر الروایات میں دادا کے ذمہ پوتے کا صدقۂ فطر واجب نہیں۔**وليس على الجد ان يؤدى الصدقة عن اولاد ابنه الموسر اذا كان الاب حيا باتفاق الروايات وكذا لو كان الاب ميتا فى ظاهر الروايات لان ولاية الجد يثبت بواسطة الاب فكانت ناقصة بعد وفات الاب دون حال حياته وعلى الرجل ان يؤدى صدقة الفطر عن نفسه واولاده الصغار ولا يجب ان يؤدى عن اولاده الكبار واخوانه الصغار ولا عن قرابته وان كانو فى عياله ولا عن والديه وان كانا فى عياله فتاوى قاضى خان صاحب**[2] **ص ۲۲۸/ ۱ .** فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دار العلوم دیوبند

---

[1] ولا الى غنى يملك قدر نصاب فارغ عن حاجة الاصلية من اى مال كان، درمختار ص ۲/۶۴، مطبوعه نعمانيه، يه جزئيه صراحتاً نهيں ملا. شامی میں الجد کالاب سے جن مسائل کو مستثنیٰ کیا ہے ان میں اس کو شمار نہیں کیا۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دادا باپ کے حکم میں ہے۔محمود۔

[2] قاضيخان على هامش الهندية ص ۲۲۸/ ۱، فصل فى صدقة الفطر، مطبوعه كوئٹه، تاتارخانيه ص ۲/۴۲۱، كتاب الصوم، صدقة الفطر، مطبوعه كراچی، شامی زكريا ص ۳/۳۱۶، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر.

باب یازدہم

﴿متفرقات زکوٰۃ﴾

زکوٰۃ کے صلہ میں ہدیہ دینا

سوال:-زکوٰۃ کا مال اقرباء کو دینا افضل ہے، مگر اس کے صلہ میں وہ کوئی چیز چھپا کر یا ظاہر کر کے دے تو اس کے اندر کیا مسئلہ ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

معاوضۃً تو لینا ناجائز ہے، لیکن اگر قریب مصرف زکوٰۃ ہے اور اس کو زکوٰۃ دیتا ہے، پھر وہ کوئی شئ ہدیۃً اس زکوٰۃ دینے والے کو دیتا ہے تو اس کا لینا درست ہے: **وهى تمليك المال من فقير مسلم غيرها شمى ولا مولاه بشرط قطع المنفعة عن المملک من كل وجه لله تعالىٰ وافاد بقوله بشرط ان الدفع الى اصوله وان علوا والى فروعه وان سفلوا والى زوجته وزوجها والى مكاتبه ليس بزكٰوة واشار الى ان الدفع الى كل قريب ليس باصل ولا فرع جاز وهو مقيد بما فى الولو الجية رجل يعول اخته واخاه اوعمه فارادان يعطيه الزكٰوة فان لم يفرض القاضى عليه النفقة جاز لان التمليک بصفة القربة يتحقق من كل وجهٍ وان فرض عليه النفقة لزمانته ان لم يحتسب من نفقتهم جاز وان كان يحتسب لايجوز اهـ بحر[1] ج:۲، ص: ۲۰۱و۲۰۲. فقط واللّٰه تعالىٰ اعلم**

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

---

[1] بحر کوئٹہ ص ۲۰۱،۲۰۲ ج۲ اول کتاب الزکاۃ، النهر الفائق ص۴۱۲ ج۱ اول کتاب الزکاۃ، طبع مکہ مکرمہ.

جو رقم بقصدِ زکوٰۃ الگ رکھ دی گئی اس میں تصرف کا حکم

سوال:- زکوٰۃ یا عشر کے لئے ایک رقم متعین کر کے الگ رکھ دی، اب اگر اس سے دوسرا سکہ بدلنا چاہے یا چھوٹا سکہ ہے اس کے عوض بڑا رکھنا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟ منشاء یہ ہے کہ جو رقم الگ کی ہے بالتعیین اس کی علیحدگی تو ضروری ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ یا عشر کی رقم علیحدہ رکھ دینے سے ملک سے خارج نہیں ہوتی، لہٰذا اس میں تغیر وتبدل کا تصرف جائز ہے[۱]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ ۲؍رمضان ۶۷ھ

زکوٰۃ کو تاوان اور حج کو تجارت سمجھنا

سوال:- زکوٰۃ کو ڈنڈ اور حج کو تجارت کے خیال سے کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اگر چہ فریضہ اس طرح بھی ادا ہو جائے گا مگر حق تعالیٰ کے دربار میں مقبول نہیں، نیز یہ قرب

---

[۱] ولا یخرج عن العهدة بالعزل بل بالاداء للفقراء قال الشامی فلو ضاعت لا تسقط عنه الزکوة ولو مات كانت ميراثا عنه، شامی کراچی ص ۲۷۰ ج ۲، کتاب الزکوة، مطلب فی زکاة ثمن المبیع وفاءً شامی زکریا ص ۱۸۹ ج ۳ طحطاوی مع المراقی ص ۵۸۸ کتاب الزکاة، مطبوعه مصر، النهر الفائق ص ۴۱۹ ج ۱ کتاب الزکوٰة مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، خانية علی الهندية ص ۲۶۳/۱، فصل فی اداء الزکاة، طبع کوئٹه.

قیامت کی علامت ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ میں مبیع کی قیمت کم کر دینا

سوال:- صاحب نصاب شخص نے ایک غریب آدمی کو کوئی چیز فروخت کی جس کی قیمت تین روپے ہوتی تھی غریب آدمی نے اللہ واسطے اپنی غربت کی وجہ سے کچھ چھوٹ مانگی، اس شخص نے اللہ واسطے ایک روپیہ چھوڑ دیا صرف دو روپے لے لئے، اب وہ صاحب نصاب کیا اس ایک روپے کو زکوٰۃ میں شمار کر سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

اسطرح زکوٰۃ میں شمار کرنا جائز نہیں بلکہ اس چیز کے دو حصے کرے ایک حصہ دو روپے میں فروخت کرے اور ایک حصہ جس کی قیمت ایک روپیہ ہے، بلا قیمت لئے زکوٰۃ میں دیدے یا وہ شئ تین روپے میں فروخت کر کے تین روپے وصول کرے اس کے بعد ایک روپیہ زکوٰۃ میں دیدے[2]۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

---

[1] عن ابی هریرةؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتخذ الفئ دولاً والامانة مغنما والزکوٰة مغرماً الٰی قوله فارتقبوا عند ذالک ریحا حمراء وزلزلة وخسفا الحدیث، مشکوٰة شریف ص: ۴۷۰، مطبوعه یا سر ندیم دیوبند، باب اشراط الساعة.

ترجمہ:- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب غنیمت کو دولت سمجھا جانے لگے گا اور جب امانت کے مال کو غنیمت شمار کیا جائے گا اور جب زکوۃ کو تاوان سمجھ لیا جائیگا (راوی کے قول تک) تو تم اس وقت سرخ آندھی کا، زلزلہ کا، زمین میں دھس جانے کا انتظار کرو الخ

[2] وشرط صحة ادائها نیة مقارنة له أی للأداء ولو کانت المقارنة حکما أو مقارنة بعزل ما وجب الخ درمختار علی الشامی کراچی ص۲۶۸ ج۲ اول کتاب الزکاة، النهر الفائق ص۴۱۸ ج۱ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت، مراقی الفلاح علی الطحطاوی ص۵۸۸ مطبوعه مصری.

زکوٰۃ دے کر احسان جتانا

سوال:- میں نے زکوٰۃ فرض میں سے بیس روپے ایک بیوہ عورت کو دیئے مگر ایک مرتبہ غصہ میں یہ الفاظ نکل گئے کہ زکوٰۃ کھا کر مقابلہ کرتی ہے، ان الفاظ سے زکوٰۃ باطل ہوجائے گی یا نہیں؟ جیسا کہ پارہ **تلک الرسل** کے الفاظ ہیں: "**یاٰ یھا الذین اٰمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ**" الخ اور اب اس روپے کی مقدار دوبارہ دینا ضروری ہے یا نہیں؟ نیز یہ واقعہ زکوٰۃ دینے سے تقریباً ایک سال بعد کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً

اس زکوٰۃ کا تو دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں، کیونکہ فریضہ ادا ہوگیا، البتہ اسپر رضائے خداوندی مرتب نہیں ہوگی[۱]۔ اس کیلئے معافی مانگنے اور اسکو خوش کرنے کی ضرورت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۸ھ

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ

دارالعلوم دیوبند ۹۲/۶/۱۹ھ

جو غنی زکوٰۃ خیرات نہ کرے اس کا حکم

سوال:-عمر کے پاس اتنا مال ہے کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مگر نہ تو وہ زکوٰۃ دیتا ہے اور نہ خیرات کرتا ہے، اور بہت ہی کنجوس ہے اس کے برابر میں اس کا پڑوسی زید رہتا ہے، جو کہ

---

[۱] قال القرطبی تحت قوله تعالیٰ "بالمن وَالأذَی" وعبر تعالیٰ عن عدم القبول وحرمان الثواب بالابطال. الجامع لأحكام القرآن ص:۲۸۳، ج:۳، مطبوعه دارالفکر، احکام القرآن للجصاص ص۲۳۳ ج۱ مطبوعه قدیمی کراچی.

بالکل غریب ہے بلکہ ایک دو وقت کا اس پر فاقہ گذر جاتا ہے عمر کو اس کا ایسی حالت میں ہونا معلوم ہے، مگر وہ اس کی کوئی امداد نہیں کرتا، عمر میں اور ایک عادت بری ہے کہ نماز روزہ بھی ادا نہیں کرتا عمر جب کہ معلوم ہوتے ہوئے ایسا کرتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

وہ بڑا بے مروت اور سخت گنہگار ہے[1]۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند

زکوٰۃ نہ دینے والے کے مال کو چوری کر کے خیرات کرنا

سوال:-عمر بہت مالدار آدمی ہے مگر زکوٰۃ خیرات ادا نہیں کرتا زید نے اس کا تمام روپیہ چوری کر کے خیرات کر دیا، اس میں عمر اور زید کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

عمر ترکِ فرض کا گنہگار ہے، اور زکوٰۃ کی ادائیگی اسکے ذمہ لازم ہے[2] اور زید چور ہے اگر

---

[1] اعلم ان ترک الفرض والواجب ولو مرةً بلاعذر كبيرة الخ شرح فقه اكبر ص:٦٨، مكتبه مجتبائی دهلی، عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اتاه الله مالاً فلم يؤدّ زكاته مُثِّلَ له مالُه يوم القيامة شُجاعاً اقرع له زبيبتان يطوّقه يوم القيامة ثم يأخذ بلهزمتيه يعنى بشدقيه ثم يقول انا مالک، انا كنزک ثم تلا ولا تحسبن الذين الآية الخ، بخاری شريف ص۱۸۸ ج۱ كتاب الزكوٰة باب اثم مانع الزكوٰة مطبوعه مكتبه اشرفيه ديوبند، بدائع الصنائع زكريا ص۷۵ ج۲ اول كتاب الزكوٰة.

[2] الزكاة وهى فريضة محكمة لا يسع تركها ويكفر جاحدها ثبت فرضيتها بالكتاب والسنة واجماع الامة، مجمع الأنهر ص۲۸۴ ج۱ اول كتاب الزكاة طبع دار الكتب العلمية بيروت، فتاوى الهندية ص۱۷۰ ج۱ كتاب الزكاة طبع كوئٹه.

حکومت اسلامی ہو اور شرعی شہادت سے ثبوت ہو جائے تو زید کا ہاتھ کاٹا جائے[1]۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۷؍صفر ۶۸ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

اپنی زکوٰۃ کو فقیر سے خریدنا

سوال:- ایک عورت نے کتنے ہی سال سے اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کی اکنوں سال بقیہ کی زکوٰۃ ادا کرنے سے دشواری ہوئی لہٰذا انکی بعض محبین نے ان سے کہا کہ آپ کی زیور میں سے کچھ زیور بنیت زکوٰۃ ان کو دیدیں وہ قبضہ کر کے نصف قیمت سے اس عورت کو بیچ ڈالا اب اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ معطی کی کوئی ذاتی منفعت بجز فریضہ کے نہ ہو پس اگر اس شرط پر وہ اس عورت کو زکوٰۃ دیتا ہے کہ وہ شخص اس زیور کو اس عورت کے ہاتھ فروخت کردے تو یہ شرط باطل ہے اسکا پورا کرنا معطی لہٗ کے ذمہ ضروری نہیں تاہم اس شرط پر بھی مستحق کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی

[1] لقوله تعالىٰ والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزاءً بما كسبا نكالا من الله والله عزيز حكيم. الأية سورة المائدة، آیت: ۳۸،

ترجمہ:- اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سوان دونوں کا ہاتھ کاٹ ڈالوان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے اور بڑی حکمت والے ہیں۔ (بیان القرآن)

السرقة هي اخذ مكلف ناطق بصير عشرة دراهم جياد او مقدارها مقصودة ظاهرة الاخراج خفية من صاحب يد صحيحة مما لا يتسارع اليه الفساد في دار العدل فلا يقطع بسرقة في دار حرب أو بغي من حرز بمرة واحدة لا شبهة ولا تاويل فيه فيقطع إن اقرَّبها مرّة طائعا، أو شهد رجلان الدر المختار مع الشامي زكريا ص ۱۳۶ / ۱۴۴ ج ۶ كتاب السرقة مجمع الأنهر ص ۳۷۸ ج ۲ طبع دار الفكر بيروت.

اسکے بعد معطی لہ کو اختیار ہے خواہ اس عورت کے ہاتھ فروخت کرے یا نہ کرے۔ هی ای الزکوٰة تملیک جزء من المال معین شرعاً من فقیر مسلم غیرها شمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک بکسر اللام وهو الدافع من کل وجه لله تعالیٰ اه مجمع[1] الانهر ج: ۱، ص: ۱۹۲، وهکذا هبة الصدقة والکتابة بشرط متعارف وغیر متعارف یصح ویبطل الشرط اه فتاوی عالمگیری[2] ج: ۱، ص: ۱۷۱.

اسکے بعد اس عورت کا اپنے دئے ہوئے زیور کو نصف قیمت سے خرید نا منع ہے اپنے دئے ہوئے صدقہ کو خریدنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے: کذا فی ابی[3] داؤد ج: ۱، ص: ۲۲۵.

اگر خرید لیا ہے تو بہتر ہیکہ قیمت پوری دے بیع کا ختم کرنا واجب نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہٗ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ

معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

الجوب صحیح: سعید احمد غفرلہٗ

صحیح: عبد اللطیف ۲/۲۸/ ۵۲ھ

۱؎ مجمع الانهر ص: ۲۸۴، ج: ۱، مطبوعه دارالکتب العلمیه بیروت. اول کتاب الزکاة، الدر المختار مع الشامی زکریا ص ۱۷۳ ج ۳ کتاب الزکوٰة، فتاوی الهندیة ص ۱۷۰ ج ۱ کتاب الزکاة طبع کوئٹه.

۲؎ عالمگیری کوئٹه ص: ۳۹۶، ج: ۴، کتاب الهبة، الباب الثامن فی حکم الشرط فی الهبة، بدائع الصنائع زکریا ص ۱۶۵ ج ۵ کتاب الهبة التصرف الشرعی.

۳؎ أن عمر بن الخطاب رضی الله عنه حمل علی فرس فی سبیل الله فوجده یبا ع فاراد ان یبتاعه فسأله رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذالک فقال لاتبتاعه ولا تعد فی صدقتک ابوداؤد شریف ص: ۲۲۵، ج: ۱، کتاب الزکوٰة باب الرجل یبتاع صدقته، مطبوعه مکتبه سعد دیوبند، بخاری شریف ص ۲۰۱ ج ۱ کتاب الزکوٰة، باب هل یشتری صدقته، مطبوعه مکتبه اشرفیه دیوبند.

ترجمه: - حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فی سبیل اللہ گھوڑے پر سوار کیا پھر اس گھوڑے کو پایا کہ وہ فروخت ہو رہا ہے، تو انہوں نے اس کو خریدنے کا ارادہ کیا اور اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو مت خریدو اور اپنا صدقہ واپس نہ لو۔

تحفہ میں زکوٰۃ ہونے کا شک

سوال: ۔تحفہ لینے والے کو شک تھا شاید مال زکوٰۃ سے ہے اس صورت میں تحفہ تحائف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

جس کی عادت یا دیگر قرائن سے معلوم ہو کہ یہ تحفہ زکوٰۃ سے دیتا ہے اس کی تحقیق کر لی جائے، ورنہ ضرورت نہیں[۱]۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہٗ

دارالعلوم دیوبند ۱۹/۷/۹۵ھ
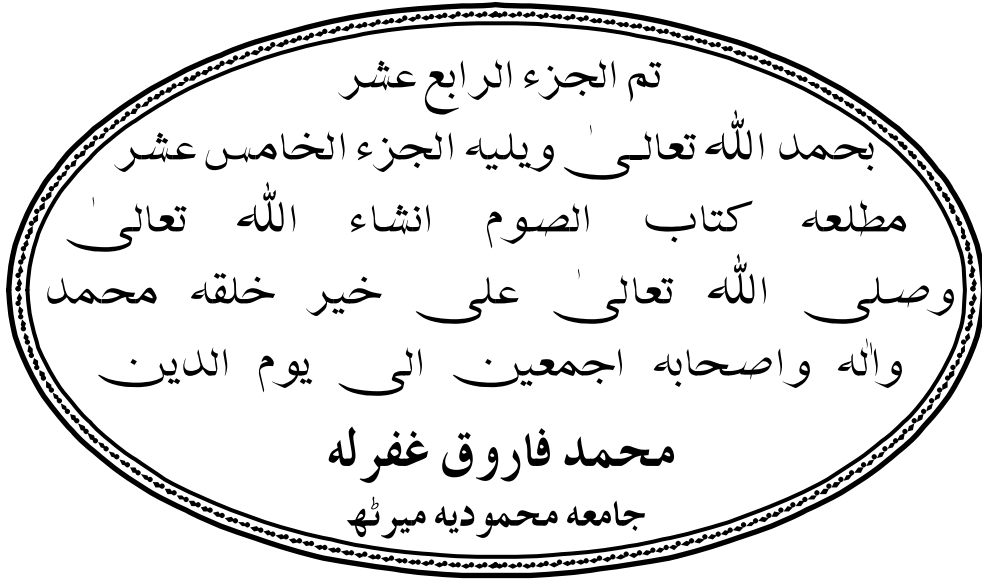
تم الجزء الرابع عشر
بحمد الله تعالىٰ ويليه الجزء الخامس عشر
مطلعه كتاب الصوم انشاء الله تعالىٰ
وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد
وآله واصحابه اجمعين الى يوم الدين

محمد فاروق غفرله
جامعه محموديه ميرٹھ

[۱] عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل احدكم على أخيه المسلم فليأكل من طعامه ولايسأل أى من اين هذا الطعام ليتبين انه حلال أم حرام ويشرب بالجزم من شرابه ولايسأل فانه قد يتأذى بالسوال وذٰلک اذالم يعلم فسقه الخ، مرقاة المفاتيح ج۳/ص۴۵۵/ باب الوليمة فصل ثالث طبع بمبئى.